باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ۝

اَلۡوَضَاحَۃُ الۡکَامِلَۃ

اُردو شرح

اَلۡعَقِیۡدَۃُ الطَّحَاوِیَّۃ

علمِ عقائد کی کتاب

جسمیں اعرابِ عبارت، سادہ اور عام فہم ترجمہ، مقصودِ مصنف، تجزیہ عبارت اور تشریحِ عبارت کے تحت عقائدِ اہلسنت والجماعت کا اثبات ہے

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب دامت برکاتہم

اُستاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

رحمانیہ چوک ومدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ۝

اَلْوَضَاحَۃُ الْکَامِلَۃ

اُردو شرح

اَلْعَقِیْدَۃُ الطَّحَاوِیَّۃ

علمِ عقائد کی کتاب

جسمیں اعرابِ عبارت، سادہ اور عام فہم ترجمہ، مقصودِ مصنف، تجزیۂ عبارت اور تشریحِ عبارت کے تحت عقائدِ اہلسنت والجماعت کا اثبات ہے

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب دامت برکاتہم

اُستاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

رحمانیہ چوک مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

تالیف — مولانا محمد اصغر علی صاحب فیصل آبادی

سائز — ۱۶/(۲۳x۳۶)

صفحات — ۲۳۰

طبع اوّل

تعداد — ۱۱۰۰

کمپوزنگ — محمد ابوبکر ملاں پور

مکتبہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد فون ۲۶۹۵۵۴۶ -۰۴۱/فون رہائش ۸۷۲۹۴۰۶-۰۴۱ موبائل فون: ۷۲۲۷۶۹۶-۰۳۲۱

مکتبہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد

مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار فیصل آباد

مکتبہ العارفی نزد جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

ادارہ اسلامیات ملتان

انتساب

میں اپنی اس حقیری کوشش کی نسبت اپنے قابل صد احترام وافتخار والدین اور محترم اساتذہ کرام کے مبارک ناموں کی طرف کرتا ہوں جن کی شب وروز کی کاوشوں نے کتنے ہی اجڑے ہوئے اور ویران دلوں کو آباد کیا اور شمع کی طرح خود پگھل کر کتنے تاریک دلوں کو روشن کیا یہ ''الوضاحۃ الکاملۃ'' بھی انہیں مبارک ہستیوں کے فیض کا ثمرہ ہے۔

اے رحیم وکریم اور غفار ذات! انہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے سرفراز فرما، اور اپنے کریمانہ شایان شان اجر عظیم عطا فرما (آمین)

﴿وہ لوگ جنہوں نے خون دیکر پھولوں کو رنگت بخشی ہے

دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نہ جانے کتنے ہیں﴾

محمد اصغر علی عفا اللہ عنہ

میرے اساتذہ کرام

حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد ظریف صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا مفتی سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ عبیدیہ فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا مفتی جمال احمد صاحب رحمہ اللہ صدر دارالافتاء دارالعلوم فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا عبدالکریم احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد عبدالرحمان صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا محمد زید صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ محمدیہ فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا سراج الدین صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن باڑہ پشاور

حضرت اقدس مولانا محمد موسیٰ صاحب مدظلہ العالی استاذ الحدیث ومدیر جامعہ انوار العلوم ٹوبہ

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد جان صاحب رحمہ اللہ شعبہ افتاء دارالعلوم فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی استاذ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی بخاری مسجد جناح کالونی فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہ العالی استاذ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف اول صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم فیصل آباد

حضرت اقدس مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ العالی ناظم دارالعلوم فیصل آباد

حضرت قاری عبدالرشید صاحب مدظلہ العالی دارالعلوم فیصل آباد

تمت بالخیر

تقریظ

از یادگار اسلاف استاذ العلماء ورئیس الاتقیاء جامع المعقول والمنقول
حضرت اقدس مولانا عبدالکریم احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد

سبحان الله وبحمده والصلوة والسلام على رسوله وآله وصحبه ومن اهتدىٰ بهديه

امابعد. اللہ جل شانہٗ عم نوالہ جب اپنے کسی بندے کو قبولیت بخشتے ہیں تو اسکو کسی اعتبار سے اپنی مخلوق کیلئے نافع بنادیتے ہیں، اور یہ بات مسلّم ہے کہ بہترین افادہ علم دین کا ہے۔

فليفرحوا بذالک هو خير ممايجمعون . عزیز محترم مولانا محمد اصغر علی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہم عصروں میں یہ امتیازی شان عطا کی ہے کہ انہوں نے متعدد درسی کتابوں کی بہت مفید شروحات لکھی ہیں، جن کی عبارات مختصر آسان فہم اور مطلب خیز ہوا کرتی ہیں جو کہ پڑھنے پڑھانے والے استاذ اور طالب علم دونوں کے لئے یکساں مفید رہتی ہیں، موصوف کی ان شروحات میں سے الوضاحۃ الکاملۃ اردو شرح العقیدۃ الطحاویۃ ہے جو کہ امام الفقیہ والحدیث امام طحاوی رحمہ اللہ کی عقائد اہلسنت والجماعت کے متعلق مختصر تصنیف ''العقيدة الطحاوية'' کی شرح ہے، یہ انتہائی مفید شرح ہے۔

امید ہے کہ مؤلف موصوف کو اپنے اس علمی ذوق وشوق کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس دور میں مولانا عبدالحی لکھنوی کا مقام عطا فرمادیں گے۔ وماذالک علیٰ الله بعزيز

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز محترم کی تمام تالیفات کو افادیت عامہ اور قبولیت عامہ بخشے اور ان کیلئے دنیا وعقبیٰ کی فلاح وکامرانی کا ذریعہ بنادے　　　ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

عبدالکریم احمد عفی اللہ عنہ دارالعلوم فیصل آباد

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ بمطابق ۹ مئی ۲۰۰۶ء

تقریظ

پیر طریقت، رہبر شریعت، فخر الاماثل، زبدۃ الاتقیاء شیخ المشائخ
حضرت اقدس مولانا مفتی سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ عبیدیہ فیصل آباد
وخلیفہ مجاز امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور قدس سرہٗ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

عزیز القدر مولانا محمد اصغر علی صاحب ماشاء اللہ جید مدرس اور ذاکر وشاغل شخصیت ہیں، علاوہ ازیں اللہ پاک نے ذوقِ تحریر وتصنیف سے بھی خوب نوازا ہے مولانا کی ازیں قبل ''تہذیب الکافیہ اردو شرح کافیہ ''ضیاء النحو اردو شرح ہدایۃ النحو''محسن انسانیت ﷺ کے چالیس معجزات مع کنز الحسنات، کے نام سے کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جن سے درسیات کے اساتذہ وطلباء بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ نے گزشتہ چند سالوں سے موجودہ نصاب میں کچھ نئی کتابیں داخل کی ہیں جن میں ''دروس البلاغۃ'' اور ''عقیدہ طحاویہ'' نامی کتب کی تشفی بخش شروحات نظر سے نہیں گزریں، مولانا نے دونوں کتب کی اردو شرح نہایت عرق ریزی اور محنت سے تحریر کی ہیں۔

دل سے دعا گو ہوں اللہ پاک حسب سابق ان دونوں کتابوں کو بھی اپنے دربار عالیہ میں قبول فرمائیں، اہل علم کے لئے نافع بنائیں اور مؤلف موصوف کو مزید ترقیات وبرکات سے نوازیں اور اپنے مقربین خاص میں شامل فرمائیں　　(آمین)

یا الہ العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

﴿جاوید حسین عفا اللہ عنہ﴾　۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۶ مئی ۲۰۰۶ء

تقریظ

فخر الاماثل جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا
محمد زید صاحب دامت فیوضھم، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ محمدیہ فیصل آباد
وخلیفہ مجاز حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب قاسمی صاحب
نور اللہ مرقدہ دار العلوم دیوبند

باسم رب العلماء الربانیّین والشهداء والصالحين والانبياء المرسلين

نحمده ونصلي على رسوله الكريم :

علم العقائد کو علوم دینیہ میں شرف اول حاصل ہے کیونکہ ایمان کے بغیر نہ نجات ہے نہ اعمال صالحہ کی قبولیت، مگر صحیح عقائد کا براہ راست قرآن وحدیث سے اخذ کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے کیونکہ کئی اشخاص قرآن وحدیث کے مطالعہ کے باوجود اس سلسلہ میں گمراہی پھیلاتے رہتے ہیں تو اس کیلئے علماء راسخین اور انکی تصانیف کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے پھر قرآن وحدیث کا بھی صحیح مفہوم سمجھ آنے لگتا ہے، اسی گمراہی نے اہلسنت والجماعت کے گروہ کو جنم دیا تھا جب علماء حق نے اہل حق کا نام اس نام سے تجویز کیا اور اسی سلسلہ میں کئی تصانیف عقائد کے سلسلہ میں تصنیف ہوئیں، جن میں مرکزی حیثیت العقائد للنسفی اور اسکی شرح اور مواقف اور شرح مواقف کو حاصل ہے، امام طحاویؒ ایک ایسی ہستی ہیں جن کو علوم دینیہ پر مکمل عبور تھا فقہ اور حدیث کو مربوط کرنا اسی ہستی کا حصہ تھا۔

فقہ حنفی کے دُرّ یکتا اور جوہر بے مثال ہیں، کچھ لوگ فقہ کے اعتبار سے انکو نہ پہچان سکے اپنی لاعلمی بلکہ بدفہمی کے سبب انکو اونچا مرتبہ دینے سے عاجز رہے لیکن اللہ تعالی نے اس شخصیت کا سکہ امت کے دلوں پر اس طرح بٹھا دیا کہ ان سے ایک تصنیف علم العقائد کے اندر عقیدہ طحاویہ کے نام سے کروادی جو کتب عقائد میں متن المتون کی ... رکھتی ہے اس وقت سعودیہ کے اندر باوجود فقہ حنبلی رائج

ہونے کے عقائد میں عقیدہ طحاویہ ہی پڑھائی جاتی ہے اس اعتبار سے امام طحاویؒ کی شخصیت مذاہب اربعہ کے نزدیک مسلم ہوئی۔

بہرکیف اس جامع کتاب میں اختصار نے اغلاق پیدا کردیا تھا اردو دان تو اس سے بالکل محروم تھے ہمارے عزیز محترم مولانا محمد اصغر علی صاحب نے اپنے نوعِ تصنیف کے تقاضے کے مطابق اس کی ایسی مفصل مدلل مکمل شرح اردو میں لکھی جو اپنی مثال آپ ہے، اغلاق بھی جاتا رہا اردو دان طبقہ کے لئے بھی انتفاع کا راستہ کھل گیا طلبہ و مدرسین تو اپنی جگہ، عین ممکن ہے کہ عوام بھی بہشتی زیور اور تعلیم الاسلام کی مانند اس سے نفع حاصل کرنے لگ جائیں اور اسکول اور کالج اس سے محروم نہ رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو عوام و خواص کیلئے باب عقائد میں نافع بنائے اور مؤلف کو اجر جزیل عطا فرمائے اور جو تمنائیں مؤلف کے دل میں ہیں خصوصا اپنے والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ سب پوری فرمائے ﴿آمین﴾

اماالذنوب قراب ارض ملئها	ثم العيوب وسائر العصيان
ثم الخطایاو النقائص كلها	ثم الخلو عن الكمال الداني
فيهافواحدعصره هوطيّبي	ملاء الندامةراجي الغفران

ہاں زمین بھر گناہوں	پھر عیوب اور عام کوتاہیوں
پھر کوتاہ کاریوں اور عموما تمام نقائص	پھر کمالات قرین صواب سے عاری ہونے میں

ان تمام باتوں میں جو یکتائے زمانہ ہے وہ طیبی (محمد زید) ہے

مگر ساتھ ہی ندامت سے پُر ہے اور اللہ کی مغفرت کا امیدوار ہے

محمد زید ۲۹ ربیع الثانی ١٤٢٧ھ بمطابق ۲۸ مئی ٢٠٠٦ء

تقریظ

رئیس الصلحاء محبوب الطلباء استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا غلام رسول صاحب دامت برکاتہم استاذ الحدیث والتفسیر دار العلوم فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد

وفاق المدارس العربیہ نے چند سالوں سے عقیدہ طحاویہ کو داخل نصاب کیا ہے اہل سنت والجماعت کے ہاں یہ عقائد کا مستند ترین مجموعہ ہے۔

جس پر تقریباً تمام اہل السنۃ ،اشاعرہ ،ماتریدیہ ،مذاہب اربعہ متفق ہیں یہ رسالہ امام الحدیث والفقہ ابوجعفر احمد بن محمد طحاویؒ متوفی ۳۲۱ھ کی تصنیف ہے،اسکی عربی شرح علامہ ابن ابی جعفر الحنفی کی مفصل شرح ہے لیکن اس سے صرف اساتذہ کرام ہی استفادہ کر سکتے ہیں اور وہ بھی محنت وکوشش اور صرف اوقات کثیرہ کے بعد ،طلباء کرام اس سے صحیح معنیٰ میں مستفید نہیں ہو سکتے ،اس لئے آسان و سہل شرح کی ضرورت تھی جس سے دونوں طبقے فائدہ اٹھا سکیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد اصغر علی صاحب زید مجدہ کو کہ انہوں نے اسکی اردو شرح بنام ''الوضاحۃ الکاملۃ'' لکھ دی جو کہ مفصل اور انتہائی مفید شرح ہے،بندہ نے اکثر مقامات سے دیکھا ارادہ تھا کہ مکمل شرح از اول تا آخر بالاستیعاب دیکھ لوں مگر بعض عوائق کیوجہ سے اس آرزو کی تکمیل نہ ہو سکی۔

ع ☆ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مؤلف موصوف کی اس عرق ریزی اور محنت کی داد تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ بارگاہ خداوندی میں بعد عجز و نیاز دست بدعاء ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکی اس محنت شاقہ کو قبول فرمائیں

اور طلباء کے لئے اس کو زیادہ سے مزیادہ نافع اور مفید بنائیں اور ہم سب کی تقصیرات۔ اور کوتاہیوں سے درگزر فرما کر اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے

﴿آمین﴾

احقر غلام رسول عفی عنہ

دار العلوم فیصل آباد

۷ جمادی الاولی ۱٤۲۷ھ بمطابق ٤ جون ۲۰۰٦ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

حرف آغاز

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

سب سے پہلے میں اپنے اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں جس نے ہمیں دعوت وتبلیغ اور تدریس و تعلیم کے لئے قبول فرمایا، اللہ رب العزت محض اپنے فضل عظیم سے آخری سانس تک اس سے وابستہ رکھیں (آمین)

اللہ جل شانہ سے محض اپنے لطف وکرم سے بندہ کو یہ سعادت بخشی ہے کہ علوم دینیہ کی عظیم مثالی درسگاہ جامعہ اسلامیہ عربیہ رحمانیہ چوک ومدنی ٹاؤن غلام محمد آباد میں عرصہ اُنیس سال سے شعبہ تدریس کی خدمت سرانجام دے رہا ہے، چنانچہ کافیہ کی اردو شرح ''تہذیب الکافیہ'' اور ھدایۃ النحو کی اردو شرح ''ضیاء النحو'' اور دروس البلاغہ کی اردو شرح ''تہذیب البلاغہ'' کو الحمد للہ علمی حلقوں میں توقع سے زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی، بعدازاں طلبہ کرام اور احباب کیطرف سے اصرار رہا کہ عقیدہ طحاویہ کی اردو شرح لکھی جائے اور عقائد کی اصلاح کہاں تک ضروری ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ انسان کی کامیابی تین چیزوں پر منحصر ہے

(۱) عقائد کی اصلاح (۲) اعمال کی اصلاح (۳) اخلاق کی اصلاح

پھر ان میں سے اہم اور بنیادی چیز عقائد کی اصلاح ہے کیونکہ اعمال اور اخلاق بھی عقائد کی صحت پر موقوف ہیں اگر عقائد صحیح ہوں گے تو پھر اعمال دربار الٰہی میں مقبول ہوں گے اور اخلاق کا ثمرہ بھی ملے گا اگر عقائد خراب ہوں گے تو نہ اعمال معتبر ہوں گے اور نہ اخلاق کا ثمرہ ملے گا۔

مگر من آنم کہ من دانم اور

بِاَنَّ مُسْتَحْسَنَ الطَّبَائِعِ بِاَسْرِ هَاوَمَقْبُوْلَ الْاَسْماعِ عَنْ آخِرِهَااَمْرٌلَايَسَعُهٗ مَقْدِرَةُ الْبَشرِ وَاِنَّمَاشَانُ خَالِقِ الْقُوىٰ وَالْقُدَرِ

کی حقیقت کے پیش نظر بندہ نے تامل کیا، بالآخران کی حوصلہ افزائی کی خاطر اور اس امید پر کہ یہ چند حروف کسی کے غلط عقائد کی اصلاح کا ذریعہ بن جائیں تو دارین کی سعادت کا پیش خیمہ ہوگا اسی امید پر قلم اٹھایا۔

دوران تالیف چند خصوصیات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) اعراب عبارت (۲) ترجمہ سادہ اور عام فہم انداز میں (۳) مقصودِ مصنف تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (۴) تشریح عبارت کے تحت عقائد اہلسنت والجماعت کا اثبات اور مذاہب باطلہ کے دلائل اور ان کی تردید اور فوائد نافعہ بیان کیے گے ہیں۔

دوران مطالعہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ کہ انسان کی کوشش وسعی میں خطا کا وقوع عین ممکن ہے تو میں بھی اپنی اس کاوش کو خطا سے مبرا قرار نہیں دیتا بلکہ ممکن ہے کچھ غلطیاں ہوئی ہوں گی خصوصاً ترجمہ اور زبان وبیان کی خامیاں اصحاب ذوق پر بار ہو سکتی ہیں۔ اس لیے قارئین کرام سے بصد آداب التماس ہے کہ بغرض تصحیح اپنی آراء سے مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ انکی اصلاح کی جاسکے۔

میں اپنے محسن علماء کرام اور اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ کا تہہ دل شکرگزار ہوں جنہوں نے اپنی قیمتی آراء اور دعاؤں سے نواز کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور میں اپنے معاونین کے لیے بھی دعا گو ہوں

فجزاھم اللہ احسن الجزاء

آخر میں رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اے رحیم وکریم ذات اس حقیر سے سعی کو شرف قبولیت عطا فرما کر اس کے فیض کو تا قیامت جاری وساری فرما اور دنیا وعقبیٰ کی فلاح ونجات کا ذریعہ بنا اور میرے قلم کی ٹیڑھی اور ترچھی لکیروں سے میرے والدین اور اساتذہ کرام کی آنکھوں کو ٹھنڈا فرما

آمین یارب العالمین

محمد اصغر علی عفا اللہ عنہ

۲۵ جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۲ جون ۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحب عقیدہ طحاویہ

نام ونسب:۔ آپ کا نام احمد اور کنیت ابو جعفر اور نسبت ازدی حجری مصری اور طحاوی ہے اور آپکے والد کا نام محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک ، چونکہ امام طحاوی کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ ازدی شاخ حجر سے تھا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر آپ ازدی اور حجری کہلاتے ہیں اور چونکہ آپ کے آباؤ اجداد مصر میں فروکش ہو گئے تھے اس لئے آپ مصری بھی کہلاتے ہیں اور طحاء مصر کے ایک گاؤں کا نام ہے جس کی طرف منسوب ہو کر آپ طحاوی بھی کہلاتے ہیں۔

پیدائش اور تحصیل علم:۔ امام طحاویؒ کی ولادت ۲۳۹ھ میں ہوئی جب آپ سنِ شعور کو پہنچے تو طلبِ علم کے لیے آپ وطن سے مصر روانہ ہوئے اپنے ماموں ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی جو امام شافعیؒ کے اجل تلامذہ اور سر برآوردہ اصحاب میں سے تھے ان سے علم حاصل کیا اسی لئے ابتدا میں آپ شافعی المسلک تھے لیکن بعد میں آپ نے امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اصول وفروع میں انکے نقطۂ نظر کا جائزہ لیا، جب آپکو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی صحیح طور پر معرفت حاصل ہو گئی تو آپنے مذہب حنفی اختیار کیا اور امام ابو حنیفہؒ کے پیروکاروں کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔

سماعِ حدیث کے لئے سفر:۔ امام طحاویؒ نے امام مزنیؒ کے علاوہ مصر کے دیگر محدثین کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فقہ وحدیث کا علم حاصل کرتے رہے، اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ملک شام روانہ ہوئے اور بیت المقدس، غزہ اور عسقلان کے شیوخ سے

حدیث کو حاصل کیا اور دمشق میں قاضی ابوعازم عبدالحمید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علم فقہ کی تحصیل کی، علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام طحاوی کے شیوخ پر نظر ڈالے گا اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ انکے شیوخ میں مصری، مغربی، یمنی، بصری، کوفی، حجازی، شامی اور خراسانی مختلف ممالک کے حضرات ہیں جن سے آپ نے حدیث کو حاصل کیا اور دیگر شہروں کے شیوخ سے بھی آپ نے علم حاصل کیا، یہاں تک کہ وہ علوم جو مختلف مشائخ کے پاس تھے ان سب کو امام طحاویؒ نے سمیٹ لیا اور بالآخر ایک وقت وہ آیا کہ تحقیق مسائل اور دقتِ نظر میں امام طحاویؒ کا کوئی مثل نہ تھا۔

اصحاب وتلامذہ:۔ امام طحاویؒ کے علمی کمالات نے آپکی ذات گرامی کو طالبان حدیث وفقہ کا مرجع بنا دیا تھا، اختلاف مسلک کے باوجود دور دراز ملکوں سے طالبان علوم سفر کی صعوبتیں اٹھا اٹھا کر استفادہ کیلئے آپکے پاس آتے تھے چنانچہ آپکی تعلیم وتربیت سے محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت تیار ہوئی۔

علو شان وعلمی مقام:۔ امام طحاویؒ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ اور اجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، قافلہ علم میں بہت کم ایسے حضرات ملیں گے جو بیک وقت حدیث، فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاویؒ کے ہم پلہ ہوں، آپکا شمار کبار مجتہدین میں ہوتا ہے، چنانچہ ملا علی قاریؒ نے آپکو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے، اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو اور مولانا عبدالحیٔ نے آپ کو امام یوسفؒ اور امام محمدؒ کے طبقہ میں شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام طحاویؒ کا رتبہ صاحبینؒ سے کم نہیں تھا۔

امام طحاویؒ کے کمالات کا اعتراف:۔ امام طحاویؒ کے فضل وکمال، ثقاہت

ودیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین ومؤرخین نے کیا ہے۔

علامہ عینیؒ نخب الافکار میں فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ کی ثقاہت، امانت ودیانت، فضیلت کاملہ اور علم حدیث میں ید طولیٰ اور حدیث کے ناسخ ومنسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے اور امام طحاویؒ کے بعد کوئی انکے مقام پر نہ آسکا۔

ابوسعید بن یونسؒ تاریخ علماء مصر میں امام طحاویؒ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ ثقہ، قابل اعتماد فقیہ، اور عالم تھے انکے بعد کوئی ان جیسا عالم نہیں ہوا۔

امام ذہبیؒ تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ فقیہ، محدث، حافظ، اونچے درجے کے امام اور علم وادب میں ثقہ، قابل اعتماد فقیہ اور عاقل انسان تھے۔

ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ کا شمار قابل اعتماد، حفاظ اور سمجھدار لوگوں میں ہوتا ہے، بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ امام طحاویؒ قرآن وحدیث سے استنباط کرنے میں اور فقہ میں اپنے معاصرین اور مابعد کے علماء میں نظیر نہیں رکھتے تھے، انہیں اعلم الناس بمذہب ابی حنیفہؒ کا لقب دیا گیا ہے۔

تصانیف وتالیفات:۔ امام طحاویؒ کی تالیفات کثرت فوائد کے لحاظ سے دیکھی جائیں یا جامعیت اور تحقیق کے پہلو سے، ہر طرح سے آپکی تالیفات نہایت مقبول وممتاز رہی ہیں، جنکو علماء وفقہاء نے ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، امام طحاویؒ کی تصنیفات کی تعداد تیس کے قریب ہے، جن میں چند یہ ہیں (۱) شرح معانی الاثار جو طحاوی شریف کے نام سے مشہور ہے یہ علم حدیث کی مشہور کتاب ہے دار العلوم دیوبند اور مدارس عربیہ میں صحاح ستہ کے ساتھ دورہ حدیث کے سال پڑھائی جاتی ہے۔

(۲) العقیدۃ الطحاویہ، علم عقائد پر بہت مشہور کتاب ہے اسکا پورا نام یہ ہے "بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعت علی مذہب الفقہاء الملۃ ابی حنیفہؒ وابی یوسفؒ ومحمد بن الحسن الشیبانیؒ"، اس میں اہل سنت

والجماعت کے عقائد حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کے مذہب
کے مطابق بیان کیے گئے ہیں، عقیدہ کے لحاظ سے ایک مسلمان کو جن مسائل کی ضرورت ہوتی ہے
وہ تمام مسائل اس میں جمع کردیئے گئے ہیں
(۳) مشکل الاثار (۴) احکام القران (۵) مختصر الطحاوی فی الفقہ (۶) کتاب الشروط الکبیر
(۷) کتاب الشروط الاوسط (۸) شرح الجامع الکبیر (۹) شرح الجامع الصغیر (۱۰) کتاب التاریخ
الکبیر (۱۱) اخبار ابی حنیفہؒ واصحابہ (۱۲) سنن الشافعی اس میں امام شافعیؒ کی روایات جمع کی گئیں ہیں

وفات:۔ آخر یہ آفتاب روشن اپنے علم وعرفان سے جہان کو روشن کرتا ہوا "کُــلُّ مَــنْ
عَـلَيْهَــا فَــانٍ" کے اصول کے تحت ۴ ذیقعدہ جمعرات کی شب ۳۲۱ھ کو ہمیشہ کے لئے غروب
ہوگیا اور اپنے متعلقین کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے جدائی کا غم چھوڑ گیا۔

مبادیات علم عقائد

علم عقائد کی لغوی تعریف:۔ عقائد، عقیدہ کی جمع ہے بمعنیٰ دل میں جمایا ہوا یقین اور اعتقاد، عقیدہ کا مادہ عقد ہے اور یہ عقد الحبل سے مشتق ہے کہ اس نے رسی کو گرہ دی، یعنی چند بنیادی حقائق کے بارے میں یقین اور تصدیق قلبی کو پختہ کرنا اور اعتقاد کو ایسا مضبوط بنانا جیسے گرہ باندھی جاتی ہے۔

علم عقائد کی اصطلاحی تعریف:۔ هُوَ عِلْمٌ يُقْتَدِرُ بِهٖ عَلَى اِثْبَاتِ العَقَائِدِ الدِيْنِيَّةِ بِاِيْرَادِ الحُجَجِ عَلَيْهَا وَدَفْعِ الشُّبْهَةِ عَنْهَا.

علم عقائد وہ علم ہے جس سے ادلہ تفصیلہ کے ساتھ عقائد دینیہ اسلامیہ کے اثبات اور ان سے دفع شکوک وشبہات پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔

علم عقائد کا موضوع:۔ ذات وصفات باری تعالیٰ اور مسائل معاد ہیں، ان ہی کے احوال سے اس فن میں بحث کرنا مقصود اصلی ہے، انکے علاوہ دوسرے مباحث یا تو بطور تمہید یا مخالفین کے رد یا اتمام فائدہ کے لئے لائے گئے ہیں، علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں کہ علم عقائد کا موضوع وہ تسلیم شدہ عقائد ایمانیہ ہیں جنکا ثبوت پختہ دلائل عقلیہ سے ہو، تا کہ بدعت کی بیخ کنی ہو اور شکوک شبہات رفع ہوں۔

علم عقائد کی غرض قریب:۔ اصول شرعیہ کے موافق عقائد اسلامیہ کی صحیح معرفت وبصیرت حاصل کرنا اور ان پر قائم و مستقیم رہنا۔

علم عقائد کی غرض بعید:۔ اپنے عقائد درست کر کے جنت الفردوس میں ہمیشہ آرام پانا

اور صحیح عقائد کے سبب سے دوزخ کے سخت عذابوں سے نجات پانا۔

علم عقائد کی اہمیت اور عظمت شان:۔ انسان کی کامیابی تین چیزوں پر منحصر ہے (1) عقائد کی اصلاح (2) اعمال کی اصلاح (3) اخلاق کی اصلاح، پھر ان میں اہم اور بنیادی چیز عقائد کی اصلاح ہے کیونکہ اعمال اور اخلاق بھی عقائد کی صحت پر موقوف ہیں، اگر عقائد صحیح ہونگے تو پھر اعمال دربار الٰہی میں مقبول ہونگے اور اخلاق کا ثمرہ بھی ملے گا، لیکن اگر عقائد خراب ہوئے پھر نہ تو اعمال معتبر ہونگے اور نہ ہی اخلاق کا ثمرہ ملے گا، قرآن وسنت میں عقائد کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ ابرہیمؑ کی دعا ہے "وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" (سورۃ ابراہیم)

اے اللہ! مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (سورۃ النحل)

اور ہم نے ہر جماعت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش سے اجتناب کرو،

اور ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (سورۃ النساء)

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں کا اور اسکی کتابوں کا اور اسکے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا انکار کیا تو بلاشبہ وہ راہ راست سے بہت دور جا پڑا۔

لہذا انسان کی کامیابی کا مدار حقیقت میں ایمان اور عقائد کی درستگی پر ہے اگر ایمان کی دولت اور عقائد کی درستگی نہ ہوئی تو قیامت کے دن بڑے بڑے اعمال بھی راکھ کیطرح اڑ جائیں گے اور انسان خالی ہاتھ رہ جائے گا۔

لہذا جسکا عقیدہ اور ایمان جتنا پختہ اور مضبوط ہوگا تو اسکا ارادہ اور عزم بھی اتنا ہی مضبوط ہوگا اور وہ اتنا ہی عظیم الشان کام سرانجام دے سکے گا، اس عقیدہ کو کمزور اور خراب کرنے کے لئے مختلف قسم کے گمراہ لوگ اور طاغوتی طاقتیں اور شیاطین وغیرہ غلط پروپیگنڈہ اور شکوک وشبہات ڈال کر عقائد کو کمزور کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں، اس لیے سلف صالحین اور ائمہ کرام نے عقائد کو صحیح کرنے کے لیے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور اعتقاد کی حفاظت کے لیے عقائد پر کتابیں تصنیف کی ہیں چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے رسالہ فقہ اکبر لکھ کر عقائد کو سمجھایا ہے اور امام طحاویؒ نے العقیدہ الطحاویہ لکھ کر عقائد کو واضح کیا ہے۔

ائمہ عقائد

علم عقائد میں اہل سنت والجماعت کے دو مشہور امام گزرے ہیں۔

(۱) امام ابوالحسن الاشعریؒ:۔ انکا اسم گرامی علی بن اسماعیل بن ابی بشیرؒ ہے آپکا سلسلہ نسب جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے اس لئے آپ اشعری کہلاتے ہیں آپ ۲۶۰ھ بمقام بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۰ھ بمقام بغداد میں آپ نے وفات پائی، آپ نے ابتدا میں ابوعلی عبدالوہاب جبائی معتزلی سے تعلیم حاصل کی اور اپنی عمر کے چالیس سال معتزلہ عقائد کی ترویج دینے میں گزارے اور انکے امام رہے، لیکن رب العزت کو منظور تھا کہ ان سے دین حق کی تائید ونصرت کروانی تھی چنانچہ رمضان المبارک میں تین دفعہ حضور اقدس ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور ہر بار آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوالحسن ان عقائد کی تائید کرو جو مجھ سے مروی ہیں، چنانچہ رب العزت نے دستگیری فرمائی اور آپ نے معتزلہ کے مذہب سے توبہ کی اور بصرہ کی جامع مسجد میں جا کر اعلان کیا کہ میں نے معتزلہ عقائد سے توبہ کرلی ہے، اسکے بعد بغداد جا کر حدیث وفقہ کی تکمیل کی اور اہلسنت والجماعت کے عقیدوں کی پُر زور تائید کی، حتی کہ معتزلہ کے بے بنیاد عقائد کی عمارت متزلزل ہوگئی اور انکے رد میں

کثرت سے کتابیں لکھیں اور آپ خود مذہباً شافعی تھے اور شافعیوں میں آپکی بڑی قدر و منزلت ہوئی سینکڑوں ہزاروں علماء آپکے شاگرد ہوئے ان میں مشہور آپکے شاگرد ابوبکر باقلانیؒ، ابواسحاق اسفرائنیؒ اور ابوبکر بن فورکؒ ہیں۔

(۲) امام ابومنصور محمد بن محمود سمرقندی ماتریدیؒ:۔ علم عقائد میں اہل سنت والجماعت کے دوسرے مشہور امام ابومنصور محمد بن محمود سمرقندی ماتریدیؒ ہیں، سمرقند کے علاقہ میں ماترید ایک قصبہ تھا جہاں آپ پیدا ہوئے اس لئے آپ ماتریدی کی نسبت سے بھی مشہور ہیں، علم الھدیٰ آپکا لقب تھا آپ ماوراء النھر کے علاقے میں اہلسنت والجماعت کے امام تھے آپ فقہ میں حنفی مسلک رکھتے تھے اور آپ نے امام ابونصر عیاضؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور وہ امام ابوبکر جوزجانیؒ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے امام محمدؒ کی شاگردی اختیار کی تھی اسلئے آپ دو واسطوں سے امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ کے شاگرد ہوئے آپکی تصنیفات میں سے کتاب التوحید، کتاب المقالات، تاویلات القران، بیان وہم المعتزلہ، کتاب ماخذ الشرائع، اصول الفقہ اور کتاب الجدل مشہور ہیں اور آپ نے ۳۳۳ھ میں وفات پائی ہے۔

یہ دونوں حضرات اہل سنت والجماعت کے علم عقائد میں امام ہیں اور انکے بیان کردہ عقائد قرآن وسنت سے اخذ ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ اور سلف صالحینؒ سے منقول ہیں اور علمائے امت انہی عقائد پر قائم رہے اور ان ہی عقیدوں پر خاتمہ کی تمنا کرتے رہے اور اہل سنت والجماعت میں سے خواہ حنفی ہوں یا مالکی، حنبلی ہوں یا شافعی ان کے بیان کردہ عقائد پر متفق ہیں اور علم عقائد میں انکو اپنا امام مانتے ہیں، اشاعرہ اور ماتریدیہ کا علم کلام کے بعض مسائل میں اختلاف ہے جنکی تعداد علامہ سبکیؒ کے قول کے مطابق بارہ ہے باقی ہر مسئلہ میں یہ دونوں امام متفق ہیں اور مسائل اختلافیہ میں شوافع امام اشعریؒ کے تابع ہیں اس لئے انکو اشاعرہ کہتے ہیں اور احناف اختلافی مسائل میں امام ماتریدیؒ کے تابع ہیں اس لئے انکو ماتریدیہ کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هٰذَا مَارَوَاهُ الْإِمَامُ اَبُوْجَعْفَرِ الطَّحَاوِيُّ فِيْ ذِكْرِ بَيَانِ اِعْتِقَادِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ،عَلٰى مَذْهَبِ فُقَهَاءِ الْمِلَّةِ :اَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانَ بِنِ ثَابِتِ الْكُوْفِيْ وَاَبِيْ يُوْسُفَ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ الْاَنْصَارِيْ ،وَاَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدِبْنِ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيْ،رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَمَايَعْتَقِدُوْنَ مِنْ اُصُوْلِ الدِّيْنِ وَيَدِيْنُوْنَ بِهٖ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ الْإِمَامُ وَبِهٖ قَالَ الْإِمَامَانِ الْمَذْكُوْرَانِ رَحِمَهُمَااللّٰهُ تَعَالٰى :نَقُوْلُ فِيْ تَوْحِيْدِ اللّٰهِ مُعْتَقِدِيْنَ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاحِدٌلَاشَرِيْكَ لَهٗ وَلَاشَيْئٌ مِثْلُهٗ،وَلَاشَيْئٌ يُعْجِزُهٗ وَلَااِلٰهَ غَيْرُهٗ.

ترجمہ :۔ یہ وہ ہے جسکو روایت کیا ہے حضرت امام ابو جعفر طحاویؒ نے اہل سنت وجماعت کے اس اعتقاد کے بیان کے ذکر میں، جو فقہاء ملت حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفیؒ اور حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ اور حضرت ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانیؒ کے مذہب کے مطابق ہے اور اسمیں وہ اصول دین بھی ذکر کیے گئے ہیں جن پر ائمہ اعتقاد رکھتے تھے، اور انکے مطابق اللہ رب العالمین کے مطیع ہوتے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا اور یہی فرماتے ہیں دونوں مذکورہ امام یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اللہ رب العزت کی توفیق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق ہم اس اعتقاد کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد ہیں انکا کوئی شریک نہیں، کوئی چیز انکی مثل نہیں اور نہ کوئی چیز انکو عاجز کر سکتی ہے اور اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔

تجزیہ عبارت :۔ مذکورہ عبارت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ عقائد امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مذہب سے اخذ کیے گئے ہیں اور اسکے بعد توحید کا اثبات کیا گیا

ہے۔

ماخذ کتاب

تشریح

قَوْلُہٗ ھٰذَا مَارَوَاہُ الْاِمَامُ اَبُوْجَعْفَر الطَّحَاوِیُّ الخ

امام ابوجعفر طحاویؒ نے اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے ان عقائد واصول دین کو بیان کیا ہے جو فقیہ ملت حضرت امام ابوحنیفہؒ سے اور ائمہ احناف حضرت امام ابویوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ سے منقول ہیں اور امام ابوحنیفہؒ نے یہ عقائد تابعینؒ اور صحابہ کرامؓ سے لیے ہیں اور صحابہ کرامؓ نے یہ عقائد براہ راست سرور دو عالم ﷺ سے سیکھے تھے اور ان عقائد کیمطابق اپنی زندگی گزاری تھی۔

توحید باری تعالیٰ

قَوْلُہٗ نَقُوْلُ فِیْ تَوْحِیْدِ اللّٰہِ مُعْتَقِدِیْنَ بِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَاحِدٌ لَاشَرِیْکَ لَہٗ

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ اللہ رب العزت کی توحید کے متعلق ہم اس اعتقاد کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تنہا ہیں انکا کوئی شریک نہیں۔

مصنفؒ نے توحید کے عقیدہ کو باقی عقائد سے اس لیے مقدم کیا ہے کیونکہ حضرت آدمؑ سے لیکر

حضرت محمد رسول ﷺ تک تمام پیغمبروں کی اجماعی دعوت اور اولین دعوت توحید تھی اور توحید ہی تمام اعمال کی مقبولیت کی بنیاد ہے، اسلئے جب بچہ بولنا سیکھے تو پہلے اسے لا الہ الا اللہ یاد کروایا جائے اور کلمہ کا معنیٰ اور مفہوم یاد کروایا جائے تا کہ توحید اسکے دل و دماغ میں رچ بس جائے اور جب بچہ سن بلوغت کو پہنچتا ہے تو پہلی جو چیز اس پر واجب ہے وہ یہ ہیکہ اللہ کے ایک معبود ہونے کی گواہی دے اور ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ کے رسول ہونے کی بھی گواہی دے اور جب کوئی بندہ اس دنیا فانی کو چھوڑ کر آخرت کا سفر کرتا ہے اسوقت بھی توحید کا اقرار ضروری ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:۔

"مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" (مستدرک حاکم)

تو معلوم ہوا جس طرح بالغ ہوتے ہی توحید کا اقرار ضروری ہے اسی طرح آخرت کی جانب روانہ ہوتے ہوئے بھی توحید کا اقرار ضروری ہے۔

اقسام توحید

توحید کی تین قسمیں ہیں (۱) توحید فی الالوہیت (۲) توحید فی الرّبوبیت (۳) توحید فی الصفات

قسم اول، توحید فی الالوہیت:۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ الٰہ اور معبود ہونے میں وحدہ لاشریک ہیں اور وہی عبادت کے لائق ہیں اور انہی سے ہر حال میں استعانت حاصل کی جائے اور انہی کو ملجاء وماویٰ سمجھا جائے اور اسی توحید کی انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی قوموں کو دعوت دی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ" (سورۃ الانبیاء آیت ۲۵)

اور جو ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے انکی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری عبادت کرو،

قسم ثانی، توحید فی الربوبیّت: ۔یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے رب اور خالق ہونے میں تنہا ہیں اور ساری کائنات اپنی پرورش میں اللہ رب العزت کی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور خالقیت کے دلائل اور آثار اس قدر روشن اور واضح ہیں کہ انسان تھوڑا سا بھی غور کرلے تو وہ توحید فی الربوبیت کا قائل ہوجائے گا جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ ابراہیم آیت ۱۰)

کیا اللہ میں کچھ شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔

قسم ثالث، توحید فی الصفات: ۔یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں تنہا ہیں صفات میں انکا کوئی مثل اور شریک نہیں اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں اسکے مماثل نہیں ہے اور بعض صفات مثلاً سمیع، علیم، رؤف اور رحیم وغیرہ بندوں میں بھی پائی جاتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع، علیم، رؤف اور رحیم ہونے کے مماثل نہیں ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (سورۃ الشوریٰ آیت ۱۱)

کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مثل نہیں اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے

قَوْلُہٗ وَلَاشَیْءَ مِثْلُہٗ، وَلَاشَیْءَ یُعْجِزُہٗ وَلَااِلٰہَ غَیْرُہٗ

اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مثل نہیں ہے اور نہ کوئی شئی اللہ تعالیٰ کو عاجز کرسکتی ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اسمیں جہمیہ فرقہ کا رد ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کی ہے دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کیلئے صفات ثابت کی جائیں تو توحید ختم ہوجاتی ہے اور متعدد خداؤں کو ماننا لازم آتا ہے۔

لیکن جہمیہ کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات کو صفات سے خالی کردیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا معطل اور بیکار ہونا لازم آتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی ذات کا صفات سے خالی ہونا اسکا خارج میں پایا جانا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات ماننے سے متعدد

خداؤں کا ماننا لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اللہ تعالیٰ کا غیر نہیں ہیں جس سے تعددِ الٰہ لازم آئے۔

اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی

وہ اپنی قدرت میں کامل ہیں، کیونکہ عجز تو ضعف سے پیدا ہوتا ہے کہ جس کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہو اُسے نہیں کرپاتا اللہ تعالیٰ تو کمال قدرت والے ہیں یا عجز اس لئے ہوتا ہے کہ اسکو علم نہیں ہوتا کہ وہ کسطرح کرے اللہ تعالیٰ سے تو کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کے متعلق کامل علم رکھتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا" (سورۃ فاطر آیت ۴۴)

اور وہ خدا ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اسکو عاجز کرسکے وہ علم والا اور قدرت والا ہے،

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ثابت ہونے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ" (سورۃ البقرہ ۱۶۳)

کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، نہیں ہے معبود مگر وہی جو رحمٰن اور رحیم ہے،

قَدِيْمٌ بِلَا ابْتِدَاءٍ دَائِمٌ بِلَا انْتِهَاءٍ لَا يَفْنٰى وَلَا يَبِيْدُ، وَلَا يَكُوْنُ اِلَّا مَا يُرِيْدُ لَا تَبْلُغُهُ الْاَوْهَامُ وَلَا تُدْرِكُهُ الْاَفْهَامُ وَلَا تُشْبِهُهُ الْاَنَامُ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَيُّوْمٌ لَا يَنَامُ خَالِقٌ بِلَا حَاجَةٍ رَازِقٌ لَهُمْ بِلَا مَؤُنَةٍ، مُمِيْتٌ بِلَا مَخَافَةٍ، بَاعِثٌ بِلَا مَشَقَّةٍ.

ترجمہ:۔ وہ قدیم ازلی ہیں جنکی کوئی ابتداء نہیں، وہ دائمی ہیں جنکی کوئی انتہاء نہیں، نہ وہ ذات فنا ہوگی اور نہ اسپر ہلاکت طاری ہوگی اور نہیں ہوتا مگر جسکا وہ ارادہ کرتا ہے، اس تک وہم کی رسائی نہیں ہوتی اور نہ ہی فہم اسکا ادراک کرسکتا ہے، اور مخلوق اسکے مشابہ نہیں، وہ زندہ ہیں

اسپر موت طاری نہیں ہوگی، وہ قیوم ہیں یعنی خود قائم ہیں اور تمام چیزوں کو قائم رکھنے والے ہیں اسپر نیند طاری نہیں ہوتی، وہ خالق ہیں بغیر احتیاج کے یعنی اسکو کسی کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں، وہ رازق ہیں بغیر مشقت اٹھائے ہوئے، وہ مارنے والے ہیں بغیر کسی ڈر کے، وہ دوبارہ اٹھانے والے ہیں بغیر مشقت کے،

تجزیہ عبارت :۔ مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے اللہ کی صفات بیان کی ہیں کہ وہ قدیم اور ابدی ہیں جس پر فنا اور ہلاکت نہیں آسکتی اور ہر کام اسکے ارادے سے ہوتا ہے اور اس تک وہم کی رسائی نہیں ہوسکتی اور وہ حی، قیوم ذات ہے اور وہ خالق، رازق، ممیت اور دوبارہ اٹھانے والے ہیں بغیر مشقت کے،

تشریح

قَوْلُهٗ قَدِیْمٌ بِلَاابْتِدَاءٍ دَائِمٌ بِلَاانْتِهَاءٍ

اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور دائم ہے

اللہ تعالیٰ ایسے قدیم ازلی ہیں جن کی کوئی ابتداء نہیں اور ایسے دائمی ہیں اسکی کوئی انتہاء نہیں، کائنات میں جتنی چیزیں ہیں انکی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی، اللہ تعالیٰ ایسے قدیم ہیں جسکی کوئی ابتداء نہیں اور ہمیشہ رہیں گے جسکی کوئی انتہاء نہیں،اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں "هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ" (سورۃ الحدید آیت ۳) اسی کو سرور دوعالم ﷺ یوں ارشاد فرماتے ہیں "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ" (مسلم شریف)

اے اللہ تو ہی اول ہے اور تجھ سے پہلے کوئی شئی نہیں اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شئی نہیں۔

قَوْلُهُ لَا يَفْنٰى وَلَا يَبِيْدُ، وَلَا يَكُوْنُ اِلَّا مَا يُرِيْدُ لَا تَبْلُغُهُ الْاَوْهَامُ وَلَا تُدْرِكُهُ الْاَفْهَامُ وَلَا تُشْبِهُهُ الْاَنَامُ

اللہ تعالیٰ کی ذات پر فنا نہیں

اللہ کی ذات نہ فنا ہوگی اور نہ اس پر ہلاکت طاری ہوگی اور کوئی چیز اس کے ارادے کے بغیر نہیں ہوتی اور اللہ کی ذات تک نہ وہم کی رسائی ہے اور نہ ہی فہم اسکا ادراک کرسکتا ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس پر ہلاکت اور فنا طاری نہ ہو بلکہ مخلوقات میں سے ہر ایک پر فنا اور ہلاکت طاری ہوگی اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام" (سورۃ الرحمٰن آیت ۲۶،۲۷)
جو بھی مخلوق زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور تیرے رب کی ذات ہی باقی رہے گی جو جلال اور عظمت والی ہے، یہاں پر لا یفنی اور لا یبید دونوں مترادف المعنٰی ہیں دونوں کو اکٹھا ذکر کرنے سے مقصود تاکید ہے۔

ہر کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے

جسکا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں وہی ہوتا ہے کوئی کام اسکے ارادہ کے بغیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ایسی وراء الوراء ذات ہیں کہ ان تک نہ وہم کی رسائی ہوسکتی ہے اور نہ ہی عقل وفہم اسکا ادراک کرسکتے ہیں، اور مخلوق اسکے مشابہ نہیں ہے۔

یہ جو امام طحاویؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا ہے اسمیں اصل معتزلہ اور کرامیہ کا رد کرنا مقصود ہے بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ مرید ہیں لیکن صفت ارادہ حادث قائم بالذات ہے، نہ اللہ تعالیٰ سے قائم ہے اور نہ غیر سے وہ ارادہ کو کسی محل اور موصوف کے ساتھ قائم نہیں مانتے اور کرامیہ کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ اللہ تعالیٰ کی

صفت حادثہ قائم بذات اللہ ہے انکے نزدیک اللہ تعالیٰ کیساتھ حوادث کا قائم ہونا جائز ہے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" (سورۃ یٰسین آیت ۸۲)

کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کریں تو اسکو کہتے ہیں ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے، اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۳)

اور لیکن اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ثبوت پر نصوص قرآنیہ کا ذخیرہ موجود ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے لئے صفت ارادہ کے ثبوت پر نظام عالم کا انوکھے طور پر ہونا بھی دلیل ہے اسلئے کہ بغیر ارادہ اور اختیار کے کوئی بھی انوکھا اور عجیب فعل صادر نہیں کر سکتا چہ جائیکہ بے شمار افعال عجیبہ اللہ تعالیٰ سے صادر ہوں،

مخلوق اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں

مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مخلوق کی صفات کے منافی ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت ہماری قدرت جیسی نہیں ہے اور اللہ کا علم ہمارے علم جیسا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہماری رؤیت جیسی نہیں ہے، اسی کو رب العزت ارشاد فرماتے ہیں " لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ " (سورہ الشوریٰ آیت ۱۱ پارہ ۲۵)

کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

امام طحاویؒ نے صرف ایک پہلو کو اختیار کیا ہے کہ لوگ اللہ کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے کیونکہ جب لوگوں کی مشابہت کی نفی ہوگی تو یہ نفی اس بات کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی مخلوق کے ساتھ

مشابہت نہیں رکھتے۔

قَوْلُہٗ: حَیٌّ لَایَمُوْتُ قَیُّوْمٌ لَایَنَامُ خَالِقٌ بِلَاحَاجَۃٍ

اللہ تعالیٰ موت اور نیند سے پاک ہیں

وہ زندہ ہے اس پر موت طاری نہیں ہوتی وہ خود قائم ہے سب کو قائم رکھنے والا ہے اس پر نیند طاری نہیں ہوتی وہ خالق ہے لیکن خلق کی اسے ضرورت نہیں،

امام طحاویؒ اللہ تعالیٰ کی صفت لائے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے بخلاف مخلوق کے کہ پہلے انکا وجود نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں وجود بخشا اور حیات دی اور کچھ مدت کے بعد مخلوق میں سے ہر ایک پر فنا طاری ہو جائے گا ہمیشہ زندہ نہیں رہے گی اور مخلوق پر موت طاری ہو جائے گی اللہ تعالیٰ پر موت طاری نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ خود قائم ہیں اور ساری مخلوق کو قائم رکھنے والے ہیں اور اس پر نیند طاری نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کو اونگھ بھی نہیں آتی کیونکہ نیند اور اونگھ کا آنا حفاظت میں غفلت کی علامت ہے اسی کو رب ذوالجلال نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا ہے:۔

"اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۵ پارہ ۳)

اللہ تعالیٰ معبود ہیں کوئی معبود نہیں سوائے انکے وہ زندہ اور قائم ہیں نہ انکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اور دوسری جگہ ارشاد ہے "وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ" (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۱ پارہ ۱۶)

اور جھک جائیں گے چہرے اس ذات کے لئے جو زندہ قائم ہے،

اور حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَایَنَامُ وَلَایَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّنَامَ" (مسلم شریف)

بے شک اللہ تعالیٰ سوتے نہیں اور سونا انکی شان کے لائق بھی نہیں، اللہ تعالیٰ کی صفت حی تمام صفات کمال کو مستلزم ہے کیونکہ حی کا معنی جو زندہ ہے دیکھتا اور سنتا بھی ہے اس صفت میں اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت حیات اکمل اور اتم ہے کیونکہ حیات

کا اثبات ہر کمال کے اثبات کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت قیوم اسکے کمال قدرت کو مستلزم ہے کیونکہ اسکا معنی ہے خود قائم ہونے کے ساتھ ساتھ مخلوق کو تھامنے والا اور مخلوق کو وجود بخشنے والا وہ بذاتہ قائم ہے غیر کا کسی لحاظ سے بھی محتاج نہیں بلکہ غیر کا قیام اسکے قیام پر منحصر ہے اسمیں اللہ تعالیٰ کی صفت ایجاد کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق ہے لیکن مخلوق کی اسے ضرورت نہیں

دنیا میں انسان جب کسی چیز کو بناتا ہے تو اسے اس چیز کی ضرورت ہوتی ہے یا اس چیز کے بنانے کے ساتھ دیگر اغراض متعلق ہوتی ہیں مثلاً کوئی کارخانہ بناتا ہے اور کوئی مل بناتا ہے تو اس کارخانہ اور مل کے بنانے میں اسکی بہت ساری اغراض ہوتی ہیں، لیکن رب العزت کی ایسی صمد ذات ہے کہ وہ ساری کائنات کے خالق ہیں لیکن کائنات کو پیدا کرنے کے ساتھ اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور نہ اسے کوئی ضرورت ہے، اس کو اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں "يَآ أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ" (سورۃ فاطر ۱۵ پارہ ۲۲)

اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور وہ اللہ بے پرواہ اور تعریف کے لائق ذات ہے، اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ" (سورۃ محمد آیت ۳۸ پارہ ۲۶)

اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں اور تم محتاج فقیر ہو، اور اسی کو حدیث قدسی میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں جسکا مفہوم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انس و جن تم میں سب سے زیادہ ایک متقی انسان کے دل والے ہو جائیں تو میری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انس و جن تم میں سب سے زیادہ نافرمان انسان کے دل والے ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انس و جن کسی ایک چٹیل میدان میں اکٹھے

ہو جائیں اور مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کے سوال کو پورا کروں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں ہوگی مگر ایسے ہی جیسے سوئی کو سمندر میں داخل کیا جائے پھر نکال لیا جائے۔(مسلم شریف)

قَوْلُهٗ: رَازِقٌ لَهُمْ بِلَامَؤُنَةٍ، مُمِيتٌ بِلَامَخَافَةٍ، بَاعِثٌ بِلَامَشَقَّةٍ.

اللہ تعالیٰ رازق ہیں

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو اسکے مستقر پر رزق پہچانے والے ہیں اسے رزق پہنچانے میں کوئی تکلیف اور مشقت نہیں اٹھانا پڑتی، چاہے اسکی مخلوق سطح زمین پر ہو یا پہاڑوں کی تہہ میں یا سمندروں کی گہرائیوں میں ہو، ہر ایک کو مسلسل رزق پہنچا رہے ہیں اور جیسے انسان جب کسی مخلوق کو رزق پہنچاتا ہے تو اسے رزق تیار کرنے میں اور اس تک پہنچانے میں کئی تکلیفوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی صمد ہے کہ اسے مخلوقات میں سے ہر ایک کے مستقر پر رزق پہنچانے میں یا رزق تیار کرنے میں کسی قسم کی مشقت یا تکلیف نہیں اٹھانا پڑتی۔

جب حضرت موسیٰؑ مدین شہر سے حضرت شعیبؑ کی طرف سے واپس آرہے تھے سخت سردی تھی اور اندھیرا بھی تھا اور آپکی اہلیہ محترمہ بھی ساتھ تھیں جو کہ حاملہ تھیں حضرت موسیٰؑ کو راستہ بھی معلوم نہیں راستہ بھول گئے حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر آگ دیکھی تو موسیٰؑ نے اہلیہ سے جو کہ دردزہ میں مبتلا تھی فرمایا تم اسی جگہ ٹھرو، کہ میں نے کوہ طور پر آگ دیکھی ہے وہاں سے آگ کا شعلہ بھی لاؤنگا جو ہم سینکیں گے اور کسی سے راستہ بھی پوچھ آؤنگا، جب موسیٰؑ کوہ طور پر پہنچے وہ آگ نہیں تھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تجلیات تھیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى" کہ فرعون کو جا کر تبلیغ کرو وہ بڑا سرکش ہو چکا ہے، موسیٰؑ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میری بیوی کا کفیل کون ہوگا اور جنگل بیابان میں انکو گھر کون پہنچائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ اپنے عصا کو اس پتھر پر مارو جب عصا مارا گیا تو وہ پتھر پھٹا اندر سے ایک اور پتھر نکلا، حکم ہوا اس پر بھی اپنا عصا مارو جب

عصا مارا گیا تو اندر سے ایک اور پتھر نکلا، حکم ہوا اس پتھر پر بھی اپنا عصا مارو جب موسیٰ نے اس تیسرے پتھر پر اپنے عصا کو مارا تو پتھر پھٹا اور اندر سے ایک کیڑا نکلا جسکے منہ میں سبز پتا ہے اور وہ پڑھ رہا ہے

"سُبْحَانَ مَن يَّرَانِیْ وَ يَعْرِفُ مَكَانِیْ وَيَسْمَعُ كَلَامِیْ وَ يَرْزُقُنِیْ وَلَا يَنْسَانِیْ"۔

پاک ہے وہ اللہ جو مجھے پہاڑ کی تیسری تہہ میں دیکھ رہا ہے اور میری جگہ کو پہچانتا ہے کہ پہاڑ کی تیسری تہہ میں میری مخلوق بستی ہے جب میں اسے پکارتا ہوں وہ میری کلام کو سنتا ہے اور مجھے ہمیشہ سے رزق دے رہا ہے اور وہ مجھے کبھی بھولا نہیں، اسی رازق ہونے کی صفت کو اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں بیان فرماتے ہیں

"مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ"

(سورۃ الذاریٰت آیت ۵۷،۵۸ پارہ ۲۷)

میں ان سے رزق طلب نہیں کرتا اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والے زبردست قوت والے ہیں اور دوسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے:۔

"قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ"

(سورۃ الانعام آیت ۱۴ پارہ ۷)

آپ ﷺ کہہ دیجئے کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مددگار بناؤں وہ تو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی سب کو کھلاتا ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا، ایک اور جگہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" (سورۃ ھود آیت ۶ پارہ ۱۲)

اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین پر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اسکا رزق ہے اور وہ جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں۔

اللہ تعالیٰ مارنے والے ہیں اسے کسی کا ڈر نہیں وہ دوبارہ زندہ کرنے والا ہیں بغیر مشقت کے

اللہ تعالیٰ سب پر موت طاری کرنے والے ہیں اور اسے کسی کا ڈر نہیں، اگر کوئی آدمی کسی کو آلہ قتل سے قتل کرتا ہے لیکن اس پر کبھی پولیس والوں کا ڈر سوار ہوتا ہے اور کبھی میت کے وارثوں کا، پوری دنیا میں روزانہ سینکڑوں پر اللہ تعالیٰ موت طاری کرتے ہیں اور انکی جان نکالتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا کہ میرا کوئی تعاقب کریگا یا مجھ سے کوئی باز پرس کریگا، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں بیان فرماتے ہیں

"لَايُسْئَلُ عَمَّايَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ" (سورۃ الانبیاء آیت ۲۳ پارہ ۱۷)

نہیں سوال کیا جاتا اس کے بارے میں جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے سوال کیا جائیگا

اور اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھانے والے ہیں بغیر مشقت کے، دنیا میں اگر کوئی انسان کسی چیز کو بناتا ہے تو اس کے ختم کرنے کے بعد یا تو آفات آسمانی سے ختم ہونے کے بعد دوبارہ اسکو بنانے میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے، لیکن اللہ کے لئے مخلوق کو ابتداءً پیدا کرنا یا موت طاری کرنے کے بعد دوبارہ اٹھانا دونوں برابر ہیں اللہ تعالیٰ کو دوبارہ زندہ کرنے میں کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی اسی کو رب العزت فرماتے ہیں

"قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِیْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ" (سورہ یٰس آیت ۷۷، ۷۸ پارہ ۲۳)

وہ کہنے لگا کون زندہ کریگا ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہوگئیں آپ کہہ دیجئے ان کو زندہ کریگی وہ ذات جس نے پیدا کیا انکو پہلی بار اور وہ سب بنانا جانتا ہے،

مَازَالَ بِصِفَاتِهٖ قَدِيْمًاقَبْلَ خَلْقِهٖ لَمْ يَزْدَدْ بِكَوْنِهِمْ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَاتِهٖ وَكَمَا كَانَ بِصِفَاتِهٖ اَزْلِياً كَذَالِكَ لَايَزَالُ عَلَيْهَا اَبَدِيًّا لَيْسَ مُنْذُ خَلَقَ الْخَلْقَ

اِسْتَفَادَ اِسْمَ الْخَالِقِ وَلَا بِاِحْدَاثِهِ الْبَرِيَّةَ اِسْتَفَادَ اِسْمَ الْبَارِئِ لَهٗ مَعْنَى الرُّبُوْبِيَّةِ وَلَا مَرْبُوْبَ وَمَعْنَى الْخَالِقِيَّةِ وَلَا مَخْلُوْقَ وَكَمَا اَنَّهٗ مُحْيِ الْمَوْتٰى بَعْدَ مَا اَحْيٰ هُمْ اسْتَحَقَّ هٰذَا الْاِسْمَ قَبْلَ اَحْيَائِهِمْ كَذٰلِكَ اِسْتَحَقَّ اسْمَ الْخَالِقِ قَبْلَ اِنْشَائِهِمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَكُلُّ شَيْءٍ اِلَيْهِ فَقِيْرٌ وكُلُّ اَمْرٍ عَلَيْهِ يَسِيْرٌ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى شَيْءٍ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ"

ترجمہ:۔ وہ ہمیشہ سے اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے مخلوقات کے پیدا کرنے سے اسکی صفات میں کچھ اضافہ نہیں ہوا جو پہلے نہ تھا، اور جسطرح وہ اپنی صفات کے ساتھ ازلی ہے اسی طرح ان صفات کے ساتھ ابدی بھی ہے اور وہ ایسا نہیں کہ مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس نے خالق کا نام وضع کیا ہو اور نہ مخلوق کو بنانے کے بعد اس نے باری کا نام اختیار کیا ہو (بلکہ وہ پہلے سے ہی خالق اور باری ہے) اس کے لئے اس وقت بھی ربوبیت کا وصف موجود تھا جب کہ کوئی مربوب نہ تھا اور اسکے لئے خالقیت کا وصف موجود تھا جبکہ کوئی مخلوق نہ تھی اور جیسا کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور ان مردوں کو زندہ کرنے کے بعد اس اسم کا حقدار ہے اسی طرح انکے زندہ کرنے سے پہلے بھی تھا اور اسی طرح اسم خالق کا مستحق وہ انکے پیدا کرنے سے پہلے بھی تھا اسلئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اسکی محتاج ہے اور ہر کام اسپر آسان ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں اسکی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تجزیہ عبارت: ۔مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا قدیم ازلی اور ابدی ہونا بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت ،صفت ربوبیت اور صفت احیاء کو بیان کیا ہے،

تشریح

قَوْلُہٗ مَازَالَ بِصِفَاتِہٖ قَدِیْمًا قَبْلَ خَلْقِہٖ لَمْ یَزْدَدْ بِکَوْنِہِمْ شَیْئًا لَمْ یَکُنْ قَبْلَھُمْ مِنْ صِفَاتِہٖ وَکَمَا کَانَ بِصِفَاتِہٖ اَزْلِیًا کَذَالِکَ لَا یَزَالُ عَلَیْھَا اَبْدِیًا

اللہ تعالیٰ تخلیق خلق سے پہلے بھی خالق تھے

اللہ تعالیٰ مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ہمیشہ سے اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہیں مخلوقات کے پیدا کرنے سے اللہ کی صفات میں کسی چیز کا بھی اضافہ نہیں ہوا جو پہلے نہ تھا اور جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ ازلی ہیں اسی طرح ان صفات کے ساتھ ابدی بھی ہیں،

اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں، معتزلہ اور جہمیہ پر رد

امام طحاویؒ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات ذکر کر کے معتزلہ اور جہمیہ فرقہ پر رد کرنا ہے جنکا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے تو فعل اور کلام پر قادر نہ تھا اسکے بعد قادر ہوا ہے اور پہلے اللہ تعالیٰ سے فعل اور کلام ممتنع تھا بعد میں ممکن ہوا، اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں اور یہ کہنا باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی صفت کے ساتھ موصوف ہوا ہے کہ وہ صفت اللہ تعالیٰ میں اس سے پہلے نہ تھی، کیوں کہ صفت کا فقدان نقص کو مستلزم ہے اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہیں، یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے کمال کے ساتھ موصوف نہ تھا اسے بعد میں کمال حاصل ہوا ہے، اللہ تعالیٰ جیسے اپنی صفات کے ساتھ ازلی ہیں اسی طرح ان صفات کیساتھ ابدی بھی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ تک رہیگا وہ جو چاہے کرتا ہے، جب چاہے کلام کرتا ہے، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہی ہیں "وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۳ پارہ ۲)

لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے

"ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" (سورۃ البروج آیت ۱۵، ۱۶ پارہ ۳۰)

عرش والا بڑی شان ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قَوْلُهُ لَيْسَ مُنْذُ خَلَقَ الْخَلْقَ اِسْتَفَادَ اِسْمَ الْخَالِقِ وَلَا بِاِحْدَاثِهِ الْبَرِيَّةَ اِسْتَفَادَ اِسْمَ الْبَارِئِ لَهُ مَعْنَى الرُّبُوْبِيَّةِ وَلَا مَرْبُوْبَ وَمَعْنَى الْخَالِقِيَّةِ وَلَا مَخْلُوْق

کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی کائنات کو بنانے کے بعد اسکا باری ہونا ثابت ہوا ہے بلکہ وہ پہلے سے ہی خالق اور باری ہیں، اسکے لئے اس وقت بھی صفت ربوبیت ثابت تھی جبکہ کوئی مربوب یعنی پلنے والا نہ تھا اور اسکے لئے خالقیت کی صفت اس وقت بھی ثابت تھی جبکہ وہاں کوئی مخلوق نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ تخلیق خلق سے پہلے ہی خالق تھے، معتزلہ اور جہمیہ پر رد

یہاں بھی امام طحاویؒ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا صفات بیان کر کے معتزلہ اور جہمیہ فرقہ پر رد کرنا چاہتے ہیں جنکا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خالق اور باری ہونا پہلے نہ تھا مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد یہ صفت پائی گئی تو اللہ تعالیٰ خالق اور باری ہوئے، امام طحاویؒ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خالق ہونا مخلوق کی تخلیق کے بعد ثابت نہیں ہوا بلکہ پہلے ہی سے خالق ہونے کی صفت کے ساتھ متصف تھے اور کائنات کو بنانے کے بعد اللہ کا باری ہونا ثابت نہیں ہوا بلکہ وہ پہلے ہی سے باری ہونے کی صفت کے ساتھ متصف تھے اور اللہ تعالیٰ میں ربوبیت کا وصف اس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی مربوب یعنی پلنے والا نہ تھا اور اللہ تعالیٰ میں خالق کا وصف اسوقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی مخلوق نہ تھی اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ" (سورۃ النحل آیت ۱۷ پارہ ۱۴)

کیا وہ ذات جو پیدا کرتی ہے اسکی طرح ہو سکتی ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے پھر تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے،

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے صفت خالقیت کا ذکر مدح وثنا کے مقام میں کیا ہے اور صفت خالقیت اللہ تعالیٰ کا کمال ہے اور یہ کمال اس سے کسی وقت بھی معدوم نہیں ہو سکتا، جب خالق و باری ہونا اللہ

تعالیٰ کا کامل وصف ہے تو پھر یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ وہ وصف پہلے معدوم تھا پھر وجود میں آیا۔

یہاں جو امام طحاویؒ اللہ تعالیٰ کی صفت **له معنى الرّبوبية** پہلے لائے ہیں اور **له معنى الخالقية** بعد میں لائے اس میں نکتہ یہ ہے کہ خالق وہ ہوتا ہے جو ایک چیز کو عدم سے وجود کی طرف لے جاتا ہے اور رب وہ ہوتا ہے جو ایسی تربیت کرنے والا ہو جو تمام مصالح کا لحاظ رکھتے ہوئے بالتدریج درجہ کمال تک پہنچادے رب کے مفہوم میں ملکیت، حفاظت، تربیت اور تدبیر وغیرہ سب داخل ہیں اس لئے ربوبیۃ کا لفظ پہلے لائے ہیں اور خالقیت کا بعد میں۔

قَوْلُهُ: **وَكَمَا اَنَّهُ مُحْيِ الْمَوْتٰى بَعْدَ مَا اَحْيٰ هُمْ اِسْتَحَقَّ هٰذَا الْاِسْمَ قَبْلَ اَحْيَائِهِمْ كَذٰلِكَ اِسْتَحَقَّ اسْمَ الْخَالِقِ قَبْلَ اِنْشَائِهِمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَكُلُّ شَيْءٍ اِلَيْهِ فَقِيْرٌ وكُلُّ اَمْرٍ عَلَيْهِ يَسِيْرٌ لَايَحْتَاجُ اِلٰى شَيْءٍ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ"**

اللہ تعالیٰ احیاءِ مخلوق سے پہلے بھی محی تھے، معتزلہ و جہمیہ کا رد

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ اور جہمیہ فرقہ پر رد کر رہے ہیں جنکا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میں مردوں کو زندہ کرنے کے بعد محی کی صفت پائی گئی پہلے اس صفت کے ساتھ متصف نہ تھے۔

امام طحاویؒ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے کے بعد اس وصف کے ساتھ موصوف ہوئے ہیں اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے سے پہلے بھی اس وصف کے ساتھ متصف تھے، اور جس طرح مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس وصف کے ساتھ متصف ہوئے ہیں تو مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل بھی خالق کی شان کے ساتھ متصف تھے، کیونکہ عالم کو ایسے عجیب وغریب نظام کے ساتھ پیدا کرنا پھر مخلوقات پر موت طاری کرکے دوبارہ زندہ کرنا جو مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہو وہی کر سکتا ہے اسکے علاوہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔

نیز قرآن اور احادیث متواترہ میں اللہ تعالیٰ کا مذکورہ صفات کے ساتھ متصف ہونے کی تصریحات

موجود ہیں اوران صفات کے اضداد نقص وعیب ہیں اوراللہ تعالیٰ کا ہر نقص اورعیب سے پاک ہونا واجب ہے نیز ان مذکورہ صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کوجس طرح عقلاً متصف ماننا ضروری ہے اسیطرح نقلاً بھی واجب ہے،امام طحاویؒ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات پردلیل پیش کرتے ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہےاور ہر معاملہ اس پرآسان ہےاوروہ کسی کامحتاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں اوروہی سننے اور دیکھنے والا ہے اسی کورب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

"اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ "(سورۃ یٰسین آیت ۸۲ پارہ ۲۳)

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کاارادہ کرتے ہیں تواس سے فرمادیتے ہیں کہ ہوجاتو وہ ہوجاتی ہے

اوردوسری جگہ اللہ رب العزت کاارشاد ہے"اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ "(سورۃ القمر آیت ۴۹ پارہ ۲۷)

بے شک ہم نے ہر چیز مقرر اندازے کے ساتھ پیدا کی ہے۔

خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِہٖ وَقَدَّرَلَھُمْ اَقْدَارًا وَضَرَبَ لَھُمْ آجَالًا،لَمْ یَخْفَ عَلَیْہِ شَیْءٌ مِنْ اَفْعَالِھِمْ قَبْلَ اَنْ خَلَقَھُمْ وَعَلِمَ مَاھُمْ عَامِلُوْنَ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَھُمْ وَ اَمَرَھُمْ بِطَاعَتِہٖ وَنَھَاھُمْ عَنْ مَعْصِیَتِہٖ ،وَکُلُّ شَیْءٍ یَّجْرِیْ بِقُدْرَتِہٖ وَمَشِیْئَتِہٖ تَنْفُذُ،وَلَامَشِیْئَۃَ لِلْعِبَادِاِلَّامَاشَاءَ لَھُمْ فَمَاشَاءَ لَھُمْ کَانَ،وَمَالَمْ یَشَاْلَمْ یَکُنْ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَیَعْصِمُ وَیُعَافِیْ مَنْ یَّشَاءُ فَضْلًا،وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وَیَخْذُلُ وَیبتَلِیْ عَدْلًا،وَھُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْاَضْدَادِ وَالْاَنْدَادِ لَارَادَّ لِقَضَائِہٖ وَلَامُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ وَلَاغَالِبَ لِاَمْرِہٖ آمَنَّابِذٰلِکَ کُلِّہٖ وَاَیْقَنَّااَنَّ کُلًّا مِّنْ عِنْدِہٖ،

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کواپنے علم کے ساتھ پیدا فرمایا ہےاوراس نے مخلوق کے لئے تقدیر بنائی ہےاوراس نے انکی عمریں مقرر کی ہیں،مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے انکے افعال

میں سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہ تھی مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے بھی اسکو علم تھا کہ وہ کیا عمل کریں گے، اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور انکو اپنی معصیت سے منع کیا ہے، اور ہر چیز اسکی قدرت اور مشیت سے جاری ہوتی ہے اور اسکی مشیت نافذ ہے اور بندوں کی کچھ مشیت نہیں سوائے اسکے جو اللہ چاہے، انکے لیے وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور گناہ سے بچاتا ہے اور عافیت دیتا ہے جسے چاہتا ہے یہ اسکا فضل ہے اور وہ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور رسوا کرتا ہے اور اسے ابتلاء اور آزمائش میں ڈال دیتا ہے یہ اسکا عدل ہے اور اللہ تعالیٰ مخالفت کرنے والوں اور شرکاء سے بلند ہیں اسکے فیصلوں کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور اسکے حکم کو کوئی پیچھے ہٹا نہیں سکتا اور اسکے امر پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور ہم ان سب پر ایمان لائے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں اسی اللہ کیطرف سے ہیں،

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور احکام کا مکلف ہونا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کو ثابت کیا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اسکے غالب ہونے کو بیان کیا ہے۔

تشریح

قَوْلُهُ: خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهِ وَقَدَّرَلَهُمْ اَقْدَارًا وَضَرَبَ لَهُمْ آجَالًا،

مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے پیدا کیا ہے اور اسنے مخلوق کے لئے تقدیر بنائی ہے اور انکی عمریں مقرر کی ہیں، مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ پیدا کیا ہے کیونکہ مخلوق میں جو احکام اور مضبوطی موجود ہے وہ اللہ کے علم کو مستلزم ہے چنانچہ کسی محکم فعل کا صدور علم کے بغیر نہیں ہوتا اور خالق مخلوق سے اکمل ہوتا ہے اور ب ممکن سے اکمل ہوتا ہے لہذا اللہ جل شانہ کا علم اکمل اور اتم

اسی اکمل اتم علم سے مخلوق کو پیدا کیا ہے اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں۔

"اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ" (سورۃ الملک آیت ۱۴ پارہ ۲۹)

بھلا وہ ذات جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے

مخلوق کی تقدیر اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام حوادث اور واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ہر بات کا علم ازلی تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم ازلی کی حکایت لوح محفوظ میں کروائی ہے اور انکی عمریں اور رزق لکھا ہوا ہے اور جو کچھ بھی مخلوق کے متعلق ہونا تھا سب کچھ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا ہے اب جو کچھ بھی ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے لکھے ہوئے کے مطابق ہو رہا ہے، صحابہؓ کے اخیر زمانہ تک تمام مسلمان مسئلہ تقدیر پر متفق تھے کسی کو اس میں اختلاف اور تردد نہ تھا صحابہؓ کے زمانہ کے بالکل آخر میں بعض لوگوں نے مسئلہ تقدیر میں بحثیں کرنا شروع کر دیں، بصرہ میں ایک شخص معبد جُہنی تھا سب سے پہلے اس نے یہ بات کہنا شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو واقعات کے رونما ہونے سے پہلے علم نہیں ہوتا جب واقعہ رونما ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے منکرین تقدیر اسکی تعبیر یوں کرتے ہیں "اَلْاَمْرُ اُنُفٌ ای مُسْتَاْنِفٌ" یعنی اللہ تعالیٰ کے علم اور لوح محفوظ میں پہلے سے کوئی طے شدہ نظام نہیں ہے، جو ہونا ہے وہ ساتھ ساتھ نیا ہو رہا ہے، جو صحابہؓ اس وقت زندہ تھے انہوں نے انکے نظریہ کی زبردست تردید کی خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ انکی زوردار تردید کی جسکا یہ اثر ہوا کہ انکو اس عنوان سے یہ مسئلہ آگے چلانا مشکل ہو گیا، اسی کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں "کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیر بنائی اور اسکا عرش پانی پر تھا" اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

"اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ" (سورۃ القمر آیت ۴۹ پارہ ۲۷)

بے شک ہم نے ہر چیز انداز ہ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی" (سورۃ الاعلیٰ آیت ۲،۳)

کہ جس ذات نے انسان کو پیدا کیا پھر درست کیا اور جس نے اسکا اندازہ ٹھہرایا پھر اسکو راستہ بتایا،

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی عمریں مقرر فرمادی ہیں

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی اجل مقرر فرمادی ہے جسمیں تقدیم و تاخیر نہیں ہوسکتی اور جس قدر زندگی کے دن لکھے جاچکے ہیں انکو ہر نفس نے پورا کرنا ہے اور زندگی میں جتنا رزق قسمت میں لکھا جاچکا ہے ہر نفس نے موت سے پہلے پہلے اسکو ضرور کھانا ہے، فلاں انسان فلاں بیماری سے فوت ہوگا اور فلاں قتل ہوگا اور فلاں ڈوب کر مریگا اور فلاں آگ میں جل کر مریگا اور فلاں پر عمارت گریگی اور یہ انسان اپنی مقررہ عمر کے ختم ہونے پر مرتا ہے، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

"وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا" (سورۃ آل عمران آیت ۱۴۵ پارہ ۴)

کسی نفس کیلئے گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مرجائے اس نے موت کا وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ" (سورۃ فاطر آیت ۱۱ پارہ ۲۲)

اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اسکی عمر کم کی جاتی ہے مگر سب کچھ کتاب میں لکھا ہوا ہے، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" (سورۃ یونس آیت ۴۹)

جب انکی موت آجائے گی نہ ایک گھڑی تاخیر والے ہونگے اور نہ تقدیم والے۔

معتزلہ کا عقیدہ:۔ معتزلہ یہ کہتے کہ جو شخص قتل ہوا وہ اپنی اجل سے نہیں مرا بلکہ پہلے قتل

ہوگیا ہے اگر قتل نہ ہوتا تو اپنی مقرر عمر تک زندہ رہتا اور قاتل سے قصاص اسی وجہ سے لیا جاتا ہے کہ اسنے اسکی مدت مقرر سے پہلے قتل کر دیا ہے۔

معتزلہ کا رد:۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کی موت کا وقت مقرر کیا ہو اور وہ اس اجل تک زندہ نہیں رہتا بلکہ پہلے ہی قتل ہوجاتا ہے یا کسی حادثہ کا شکار ہوجاتا ہے اس سے (نعوذ باللہ) یہ لازم آئیگا کہ اللہ کو انجام کا علم نہیں، باقی رہا قاتل پر قصاص یا دیت کا واجب ہونا اسوجہ سے ہے کہ اس نے منہی عنہ کا ارتکاب کیا ہے اور اس حرام کام کو کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا تھا۔

قَوْلُهٗ: لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ اَفْعَالِهِمْ قَبْلَ اَنْ خَلَقَهُمْ وَعَلِمَ مَاهُمْ عَامِلُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَهُمْ

اللہ تعالیٰ عالم ما کان وما یکون ہیں

مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے بھی مخلوق کے افعال میں سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہ تھی اور مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے بھی اسکو علم تھا کہ وہ کیا عمل کریں گے۔

قدریہ اور روافض کا رد:۔ یہاں سے امام طحاویؒ قدریہ اور روافض کا رد کیا ہے انکا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے پہلے کچھ علم نہیں رکھتے تھے، انکا عقیدہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے مخلوق کے متعلق علم نہ ہو تو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لئے جہل لازم آئے گا جو ذات باری تعالیٰ میں نقص ہے اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہیں، علاوہ ازیں نصوص قطعیہ سے اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کا تمام مخلوقات کو محیط ہونا صراحۃً ثابت ہے جیسے حضرت عمار بن یاسرؓ حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے دعا کی، اسکے یہ کلمات تھے

"اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبِ وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَاکَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًالِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَاکَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًالِّیْ، الخ (نسائی شریف)

اے اللہ! تیرا غیب کا علم رکھنے اور مخلوق پر قدرت رکھنے کے ساتھ مجھے اس وقت تک زندگی عطا فرما جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب فوت ہونا میرے لئے بہتر ہو ،اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں۔

"وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَاتَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَایَابِسٍ اِلَّافِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ،وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ" (سورۃ الانعام آیت ۵۹، ۶۰ پارہ ۷)

اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنکو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے،اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسکو بھی جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تر اور خشک چیز نہیں مگر واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو وہ جانتا ہے۔

قَوْلُہٗ: وَ اَمَرَھُمْ بِطَاعَتِہٖ وَنَھَاھُمْ عَنْ مَعْصِیَتِہٖ

اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو اطاعت کا حکم اور معصیت سے نہی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی نافرمانی سے منع کیا ہے

مرجیہ کا رد:۔ یہاں سے امام طحاویؒ فرقہ مرجیہ کا رد کرنا چاہتے ہیں جنکا مذہب یہ ہے کہ صرف تصدیق قلبی ہی کافی ہے اور اطاعت اور اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور معصیت اور نافرمانیوں سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں اور انکے نزدیک تصدیق کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ

معتبر نہیں اس پر کوئی سزا نہ ہوگی۔
امام طحاویؒ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے قرآن پاک اوراحادیث مبارکہ میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات کا حکم دیا ہے اور انکے چھوڑنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح معاصی کے ارتکاب کرنے سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور معصیت سے منع کیا گیا ہے اگر معصیت معتبر نہ ہوتی تو اتنی سخت وعیدیں وارد نہ ہوتیں، یہاں پر امام طحاویؒ نے خلق الخلق بعلمہ کے بعد اوامر اور نواہی کا ذکر کیا ہے جسمیں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اسی کو رب العزت قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں

"وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِيَعْبُدُوْنَ" (سورۃ الذاریات آیت ۵۶ پارہ ۲۷)
کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں
دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" (سورۃ الملک آیت ۲ پارہ ۲۹)
کہ اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہارا امتحان لے کہ کون تم میں سے زیادہ اچھے عمل کرتا ہے۔

قَوْلُهٗ : وَكُلُّ شَیْءٍ یَجْرِیْ بِقُدْرَتِهٖ وَمَشِیْئَتِهٖ تَنْفُذُ، وَلَامَشِیْئَةَ لِلْعِبَادِ اِلَّامَاشَاءَ لَهُمْ فَمَاشَاءَ لَهُمْ كَانَ، وَمَالَمْ یَشَأْلَمْ یَكُنْ

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے تحت داخل ہے

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کے ساتھ جاری ہوتی ہے اور اسکی مشیت نافذ ہوتی ہے اور بندوں کی کچھ بھی مشیت نہیں سوائے اسکے جو اللہ تعالیٰ چاہے بندوں کے لئے، اور انکے لئے جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں ایسا

کام کیسے ہوسکتا ہے جسکو وہ نہ چاہے،

زندیق جاہلوں کا رد:۔ یہاں سے امام طحاویؒ ان زندیق اور جاہلوں کے خیال کو رد کر رہے ہیں جنکا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کے ایمان کو چاہا لیکن جب کافر نے کفر اختیار کیا تو کافر کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر غالب آگئی، امام طحاویؒ انکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ ہوتی ہے بندوں کی مشیت نافذ نہیں ہوتی اور جو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو وہی ہوتا ہے اور جو اسکی مشیت نہ ہو وہ نہیں ہوتا، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

"وَمَاتَشَآءُ وْنَ اِلَّااَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًاحَکِیْمًا" (سورۃ الدھر آیت ۳۱ پارہ ۲۹)

تم نہیں چاہتے مگر جو اللہ چاہے بے شک اللہ جاننے والے حکمت والے ہیں،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَافَعَلُوْہُ" (سورۃ الانعام آیت ۱۱۲)

اگر تیرا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے۔

اشکال:۔ ایک حدیث کا حاصل ہے کہ حضرت آدمؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آپ مجھے ایسے کام پر ملامت کر رہے ہیں جسکو میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھا ہوا تھا اس قول سے حضرت آدمؑ حضرت موسیٰؑ پر غالب آگئے، حدیث کے بھی الفاظ میں اِحْتَجَّ آدَمُ مُوْسٰی ہے (مشکوٰۃ شریف) کہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے گناہ میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا سہارا لینا اور تقدیر کو بہانہ بنانا درست ہے۔

جواب -۱: ۔اعتذار بالمشیت توبہ سے پہلے تو ناجائز ہے توبہ کر لینے کے بعد دل کو تسلی دینے کے لیے اعتذار بالمشیت اور اعتذار بالقدر جائز ہے، بعض دفعہ توبہ کر لینے کے بعد بھی آدمی

کو اطمینان نہیں ہوتا ایسے موقع پر اللہ کی مشیت کا سہارا لینا جائز ہے، حضرت آدمؑ نے توبہ کی اور توبہ کے قبول ہونے کے بعد اعتذار بالقدر کیا ہے۔

جواب -۲: ۔عالم دنیا اور اسکے بعد کے عالموں کے حکموں میں فرق ہے اعتذار بالقدر اس عالم دنیا میں ناجائز ہے دوسرے عالم کا یہ حکم نہیں، حضرت آدمؑ نے دنیا میں اللہ کی تقدیر اور مشیت کو عذر نہیں بنایا بلکہ دنیا میں تو یوں کہا "ربنا ظلمنا انفسنا" الخ اور اعتذار بالقدر دوسرے عالم میں کیا ہے جیسا کہ حدیث "عند ربهما" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

جواب -۳: ۔اصل ملامت تو اس مصیبت پر کی جارہی ہے جس نے حضرت آدمؑ کی اولاد کو جنت سے نکال دیا لہذا حضرت آدمؑ مصیبت پر تقدیر سے استدلال کرتے ہیں گناہ پر تقدیر سے استدلال نہیں کرتے، اس لئے کہ مصیبت پر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر کا سہارا لینا درست ہے گناہ پر سہارا لینا درست نہیں ہے۔

قولہ :يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَيَعْصِمُ وَيُعَافِيْ مَنْ يَّشَاءُ فَضْلًا، وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَخْذُلُ وَيَبْتَلِيْ عَدْلاً

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں جسکو چاہتے ہیں اور گناہوں سے بچاتے ہیں اور تندرستی اور عافیت دیتے ہیں اپنے فضل سے جسے چاہتے ہیں، اور جسے چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں اسکی بداعمالیوں کی وجہ سے اور اسکی مدد چھوڑ دیتے ہیں اور رسوا کرتے ہیں اور اسے ابتلا و آزمائش میں ڈال دیتے ہیں اور مصائب میں گرفتار کرتے ہیں یہ اس کا عدل ہے

معتزلہ کا رد: ۔یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد کر رہے ہیں انکا مذہب یہ ہے کہ بندہ

کو قدرت تامہ اور اختیار کامل حاصل ہے لہذا بندہ اپنے اعمال اور افعال کا خود خالق ہے اسکے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں، امام طحاویؒ فرماتے کسی کو ھدایت دینا اور گناہوں سے بچانا اور تندرستی اور عافیت دینا یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے تحت داخل ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں دیدیں یہ اسکا فضل اور احسان ہے بندہ کا اسمیں کوئی کمال نہیں اسپر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

"اِنَّکَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ" (سورۃ القصص آیت ۵۶ پارہ ۲۰)

جسکو آپ چاہیں ھدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ ھدایت دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں، دوسری جگہ ارشاد ہے۔

"وَلَوْشِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا" (سورۃ السجدہ آیت ۱۳ پارہ ۲۱)

اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ھدایت دے دیتے،

اور اگر کوئی اپنی بداعمالیوں اور گناہوں اور نافرمانیوں کیوجہ سے گمراہ ہوتا ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے تحت داخل ہے، اگر اللہ تعالیٰ کسی کی نافرمانیوں اور گناہوں کیوجہ سے اسکی مدد چھوڑ دیتے ہیں اور اسے آزمائشوں اور مصائب میں گرفتار کردیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا عدل ہے کہ اسکے گناہوں کی وجہ سے اسکو سزا مل گئی، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے، اسکو رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

"کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (سورۃ المدثر آیت ۳۱ پارہ ۲۹)

اسی طرح اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (سورۃ الانعام آیت ۳۹ پارہ ۷)

جیسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں گمراہ کردیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے پر ڈال دیتے ہیں

قوله: وَهُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْاَضْدَادِ وَالْاَنْدَادِ لَارَادَّ لِقَضَائِهٖ وَلَامُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَلَاغَالِبَ لِاَمْرِهٖ آمَنَّابِذٰلِكَ كُلِّهٖ وَاَيْقَنَّااَنَّ كُلًّا مِّنْ عِنْدِهٖ۔

اللہ تعالیٰ شرکاء سے پاک ہیں

اللہ تعالیٰ مخالفین کی مخالفت سے اور شرکاء سے بہت بلند ہیں، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی اسکے فیصلے کو ٹال سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر غالب آسکتا ہے

معتزلہ کی تردید:۔ امام طحاویؒ معتزلہ کی تردید کر رہے ہیں معتزلہ کا مذہب ہے کہ انسان اپنے افعال واعمال کا خالق ہے، اسکے کسی فعل اور عمل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں، اہلسنت والجماعت کا مذہب یہ کہ انسان کے تمام افعال کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہیں بندہ صرف کَاسِبْ ہے بندہ سے جو کچھ صادر ہوتا ہے خواہ ایمان ہو یا کفر خواہ نیکی ہو یا بدی، سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے بندہ اسکا خالق نہیں، امام طحاویؒ معتزلہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی مخالف اور مماثل نہیں اسکے فیصلوں کو کوئی رد کرنے والا نہیں، اسکے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ اسکے اوپر کوئی غالب آسکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی غالب ہیں ان سب باتوں پر ہمارا ایمان ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہر ہونے والا کام اور ہر ہونے والی چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے، اسی کو اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں۔

''اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (سورۃ ابراہیم آیت ۱۰ پارہ ۱۳)

کیا اللہ میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

''اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی قُلْ لَّا اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ''

(سورۃ الانعام آیت ۱۹ پارہ ۷)

کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں آپ ﷺ کہہ دیجئے

میں ایسی شہادت نہیں دیتا آپ ﷺ کہہ دیجئے بے شک وہ ایک ہی معبود ہے، ایک اور جگہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ "وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ" (سورۃ الاخلاص آیت ۴ پارہ ۳۰)
اور اسکی برابری کرنے والا کوئی نہیں،

محمد اصغر علی عفی اللہ عنہ
فاضل دار العلوم فیصل آباد و فاضل عربی،
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وَاَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ عَبْدُهُ الْمُصْطَفٰى وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبٰى وَرَسُوْلُهُ الْمُرْتَضٰى، خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِمَامُ الْاَتْقِيَاءِ وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَحَبِيْبُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَكُلُّ دَعْوَةِ نُبُوَّةٍ بَعْدَ نُبُوَّتِهٖ فَغَيٌّ وَهَوٰى، وَهُوَ الْمَبْعُوْثُ اِلٰى عَامَّةِ الْجِنِّ وَكَافَّةِ الْوَرٰى. اَلْمَبْعُوْثُ بِالْحَقِّ وَالْهُدٰى.

ترجمہ:۔ اور بیشک حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے، اور اسکے چنے ہوئے پیغمبر، اور اسکے پسندیدہ رسول ہیں، خاتم الانبیاء ہیں اور تمام اتقیاء کے امام ہیں اور سب رسولوں کے سردار ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ گمراہی اور خواہش نفس کی پیروی ہے اور آپ ﷺ تمام جنات اور تمام انسانوں کی طرف حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ بالا عبارت میں مصنفؒ نے عقیدہ رسالت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ کی صفات کو اور تمام جن وانس کی طرف آپکی بعثت کو بیان کیا ہے،

تشریح

قولہ: وَاَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ عَبْدُهُ الْمُصْطَفٰى وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبٰى وَرَسُوْلُهُ الْمُرْتَضٰى.

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں

امام طحاویؒ عقیدہ توحید اور ذات باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ کے اثبات کے بعد عقیدہ رسالت کو بیان کر رہے ہیں کیونکہ عقیدہ توحید کے بعد عقیدہ رسالت کا ہونا ضروری ہے اگر کوئی آدمی اللہ

تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کی رسالت کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار نہیں کرتا ایسا انسان دائرہ اسلام سے خارج ہے اسکو کافر قرار دیا جائے گا اسکا کوئی عمل بھی اللہ کے دربار میں قبول نہیں ہوگا اگر چہ اسکے رونے کیوجہ سے بیت اللہ میں گھاس بھی کیوں نہ اگ آئے جب تک حضور ﷺ کے خاتم النبین ہونے کی دل سے تصدیق نہیں کریگا، عقیدہ توحید اور عقیدہ رسالت دونوں لازم ملزوم ہیں دونوں کا ہونا ضروری ہے اگر عقیدہ توحید ہے لیکن عقیدہ رسالت نہیں تو جیسے یہ آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہے اسی طرح اگر عقیدہ رسالت ہے لیکن عقیدہ توحید نہیں، اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا انکار کرتا ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسی لئے عقیدہ توحید کے ساتھ عقیدہ رسالت کا ہونا ضروری ہے اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں۔

"وَمَاقَدَرُوْااللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِذْقَالُوْامَااَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ"

(سورۃ الانعام آیت ۹۱ پارہ ۷)

اوران لوگوں نے خدا کی قدر نہیں کی جیسے قدر کرنی چاہیے تھی جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر (وحی اور کتاب وغیرہ) کچھ بھی نازل نہیں کیا،

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے رسول بھیجنے اور رسول سے کلام کرنے کی نفی کی اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کو صحیح معنٰی میں سمجھا ہی نہیں اور نہ اسکی شان کو سمجھا ہے۔

عبدیت کی شان ہر شان سے بلند ہے:۔ امام طحاویؒ نے عقیدہ رسالت کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور اسکے منتخب پیغمبر اور اسکے پسندیدہ رسول ہیں، حضور اقدس ﷺ کی رسالت کے ساتھ عبدیت کا عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ عبدیت کی شان ہر شان سے بلند ہے کیونکہ جہاں آپ ﷺ کو وحی جیسی عظمت

شان ملی ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عبدیت کی شان سے نوازا ہے۔

جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی" (سورۃ النجم آیت ۱۰ پارہ ۲۷)

پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی اپنے بندہ کی طرف جو وحی کی،

اور اگر قرآن مجید جیسی مقدس کتاب آپ ﷺ کو ملی ہے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے عبدیت کی شان سے نوازا ہے،

"وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳ پارہ ۱)

اگر تم اس کتاب کے بارے میں شک میں ہو جسکو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ" (سورۃ الفرقان آیت ۱، پارہ ۱۸)

بابرکت ہے وہ اللہ کی ذات جس نے قرآن کو اپنے بندے پر اتارا،

اور اگر معراج جیسا آپ ﷺ کو کمال ملا ہے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے عبد سے تعبیر کیا،

جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

"سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی"

(بنی اسرائیل آیت ۱ پارہ ۱۵) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کروائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک،

اور جو لوگ حضور اقدس ﷺ کو عبد کی شان سے نکال کر نور میں داخل کرنا چاہتے ہیں وہ آپ کی شان کو بڑھا نہیں رہے بلکہ آپ ﷺ کی شان کو گھٹا رہے ہیں، کیونکہ اگر آپ ﷺ نور ہونے کیوجہ سے عرش معلی تک گئے ہیں تو یہ اتنا کوئی کمال ثابت نہیں ہوتا کیونکہ فرشتے نور ہیں وہ آتے جاتے رہتے ہیں کمال تو یہ ہے کہ عبدیت کی شان کے ساتھ حضرت آمنہؓ کے لخت جگر ہو کر اور حضرت عبداللہؓ کے فرزندارجمند ہو کر حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کے سرتاج ہو کر حضرت فاطمہؓ کے

والد محترم ہو کر حضرت حسنؓ و حسینؓ کے نانا ہو کر وہاں تک پہنچ جائیں جہاں تک کسی نور کی بھی رسائی نہیں ہوتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ ﷺ عبدیت کی شان کے ساتھ وہاں تک پہنچ گئے جہاں نوریوں کے سردار جبرائیلؑ کی بھی رسائی نہیں ہوتی اور نوریوں کے سردار کے پروں کی طاقت بھی ختم ہو جاتی ہے، اسی کا شیخ سعدیؒ اپنی کتاب بوستان میں نقشہ کھینچتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرائیل رک گئے، سید البشر ﷺ عرش معلیٰ تک پہنچ گئے۔

﴿بدو گفت سالار بیت الحرام

کہ اے حامل وحی برتر خرام﴾

جبرائیلؑ سے کہا بیت الحرام کے سردار نے، کہ اے وحی لانے والے اوپر اڑیے

﴿چوں در دوستی مخلصم یافتی

عنانم ز صحبت چرا تافتی﴾

جب دوستی میں تو نے مجھے مخلص پایا ہے، میری رفاقت سے باگ کیوں پھیر رہا ہے

﴿بگفتا فراتر مجالم نماند

بماندم کہ نیروئے بالم نماند﴾

اس نے کہا اوپر جانے کی میرے اندر طاقت نہیں رہی، میں تھک گیا ہوں کہ میرے بازوؤں میں طاقت نہیں رہی۔

﴿اگر یکسر موئے برتر پرم

فروغ تجلّی بسوزد پرم﴾

اگر ایک بال کے برابر بھی میں اوپر اڑوں، اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی روشنی میرے پروں کو جلا کر راکھ کر دے گی۔

جب حضور اقدس ﷺ عرش تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوئے۔
"فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى "(سورۃ النجم آیت ۹،۱۰ پارہ ۲۷)
تو حضور اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ تحفہ پیش کیا۔
"اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ" اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" تو حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کو بھی اس اعزاز میں شریک کیا اور فرمایا "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ" تو جبرائیل جو سدرۃ المنتہیٰ پہ اٹکے ہوئے تھے جب اللہ اور اسکے حبیب ﷺ کے مکالمہ کو سنا تو جبرائیلؑ بھی وجد میں آکر کہنے لگے "اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تو جبرائیلؑ نے بھی جب آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی تو عبدیت کی شان سے تعبیر کیا، معلوم ہوا عبدیت کی شان ہر شان سے اونچی ہے اس لیے امام طحاویؒ نے "عبدہ المصطفیٰ" سے آپ ﷺ کی شان کو ذکر کیا ہے۔

نیز وصف عبدیت کے ذکر میں یہ نکتہ بھی ہے کہ ختم رسالت اور معراج جیسے مراتب جلیلہ پر فائز ہونے کی وجہ سے رسول عبدیت سے نکل نہیں جاتے بلکہ انکی عبدیت کے مراتب عالیہ میں اور بھی عروج پیدا کر دیتی ہے۔

نیز عبدہ المصطفیٰ میں تعدیل اعتقاد بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بارے میں نہ تو نصاریٰ کیطرح افراط کیا جائے کہ آپ ﷺ کو عبدیت سے نکال کر الوھیت تک پہنچا دیا جائے اور نہ یہود کی طرح تفریط کی جائے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور مقبول بندہ بھی نہ سمجھا جائے۔

عبدیت کی شان بہت بلند ہونے کی وجہ سے ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور تعلق کی بناء پر کہتے ہیں۔

﴿ گر یکبار گوید بندہ من ‏ ‏ ‏ ‏ زعرش بگذرد خندہ من ﴾

اگر میرا اللہ ایک دفعہ مجھے اپنا بندہ کہہ دے تو اس پر مجھے اتنی خوشی ہوگی کہ اس خوشی پر ہنسنے کی آواز عرش تک گونج اٹھے گی۔

وَنَبِیُّهُ الْمُجْتَبٰی وَرَسُوْلُهُ الْمُرْتَضٰی ۔اس بات کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور اسکے چنے ہوئے نبی اور اسکے پسندیدہ رسول ہیں، مصطفیٰ، مجتبیٰ اور مرتضیٰ مترادف الفاظ ہیں جنکا معنیٰ تقریباً ایک ہی ہے چنا ہوا، پسند کیا ہوا۔

رسول اور نبی میں فرق :۔ رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکام پہنچانے کے لیے مبعوث کیا ہو اور اسکو نئی کتاب اور نئی شریعت سے نوازا ہو، نبی عام ہے چاہے اسکو نئی شریعت اور نئی کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ اپنے سے پہلے ہی پیغمبر کی شریعت کی تبلیغ کا حکم ہو، لہذا رسول نبی سے خاص ہے اور نبی عام ہے اسمیں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں اسلئے امام طحاویؒ آپ ﷺ کیلئے نبی اور رسول دونوں لائے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے منتخب کیے ہوئے نبی بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسول بھی ہیں۔

آپ ﷺ کی نبوت کا اعلان فرماتے ہوئے اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

"وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا" (سورۃ النساء آیت ۷۹ پارہ ۵)

اورہم نے آپ ﷺ کو لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کی رسالت کے اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہیں

دوسری جگہ ارشاد ہے "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (سورۃ الانبیاء ایت ۱۰۷ پارہ ۱۷)

کہ ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"

(سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴ پارہ ۴)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا کہ ایک رسول بھیجا انہیں میں سے، جو انکو پڑھ کر سناتا ہے آیتیں اسکی اور انکو پاک کرتا ہے یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے انکو کتاب اور دانائی کی باتیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے،

قَوْلُهُ: خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِمَامُ الْاَتْقِيَاءِ وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَحَبِيْبُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ،

امام طحاویؒ حضور اقدس ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ صرف نبی اور رسول ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء اور تمام اتقیا کے امام اور سب رسولوں کے سردار اور رب العالمین کے محبوب ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت

حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ عقیدے کا مسئلہ ہے آپ ﷺ کی نبوت کو ماننا بھی ضروری ہے اور آپ ﷺ کی ختم نبوت کو ماننا بھی ضروری ہے اسلئے امام طحاویؒ نے پہلے آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کا ذکر کیا کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، اب آپ ﷺ کی ختم نبوت کو بیان کر رہے ہیں اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی نبوت کو مانتا ہے لیکن ختم نبوت کو نہیں مانتا جیسے قادیانی گروہ تو ایسے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور کافر ہیں حضور اقدس ﷺ کے تشریف لانے سے نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگ چکی ہے جنکو نبوت ملنی تھی وہ حضور اقدس ﷺ سے پہلے مل چکی ہے، اب کسی کو نبوت نہیں دی جائے گی اس لئے حضور اقدس ﷺ کی نبوت کو سب نبیوں کے بعد رکھا ہے اور قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت چلتی رہے گی، حضرت عیسیٰؑ بھی جو آخر میں تشریف لائیں گے وہ بھی آپ ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے آئیں گے اور انکی نبوت اور رسالت کا سکہ نہیں چلے گا جیسے آج بھی پوری دنیا میں حضور ﷺ کی نبوت کا سکہ جاری

ساری ہے۔

بلکہ بعض محققین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پہلے انبیاء بھی اپنے اپنے زمانہ میں خاتم الانبیاء ﷺ کی روحانیت عظمٰی ہی سے مستفید ہوتے رہے جس طرح چانداور ستارے رات کو سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں حالانکہ سورج رات کو دکھائی نہیں دیتا جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اس طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی خاتم الانبیاء ﷺ کی روح پر ختم ہو جاتا ہے اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ﷺ کی ہی مہر لگ کر ملی ہے اور ختم نبوت پر قرآن وحدیث اور اجماع امت سے سینکڑوں دلائل ہیں جنکی روشنی میں کہا جائے گا کہ ختم نبوت کا منکر یقیناً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے،

مسئلہ ختم نبوت پر قرآن وحدیث اور اجماع سے دلائل

ختم نبوت پر قرآن سے دلائل

دلیل اول:۔ ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ“ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۰ پارہ ۲۲)

حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

دلیل ثانی:۔ ”وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ“ (سورۃ البقرہ آیت ۴ پارہ ۱)

متقین وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تمام نازل کیا گیا آپ ﷺ کی طرف اور اسپر ایمان لاتے ہیں جو تمام اتارا گیا آپ ﷺ سے پہلے انبیاءؑ پر،

اس آیت کے اندر ختم نبوت کی دلیل ہے کیونکہ متقین کی صفت بیان کی گئی ہے جو کچھ آپ ﷺ پر اتارا گیا اور جو کچھ آپ ﷺ سے پہلے اتارا گیا اس پر ایمان لاتے ہیں ،اگر حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا یا کسی وحی کا انتظار ہوتا پھر اللہ پاک یوں فرماتے ہیں

"بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَمِنْ بَعْدِکَ"

جو کچھ آپ ﷺ کے بعد اتارا جائے گا اسپر بھی ایمان لاتے ہیں، حالانکہ پورے قرآن میں ایسا مضمون کہیں بھی نہیں ہے لہذا یہ آیت آپ ﷺ کے خاتم النبین ہونے کی دلیل ہے

دلیل ثالث:۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (سورۃ مائدہ آیت ۳ پارہ ۶)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے پسند کیا تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے ،دین کامل ہو چکا اور اسلام قیامت تک مکمل ہو چکا لہذا حضور اقدس ﷺ کے تشریف لانے سے کسی نبی اور دین کی ضرورت نہیں لہذا یہ آیت بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

دلیل رابع:۔ اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ" (سورۃ النساء آیت ۱۶۳ پارہ ۵)

بے شک ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے وحی کی نوحؑ اور انکے بعد والے نبیوںؑ کیطرف اور ہم نے وحی کی حضرت ابراھیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی طرف،

اگر حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی وحی کا انتظار ہوتا تو جس طرح نوح علیہ السلام کے بعد "مِنْ بَعْدِہٖ" کی تصریح موجود ہے اس طرح "اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ" کے بعد "مِنْ بَعْدِکَ" کی تصریح مذکور ہوتی حلانکہ ایسا نہیں، یہ آیت بھی ختم نبوت کی دلیل ہے

ختم نبوت پر احادیث سے دلائل

دلیل اول:۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِانْقَطَعَتْ فَلَارَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَانَبِیَّ بَعْدِیْ (رواہ الترمذی، مستدرک)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک رسالت اور نبوت بند ہو چکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی،

دلیل ثانی:۔ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاَنَامَوْضِعُ الْبِنَةِ جِئْتُ فَخُتِمَتِ الْاَنْبِیَاءُ (مسلم شریف)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میری آمد نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کردیا ہے۔

دلیل ثالث:۔ عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاِنَّهٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَاخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ۔
(رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوۃ)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ان میں ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

دلیل رابع:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت ہے، (۱) مجھے جامع کلمات دیے گئے ہیں (۲) رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے (۳) میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال

کر دیا گیا ہے (۴) میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے (۵) مجھے تمام مخلوق کیطرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے (۶) وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ اور میرے ساتھ انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے (رواہ مسلم)

ختم نبوت پر اجماع سے دلائل

ختم نبوت پر اجماع امت کے متعلق عبارتیں:۔

دلیل اول:۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں "وَدَعْوَی النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ" (شرح فقہ اکبر)

حضور اقدس ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے

دلیل ثانی:۔ مَنِ اعْتَقَدَ وَحْیًا بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَدْ کَفَرَ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِیْنَ (فتاویٰ ابن حجر)

جو شخص حضور ﷺ کے بعد وحی آنے کا اعتقاد رکھتا ہے اجماع مسلمین سے وہ کافر ہے

دلیل ثالث:۔ لَوْ جَوَّزْنَا ظُهُوْرَ نَبِیٍّ بَعْدَ نَبِیِّنَا ﷺ لَجَوَّزْنَا انْفِتَاحَ بَابَ وَحْیِ النُّبُوَّةِ بَعْدَهٗ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَکَیْفَ یَجِیْئُ نَبِیٌّ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَقَدْ انْقَطَعَ الْوَحْیُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَخَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النَّبِیِّیْنَ (حمامۃ البشریٰ ص ۳۴)

اپنے نبی کریم ﷺ کے بعد اگر ہم نبی کے ظاہر ہونے کو جائز مان لیں تو ہم نے نبوت کے وحی کے دروازہ کے کھلنے کو جائز سمجھا جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں ہے اور ہمارے رسول ﷺ کے بعد کیسے نبی آسکتا ہے حالانکہ وحی آپ ﷺ کی وفات کے بعد ختم ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے نبیوں کو ختم کر دیا ہے

دلیل رابع :۔ ملفوظات احمدیہ ص۸۲ج۱ میں ہے چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ آخر الزمان نبی ہیں اور ص۱۶۰ میں ہے اگر چہ آپ ﷺ سب نبیوں کے بعد آئے۔

قوله: وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ الخ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں

رحمت للعالمین، سید المرسلین ﷺ کی فضیلت وافضلیت کا عقیدہ ہر مسلمان کا ایمان، بلکہ ایمان کی جان ہے اسکو یوں سمجھئے کہ مختلف انبیاء ورسل میں جو جو اوصاف وکمالات تنہا تھے وہ سب یکجا کر کے اس ہستی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھ کر اسکو سید المرسلین ﷺ کا اعزاز دیدیا گیا، بلکہ اسکو یوں کہا جائے وہ کاملوں میں اکمل ہیں جمیلوں میں اجمل ہیں، حسینوں میں احسن ہیں، شریفوں میں اشرف ہیں فاضلوں میں افضل ہیں، رفیعوں میں ارفع ہیں، نبیوں میں برتر و بہتر ہیں اور رسولوں کے سردار ہیں

وللہ در القائل ﴿ عقیل ایسا خلیل ایسا جلیل ایسا جمیل ایسا

نہ رفعتوں میں نہ عظمتوں میں پایا کسی نے مقام ایسا ﴾

اسی بات کو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے قیامت کے دن مجھے اولاد آدم علیہ السلام کا سردار بنایا جائیگا اور مجھے یہ مرتبہ بیان کرنے میں کوئی فخر نہیں اور تمام بنی آدم میرے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہونگے، سب سے پہلے میں اٹھایا جاؤنگا سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی مجھے یہ مرتبہ بیان کرنے میں کوئی فخر نہیں ہے (رواہ الترمذی)

(۲) واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ بے شک

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے کنانہ کا انتخاب کیا اور کنانہ میں سے قریش کا اور قریش میں سے بنو ہاشم کا اور ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا (رواہ مسلم، ترمذی)

(۳) حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن میں اولاد آدمؑ کا سردار ہونگا اور سب سے پہلے میری قبر اطہر شق ہوگی اور میں اٹھوں گا اور سب سے اوّل سفارش کرنے والا میں ہونگا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی (رواہ مسلم)

اسی کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں۔

﴿جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار﴾

﴿تو فخر کون و مکاں زبدہ زمین و زماں
امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار﴾

﴿تو بوئے گُل ہے اگر مثل گُل ہیں اور نبی
تو نور شمس ہے گر اور انبیاء ہیں شمس و نہار﴾

قولہ وَحَبِيبُ رَبِّ العَالَمِيْنَ،

حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حضور اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں محبت کا سب سے اونچا مقام حاصل ہے حضرت ابراھیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔

خلیل اور حبیب میں فرق:۔ خلیل اسکو کہتے ہیں جسکو ملاقات کا بھی شوق ہو اور ساتھ عطا یعنی کچھ لینے کا بھی شوق ہو اور حبیب اسکو کہتے ہیں جسکو صرف ملاقات ہی کا شوق ہو، اور خلیل کہتے ہیں خالص دوست کو، حبیب کہتے ہیں محبوب کو،

حضرت ابراھیم علیہ السلام صرف خلیل اللہ ہیں اور حضرت محمد ﷺ حبیب خدا بھی ہیں اور ساتھ خلیل

بھی ہیں جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں نے زمین والوں میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیل بناتا لیکن میں تو اللہ کا خلیل ہوں (رواہ مسلم)

کلیم اللہ اور حبیب اللہ میں فرق

حضرت اقدس مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور حضرت محمد ﷺ حبیب اللہ ہیں وہ کلیم ہیں آپؐ حبیب ہیں تو کلیم اور حبیبؐ میں فرق کیا حضرت اقدس مولانا سید عطاء اللہ صاحب بخاریؒ نے فرمایا حبیب اللہ اور کلیم اللہ میں کئی طرح سے فرق ہے۔

(۱) پہلا فرق: یہ ہے کہ کلیم اللہ وہ ہے جو دیدار الٰہی مانگے "رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" اور خالق کی طرف سے جواب آتا ہے "لَنْ تَرَانِیْ" حبیب اللہ وہ ہے کہ خود خدا کو انتظار ہے اور جسکو شب اسریٰ کا دلہا بنا کر ملائکہ کی نورانی بارات کے ساتھ عرش بریں پر بلایا جائے۔

خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ
تمہارا لئے خدا آپ طالب دیدار

کہاں بلندیٔ طور اور کہاں تیری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان ہموار

(۲) دوسرا فرق: کہ کلیم اللہ وہ ہے جو کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی برداشت نہ کر سکے حبیب اللہ وہ ہے جو شب معراج میں انوارات و تجلیات کے پردوں میں لپٹ کر "فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ" کے ساتھ مزے لوٹے۔

(۳) تیسرا فرق: یہ کہ کلیم اللہ وہ ہے جو طور پر جائے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں "فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ" حبیب اللہ وہ ہے جو عرش پر جائے تو ارشاد ہو نعلین پہن کر آ، تاکہ قیامت تک عرش ناز کرتا رہے

(۴) چوتھا فرق: یہ ہے کہ کلیم اللہ وہ ہے جو کوہ طور پر کتاب لینے خود جائے۔
حبیب اللہ وہ ہے کہ قرآن انکے پاس خود آئے اگر مکہ میں جائیں تو قرآن مکی بن جائے اگر مدینہ میں جائیں تو قرآن مدنی بن جائے۔
(۵) پانچواں فرق: کلیم اللہ وہ ہے جو شرح صدر کی دعا مانگیں "رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ"
حبیب اللہ وہ ہے کہ مانگنے کی ضرورت ہی نہیں بن مانگے شرح صدر عطا کیا گیا "اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ"
اسی کو کسی شاعر نے بیان کیا ہے:

قرب موسیٰؑ اور ہے قرب محمدؐ اور ہے
طور سینا اور ہے عرش معلّٰی اور ہے
گل کو کیا ہے مشابہت اِس رخ لالہ رنگ سے
اِسکی بہار اور ہے اُسکی بہار اور ہے

قوله: وَكُلُّ دَعْوَةِ نُبُوَّةٍ بَعْدَ نُبُوَّتِهٖ فَغَيٌّ وَهَوٰی

حضور اقدس ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت باطل ہے

جب حضور اقدس ﷺ کا خاتم النبیین ہونا نصوص قطعیہ، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اسلئے آپ ﷺ کی نبوت کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ کرنا گمراہی اور خواہشات نفس کی پیروی ہے اور مسئلہ ختم نبوت ایسا قطعی الثبوت ہے اسکا انکار کرنے والا بلکہ اس میں تامل کرنے والا بھی کافر ہے بلکہ صحیح اور صریح احادیث کی رو سے مدعی نبوت کافر ہے واجب القتل ہے مگر یہ قتل صرف اسلامی حکومت کا کام ہے نہ کہ رعایا اور افراد کا کام ہے

قولہ: وَهُوَ الْمَبْعُوْثُ اِلٰی عَامَّةِ الْجِنِّ وَكَافَّةِ الْوَرٰى اَلْمَبْعُوْثُ بِالْحَقِّ وَالْهُدٰى

حضور اقدس ﷺ کا جن وانس کی طرف مبعوث ہونا

حضور اقدس ﷺ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور جنوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے اور آپ ﷺ حق اور ہدایت کے ساتھ مبعوث ہوئے، حضور اقدس ﷺ سے قبل ہر ہر علاقے کا الگ الگ نبی ہوا کرتا تھا لیکن حضور اقدس ﷺ کو مشرق و مغرب، شمال و جنوب، عرب و عجم، جن وانس، حور وملک کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اسی کا رب العزت اپنی مقدس کتاب میں اعلان فرماتے ہیں۔

"قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" (سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸ پارہ ۹)

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، یعنی اے یورپ کے رہنے والو، افریقہ وامریکہ کے رہنے والو، پاکستان وہندوستان کے رہنے والو، زیر فلک اور فوق الارض رہنے والوں از مشرق تا مغرب، شمال تا جنوب کے رہنے والو بلکہ قیامت تک آنے والو جن وانس، میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا"

(سورۃ سبا آیت ۲۸ پارہ ۲۲)

اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا"

(سورۃ النساء آیت ۷۹ پارہ ۵)

اور ہم نے آپ ﷺ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس بات کا اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے۔

چوتھی جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ

نَذِیْراً" (سورۃ فرقان آیت ا پارہ ۱۸)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ ہوں جہان والوں کیلئے ڈرانے والے اور حضور اقدس ﷺ تمام جنوں کیلئے بھی نبی بنا کر بھیجے گئے اللہ تعالیٰ سورۃ احقاف میں جنوں کی حکایت بیان فرماتے ہیں "یاقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ" (سورۃ الاحقاف آیت ۳۱ پارہ ۲۶)

اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے داعی کی بات کو قبول کرو اور تم اس پر ایمان لے آؤ

اور سورۃ جن بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ جنوں کیلئے بھی نبی بنا کر بھیجے گئے

قرآن مجید

وَاِنَّ الْقُرْآنَ کَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی بَدَاَ مِنْہُ بِلَا کَیْفِیَّۃٍ قَوْلًا، وَاَنْزَلَہٗ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَحْیًا، وَصَدَّقَہُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ حَقًّا، وَاَیْقَنُوْا اَنَّہٗ کَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالْحَقِیْقَۃِ لَیْسَ بِمَخْلُوْقٍ کَکَلَامِ الْبَرِیَّۃِ فَمَنْ سَمِعَہٗ فَزَعَمَ اَنَّہٗ کَلَامُ الْبَشَرِ فَقَدْ کَفَرَ، وَقَدْ ذَمَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعَابَہٗ وَاَوْعَدَہٗ عَذَابَہٗ حَیْثُ قَالَ "سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ" فَلَمَّا اَوْعَدَ اللّٰہُ سَقَرَ لِمَنْ قَالَ "اِنْ ھٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ" عَلِمْنَا اَنَّہٗ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشَرِ، وَلَا یُشْبِہُ قَوْلُ الْبَشَرِ وَمَنْ وَصَفَ اللّٰہَ تَعَالٰی بِمَعْنًی مِنْ مَعَانِی الْبَشَرِ فَقَدْ کَفَرَ، فَمَنْ اَبْصَرَ ھٰذَا اِعْتَبَرَ، وَعَنْ مِثْلِ قَوْلِ الْکُفَّارِ اِنْزَجَرَ وَعَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بِصِفَاتِہٖ لَیْسَ کَالْبَشَرِ،

ترجمہ:۔ بیشک قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ سے ہی ظاہر ہوا ہے قول کی شکل میں لیکن بلا کیفیت (قرآن پاک کے نزول اور حروف کی شکل میں متشکل ہونا اسکی کیفیت ہم نہیں جان سکتے) اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر وحی کی شکل میں نازل فرمایا ہے اور مومنین

نے اسکے حق ہونے کی تصدیق کی ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ مخلوق نہیں ہے انسانوں کے کلام کی طرح، پس جس نے قرآن کو سنا اور یہ خیال کیا کہ یہ انسان کا کلام ہے وہ کافر ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت کی ہے اور اسکی برائی بیان کی ہے اور اسے عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے میں ایسے شخص کو جہنم میں داخل کرونگا جب اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو جہنم کی وعید سنائی جس نے قرآن کے بارے کہا کہ یہ انسان کا کلام ہے، تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ انسانوں کو پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور اس سے انسان کا کلام مشابہت نہیں رکھتا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو انسانی وصفوں میں سے کسی وصف کیساتھ متصف کیا تو ایسا شخص کافر ہو گیا، پس جس شخص نے اس بات کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھا تو اس نے عبرت حاصل کی، اور کافروں جیسی بات کہنے سے رک گیا اور اس نے معلوم کرلیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ انسانوں کی طرح نہیں ہے۔

تجزیہ عبارت: ۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے قرآن پاک کے وحی اور کلام نفسی ہونے کو ثابت کیا ہے اور اسکے مخلوق ہونے کی نفی کی ہے اور قرآن پاک کے مخلوق کہنے پر جہنم کی وعید کو ثابت کیا ہے۔

تشریح

قوله: **وَاِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى بَدَاَ مِنْهُ بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا، وَاَنْزَلَهٗ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَحْيًا، وَصَدَّقَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ حَقًّا**

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی میں سے ہے اور اسکا ظہور اللہ

تعالیٰ سے ہوا ہے اور ہم اسکی کیفیت نہیں جان سکتے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کلام حروف اور صوت سے مرکب نہیں ہے، کیونکہ اگر حروف وصوت سے مرکب ہوتو یہ قدیم نہیں رہے گا اور جو قدیم ہو اسمیں تقدیم وتاخیر نہیں ہوا کرتی اور جو حروف وصوت سے مرکب ہو وہ کلام لفظی ہوتا ہے اور اسمیں تقدیم وتاخیر ہوتی ہے مثال کے طور پر "خالد" میں جب تک خا، کو ادا نہ کریں الف ادا نہیں ہوتا اور جب تک الف کو ادا نہ کریں لام ادا نہیں ہوتا،

علی ھذا القیاس، لہذا حروف اور اصوات سے مرکب ہونے والا کلام اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں کیونکہ یہ حادث ہے، اس سے حنابلہ اور کرامیہ کے مذہب کی بھی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کلام حروف واصوات سے مرکب ہوتے ہوئے بھی قدیم ہے

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اپنے نبی ﷺ پر وحی کی شکل میں نازل فرمایا ہے اور مؤمنین نے اسکے حق ہونے کی تصدیق کی ہے اور جبرائیلؑ قرآن کی وحی کو تقریبا تیئس ۲۳ سال کے عرصے تک حضور اقدس ﷺ کے پاس لاتے رہے اسی کو اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتے ہیں

"نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ" (سورۃ الشعراء آیت ۱۹۳ پارہ ۱۹)

اس قرآن کو امانتدار فرشتہ لے کر اترا ہے آپکے دل پر تا کہ ہوں آپ ﷺ ڈرانے والے (اور یہ القاء بھی) فصیح عربی زبان میں ہے،

دوسری جگہ ارشاد ہے "قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ" (سورۃ النحل آیت ۱۰۲ پارہ ۱۴)

آپ ﷺ کہہ دیجئے اسکو اتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ،

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ" (سورۃ الانعام آیت ۱۱۴ پارہ ۸)

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے یعنی تورات وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے برحق سو آپ مت ہوں شک کرنے والوں میں سے،

معتزلہ کی تردید:۔ امام طحاویؒ وَاِنَّ الْقُرْآنَ کَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی بَدَاَ مِنْہُ بِلَا کَیْفِیَّۃٍ کہہ کر معتزلہ کا رد کررہے ہیں انکا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن پاک کا ظہور اللہ تعالیٰ کی ذات سے نہیں ہوا اور نہ اس سے نکلا ہے اور قرآن مجید کی اضافت اللہ تعالیٰ کیطرف یہ اضافت تشریفی ہے جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں، اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تشریفی ہے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسکی صفات ازلیہ میں سے ہے اسکا ظہور اللہ تعالیٰ سے ہوا ہے لیکن اس ظہور من اللہ کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں،

قولہ: وَاَیْقَنُوْا اَنَّہٗ کَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالْحَقِیْقَۃِ لَیْسَ بِمَخْلُوْقٍ کَکَلَامِ الْبَرِیَّۃِ فَمَنْ سَمِعَہٗ فَزَعَمَ اَنَّہٗ کَلَامُ الْبَشَرِ فَقَدْ کَفَرَ، وَقَدْ ذَمَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَعَابَہٗ وَاَوْعَدَہٗ عَذَابَہٗ حَیْثُ قَالَ "سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ" فَلَمَّا اَوْعَدَ اللّٰہُ سَقَرَ لِمَنْ قَالَ "اِنْ ھٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ" عَلِمْنَا اَنَّہٗ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشَرِ، وَلَا یُشْبِہُ قَوْلَ الْبَشَرِ

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت قدیم ہے مخلوق نہیں

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد فرمارہے ہیں انکا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی کلام نفسی نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہے۔

لیکن اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی کلام ہے اور انسانوں کے کلام کی طرح مخلوق نہیں ہے بلکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں مخلوق کی صفات حادث ہیں، اور جس نے قرآن پاک کو سن کر یہ عقیدہ بنالیا کہ یہ انسان کا کلام ہے تو

اس نے کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی برائی اور مذمت بیان کی ہے اور ایسے شخص کو عذاب کی دھمکی دی ہے جس نے قرآن پاک کے بارے میں یہ عقیدہ بنا کر کہا "اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ" کہ یہ انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو مخلوق کا کلام کہنے والے کو وعید سنائی "سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ" عنقریب میں اسکو جہنم میں داخل کرونگا، تو معلوم ہوا قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسکو مخلوق کا کلام کہنا کفر ہے اور اسکے لئے جہنم کی وعید ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ اہلسنت والجماعت کا ایمان اور یقین ہے کہ قرآن پاک انسانوں کے خالق کا قول ہے اور انسان کا کلام کلام اللہ سے مشابہت ہی نہیں رکھتا،

اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں

قوله: وَمَنْ وَصَفَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَعْنٰى مِنْ مَعَانِي الْبَشَرِ فَقَدْ كَفَرَ، فَمَنْ اَبْصَرَ هٰذَا اِعْتَبَرَ، وَعَنْ مِثْلِ قَوْلِ الْكُفَّارِ اِنْزَجَرَ وَعَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بِصِفَاتِهٖ لَيْسَ كَالْبَشَرِ

یہاں سے امام طحاویؒ اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا وصف ہے، لیکن یہ وصف انسان کی وصفِ کلام کی طرح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں، جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو کسی انسانی وصف کے ساتھ موصوف کیا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ثابت کردہ صفات کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھا اس نے عبرت حاصل کی اور کافروں جیسی بات کہنے سے باز آگیا تو ایسے شخص کو یقین حاصل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ انسانوں کے مشابہ نہیں ہیں کیونکہ کلام الٰہی اللہ کی صفت ہے جس طرح اسکے شایان شان ہے اور مخلوق کا کلام مخلوق کی صفت ہے لہذا مخلوق بھی حادث، اور اسکا کلام بھی حادث اور اللہ تعالیٰ قدیم ہیں تو انکا کلام بھی قدیم ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ

وَالرُّؤْیَةُ حَقٌّ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ بِغَیْرِ اِحَاطَةٍ وَلَا کَیْفِیَّةٍ کَمَا نَطَقَ بِهٖ کِتَابُ رَبِّنَا حَیْثُ قَالَ ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ وَتَفْسِیْرُهٗ عَلٰی مَا اَرَادَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَعَلِمَهٗ، وَکُلُّ مَا جَاءَ فِیْ ذٰلِکَ مِنَ الْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَنْ اَصْحَابِهٖ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ فَهُوَ کَمَا قَالَ، وَمَعْنَاهُ وَتَفْسِیْرُهٗ عَلٰی مَا اَرَادَ، لَا نَدْخُلُ فِیْ ذٰلِکَ مُتَاَوِّلِیْنَ بِآرَائِنَا وَلَا مُتَوَهِّمِیْنَ بِاَهْوَائِنَا، فَاِنَّهٗ مَا سَلِمَ فِیْ دِیْنِهٖ اِلَّا مَنْ سَلَّمَ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَلِرَسُوْلِهٖ ﷺ وَرَدَّ عِلْمَ مَا اشْتَبَهَ عَلَیْهِ اِلٰی عَالِمِهٖ،

وَلَا یَثْبُتُ قَدَمُ الْاِسْلَامِ اِلَّا عَلٰی ظَهْرِ التَّسْلِیْمِ وَالْاِسْتِسْلَامِ فَمَنْ رَامَ عِلْمَ مَا حُظِرَ عَلَیْهِ وَلَمْ یَقْنَعْ بِالتَّسْلِیْمِ فَهْمُهٗ حَجَبَهٗ مَرَامُهٗ عَنْ خَالِصِ التَّوْحِیْدِ وَصَافِی الْمَعْرِفَةِ وَصَحِیْحِ الْاِیْمَانِ فَیَتَذَبْذَبُ بَیْنَ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِ، وَالتَّکْذِیْبِ وَالْاِقْرَارِ وَالْاِنْکَارِ مُوَسْوِسًا تَائِهًا زَائِغًا شَاکًّا لَا مُؤْمِنًا مُصَدِّقًا وَلَا جَاحِدًا مُکَذِّبًا

ترجمہ:۔ اوراللہ تعالیٰ کا دیدار اہل جنت کے لئے برحق ہے بغیر احاطہ کرنے اور بغیر کیفیت کے، جیسا کہ ہمارے پروردگار کی کتاب نے اسکو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہونگے اوراپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہونگے اور رؤیت کی تفسیر اسی طرح درست ہوگی، جس طرح اللہ نے ارادہ فرمایا اوراسکے علم کے مطابق ہو اوراسکے بارے میں جو حضور ﷺ سے صحیح حدیث آئی ہے وہ تو اسی طرح برحق ہے اوراسکا معنی وہی ہے جو آپ نے ارادہ فرمایا ہے اور ہم اپنی طرف سے دخل اندازی نہیں کرتے، نہ تو اپنی آراء کے ساتھ تاویل کرتے ہیں اور نہ اپنی خواہشات کے ساتھ وہم میں پڑتے ہیں کیونکہ دین میں سلامتی کے ساتھ وہی شخص ہم کنار ہوسکتا جس نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم

کیا ہوا اور مشتبہ چیزوں کے علم کو انکے جاننے والے کی طرف سونپ دے اور اسلام کا قدم پختہ اور ثابت نہیں رہ سکتا مگر تسلیم اور انقیاد کی پشت پر، پس جس شخص نے ایسے علم حاصل کرنے کا قصد کیا جسکے علم سے اسے روکا گیا اور اسکے فہم نے تسلیم پر قناعت نہیں کی، تو اس کو یہ مقصد خالص توحید اور صاف معرفت اور صحیح ایمان سے روک دے گا تو ایسا شخص کفر وایمان اور تکذیب اور اقرار وانکار کے درمیان متذبذب رہے گا اور وسوسوں میں مبتلا ہو کر حیران وسرگردان رہے گا شک میں پڑا ہوا ہوگا نہ تو وہ مؤمن تصدیق کرنے والا ہوگا اور نہ منکر جھٹلانے والا ہوگا۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے اہل جنت کیلئے رؤیت باری تعالیٰ کو ثابت کیا ہے اور ساتھ اس بات پر زور دیا ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ کی تفسیر وہی مراد لی جائے گی جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اور جو اس مسئلہ میں دخل اندازی کر کے اپنے طرف سے تفسیر کریگا تو وہ کفر وایمان اور اقرار وانکار کے درمیان حیران وسرگردان رہے گا۔

تشریح

قولہ وَالرُّؤْيَةُ حَقٌّ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ اِحَاطَةٍ وَلَا كَيْفِيَّةٍ كَمَا نَطَقَ بِهٖ كِتَابُ رَبِّنَا حَيْثُ قَالَ ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ وَتَفْسِيْرُهٗ عَلٰى مَا اَرَادَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعَلِمَهٗ، وَكُلُّ مَا جَاءَ فِيْ ذٰلِكَ مِنَ الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَنْ اَصْحَابِهٖ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَعْنَاهُ وَتَفْسِيْرُهٗ عَلٰى مَا اَرَادَ

یہاں سے امام طحاویؒ اہل جنت کیلئے رؤیت باری تعالیٰ کو ثابت کر رہے ہیں کہ اہل جنت کو اللہ کا دیدار حاصل ہوگا جیسے قرآن پاک میں ہے

"وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (سورۃ قیامۃ آیت ۲۲-۲۳ پارہ ۲۹)

کہ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہونگے ،اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے ،لیکن دیدار اوررؤیت کی تفسیروتشریح وہی مراد لی جائے گی جوقرآن پاک میں بیان ہوئی ہے اور جوصحیح احادیثؒ میں حضور اقدس ﷺ سے اور صحابہؓ سے منقول ہے معتزلہ کی طرح تاویلات نہیں کی جائیں گی۔

رؤیت باری تعالیٰ

رؤیت باری تعالیٰ میں اہل سنت والجماعت کا مذہب

تمام صحابہ کرامؓ ،تابعین ومحدثین اورفقہاء کرام کے نزدیک رؤیت باری تعالیٰ دنیا میں بھی ممکن ہے

دلیل اول:۔ حضرت موسیٰ نے رب العزت کے دربار میں عرض کیا "قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرادیجئے ،سوال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیدار ممکن ہے کیونکہ اگر دیدار ممکن نہ ہوتا تو موسیٰ سوال نہ کرتے ،پھر رؤیت باری تعالیٰ کے ناممکن ہونے کا علم اگر موسیٰؑ کو نہیں تھا پھر انکار رؤیت کا سوال کرنا انکے اس بات سے جاہل ہونے کو مستلزم ہوگا تو انبیاءؑ اس جہل کی نسبت سے پاک ہیں۔

اگر موسیٰؑ کو علم تھا کہ رؤیت ممکن نہیں پھر رؤیت کا سوال کرنا (نعوذ باللہ) عبث اور بے فائدہ اور طلب محال کو مستلزم ہوگا اور یہ بات انبیاءؑ کی شان سے بعید ہے لہذا موسیٰؑ کا دیدار الٰہی کو طلب کرنا دلالت کرتا ہے کہ دیدار الٰہی ممکن ہے۔

دلیل ثانی:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے رؤیت کے درخواست کرنے پر فرمایا کہ تم میرے جمالِ بے مثال کی تاب نہیں لاسکو گے البتہ تمہاری تسلی کیلئے ایک صورت یہ ہے کہ "اُنْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ" کہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اس پر میں ایک جھلک ڈالتا ہوں

"فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ" اگر پہاڑ اسکا متحمل ہو جائے اور اپنی جگہ پر قرار رہے "فَسَوْفَ تَرَانِيْ" تو تم مجھے دیکھ سکو گے، یہ ساری بات رؤیت باری تعالیٰ کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں رؤیت کو استقرار جبل پر موقوف کیا ہے جو فی نفسہ ممکن ہے اور جو چیز کسی ممکن پر معلق ہو وہ بھی ممکن ہوتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت دنیا میں بھی ممکن ہے۔

آخرت میں مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا

جنت میں اہل ایمان کے لئے رؤیت باری تعالیٰ کا حصول اور وقوع قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

قرآن پاک سے رؤیت باری تعالیٰ کے دلائل

دلیل اول:۔ قرآن پاک میں ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (سورۃ قیامۃ آیت ۲۲-۲۳ پارہ ۲۹)

کہ بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے، اس آیت میں محل استشہاد "اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" ہے کیونکہ حرف الیٰ ناظرہ کا صلہ ہے اور جب نظر کا لفظ الیٰ کے ذریعہ متعدی ہو تو وہ رؤیت کے معنی میں ہوتا ہے۔

دلیل ثانی:۔ قرآن پاک میں ہے "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ"۔

(سورۃ یونس آیت ۲۶ پارہ ۱۱) کہ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نیک اعمال کئے جنت اور زیادتی ہے اور "زیادہ" کی تفسیر دیدار الٰہی سے کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ سے منقول ہے۔

دلیل ثالث:۔ قرآن پاک میں ہے "لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ"

(سورۃ ق آیت ۳۵ پارہ ۲۶) انکے لئے حاضر ہے جو وہ وہاں چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے مثلاً دیدار الٰہی کی لذت،
لفظ مزید کا معنی حضرت علیؓ اور حضرت انسؓ نے اللہ تعالیٰ کے چہرے کی جانب دیکھنا کیا ہے۔

دلیل رابع: قرآن پاک میں "كَلَّآ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ" (سورۃ المطففین آیت ۱۵ پارہ ۳۰) ہرگز نہیں بے شک یہ لوگ اس دن اپنے پروردگار (کے دیدار) سے روک دیئے جائیں گے، یعنی جب مؤمنین اللہ تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہونگے اور یہ بد بخت کافر محروم رکھے جائیں گے، اس آیت سے حضرت امام شافعیؒ نے یوں استدلال کیا ہے کہ جب وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہونگے وہ دیدار الٰہی سے محروم کیے جائیں گے تو اہل جنت جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہونگے انہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا، تو امام شافعیؒ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اہل جنت کے لئے دیدار الٰہی کو ثابت کیا ہے۔

احادیث مبارکہ سے رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں دلائل

دلیل اول:- وہ مشہور حدیث ہے جسکو اکیس ۲۱ اکابر صحابہؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "انکم سترون ربکم کماترون القمر لیلۃ البدر" کہ تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو (بخاری و مسلم)

دلیل ثانی:- حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ آیت پڑھی 'للذین احسنو االحسنی و زیادۃ" (سورۃ یونس ایت ۲۶ پارا۱۱)
اورارشاد فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوچکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا، اے اہل جنت! تمہارے لیے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے تو جواب پورا کرنا چاہتا ہے جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنات کا پلہ بھاری نہیں کردیا، کیا اس

نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا؟ کیا اس نے ہم کو جہنم سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا؟ (یہ سب کچھ ہو چکا آگے کونسی چیز باقی ہے) اس پر حجاب اٹھا دیا جائیگا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انکو دے رکھا ہوگا سب سے زیادہ محبوب نعمت انکے ہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا (رواہ مسلم)

معتزلہ کا رؤیت باری تعالیٰ سے انکار:۔ معتزلہ نے دیدار الٰہی سے انکار کیا ہے اور جن آیات اور احادیث سے رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہے اس میں انہوں نے تاویلات کرنا شروع کردی ہیں، حالانکہ پوری امت اس پر متفق ہے کہ جنت میں مؤمنین کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا، اسکے متعلق جس قدر آیات واحادیث ہیں سب کے معنی ظاہری مراد ہیں۔

معتزلہ کا استدلال:۔ قران پاک میں ہے "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" (سورۃ الانعام آیت ۱۰۳ پارہ ۷)

کہ آنکھیں اسکا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ ادراک کرسکتا ہے آنکھوں کا، اور وہ نہایت لطیف اور خبردار ہے، وجہ استدلال یوں ہے "الابصار" جمع معرف باللام ہے اور جمع معرف باللام استغراق کے لئے ہوتا ہے لہذا ادراک بمعنی رؤیت کی نفی ہر بصر سے ہوگی تو مطلب یہ ہوگا کہ مؤمن کی یا کافر کی کوئی بھی نگاہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی۔

جمہور کی طرف سے جوابات

جواب اول:۔ صیغہ جمع پر داخل لام تعریف اس وقت استغراق کے لئے ہوتا ہے جب عہد خارجی مراد ہونے پر کوئی قرینہ نہ ہو، اور نصوص سے ثابت ہے مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، لہذا رؤیت کا ثبوت اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں "الابصار" کا لام تعریف

استغراق کے لئے نہیں بلکہ عہد خارجی کے لئے ہے اور اس سے ابصار کفار مراد ہیں کہ کفار کی نگاہیں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھیں گی۔

جواب ثانی:۔ اگر بالفرض یہ کہ مان لیا جائے کہ ایت عموم سلب اور سلب کلی پر دلالت کرتی ہے تو ہم یہ نہیں مانتے کہ ایت میں ادراک سے مطلق رویت مراد ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ادراک سے جس کی نفی کی ہے کامل ادراک مراد ہے کہ بالکل نگاہ احاطہ کرلیوے، یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے مگر اسکا احاطہ نہ کرسکیں گے۔

جواب ثالث:۔ آیت مذکورہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ رویت کی نفی تمام اوقات واحوال سے متعلق ہے بلکہ ہم اس نفی کو بعض اوقات مثلاً دنیا کے ساتھ خاص کرتے ہیں، تو پھر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا میں کوئی نگاہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی، یا اسکی نفی آخرت کے بعض احوال کے ساتھ خاص ہوگی تو مطلب یہ ہوگا کہ آخرت کے بعض احوال میں کوئی نگاہ اسکو نہ دیکھ سکے گی کیونکہ جنت میں اہل ایمان کو تمام احوال میں رویت نہ ہوگی بلکہ بعض احوال میں ہوگی کسی کو ہر جمعہ میں ایک بار، کسی کو ہر جمعہ دوبار اور کسی کو ہر روز دوبار دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

قوله: لَانَدْخُلُ فِیْ ذٰلِکَ مُتَاَوِّلِیْنَ بِآرَائِنَا وَلَامُتَوَهِّمِیْنَ بِاَهْوَائِنَا، فَاِنَّهٗ مَاسَلِمَ فِیْ دِیْنِهٖ اِلَّامَنْ سَلَّمَ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَلِرَسُوْلِهٖ ﷺ وَرَدَّ عِلْمَ مَااشْتَبَهَ عَلَیْهِ اِلٰی عَالِمِهٖ

رویت باری تعالیٰ میں تاویل کرنا گناہ ہے

اللہ تعالیٰ کی رویت کا مسئلہ اصول دین کے اشرف اور جلیل القدر مسائل میں سے ہے اور جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ رب العزت کا دیدار ہے لہذا قرآن وحدیث سے جو رویت ثابت ہے اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں کی جائے گی۔

لیکن جن لوگوں کے مقدر میں اللہ تعالیٰ کی رویت سے محرومی ثابت ہو چکی ہے جیسے معتزلہ انہوں نے سرے سے ہی انکار کر دیا ہے لیکن انکار کرنے والوں نے نہ صرف نصوص میں تاویل کی ہے بلکہ تحریف کے بھی مرتکب ہوئے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ نے توراۃ اور انجیل میں تحریفات کر کے آخرت کو برباد کر ڈالا ایسے ہی یہ لوگ بھی قرآن پاک کی آیات میں تاویلات اور تحریفات کر کے اپنی آخرت برباد کرنے والے ہیں۔

معتزلہ کا رد: لا ندخل فی ذلک الخ کہہ کر امام طحاویؒ معتزلہ کا رد کر رہے ہیں کہ قرآن وحدیث کے نصوص سے جو رویت باری تعالیٰ ثابت ہو رہی ہے ہم اپنی آراء کے ساتھ اس میں تاویل نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی خواہشات کے مطابق کسی وہم میں مبتلا ہوتے ہیں، کیونکہ دین میں وہی آدمی سلامتی کے ساتھ ہم کنار ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور مشتبہ چیزوں کے علم کو انکے جاننے والوں کی طرف سپرد کرتا ہے اور کسی شخص کا اسلام کا قدم پختہ اور ثابت نہیں رہ سکتا مگر جب وہ سر تسلیم خم نہ کر دے اور اپنے آپکو مکمل طور پر اسکے سپرد نہ کرے، مقصود یہ ہے کہ اس شخص کا اسلام درست نہیں جو کتاب وسنت کے نصوص کو تسلیم نہیں کرتا اور انکی اطاعت نہیں کرتا بلکہ اپنی رائے کے ساتھ معارضہ کرتا ہے اور عقل اور قیاس کو کتاب وسنت پر ترجیح دیتا ہے جیسے معتزلہ کا حال ہے،

<u>قولہ:</u> وَلَا يَثْبُتُ قَدَمُ الْإِسْلَامِ إِلَّا عَلَى ظَهْرِ التَّسْلِيمِ وَالْاِسْتِسْلَامِ فَمَنْ رَامَ عِلْمَ مَا حُظِرَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَقْنَعْ بِالتَّسْلِيمِ فَهْمُهُ حَجَبَهُ مَرَامُهُ عَنْ خَالِصِ التَّوْحِيدِ وَصَافِي الْمَعْرِفَةِ وَصَحِيحِ الْإِيمَانِ فَيَتَذَبْذَبُ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ، وَالتَّكْذِيبِ وَالْإِقْرَارِ وَالْإِنْكَارِ مُوَسْوِسًا تَائِهًا زَائِغًا شَاكًّا لَا مُؤْمِنًا مُصَدِّقًا وَلَا جَاحِدًا مُكَذِّبًا

تسلیم کے بغیر اسلام نامکمل

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد فرما رہے ہیں کوئی شخص بھی اسلام میں پختہ نہیں رہ سکتا مگر جب تک سر تسلیم خم نہ کرے اگر کوئی شخص ایسے علم کو حاصل کرنے کا قصد کرتا ہے جس سے اسے روکا گیا ہے اور اسکا فہم تسلیم پر قناعت نہ کرے تو اسے خالص توحید کی صحیح معرفت سے اور ایمان کی نعمت سے محرومی ہو جائے گی، تو ایسا شخص کفر وایمان اور تصدیق وتکذیب اور اقرار وانکار کے درمیان متذبذب رہتا ہے اور وسوسوں میں مبتلا ہو کر حیران وسرگردان رہتا ہے اور شک میں پڑ کر کج رو اور گمراہ ہوتا ہے نہ تو وہ مؤمن تصدیق کرنے والا ہوتا ہے اور نہ منکر تکذیب کرنے والا ہوتا ہے ایسے شخص کے بارے میں رب العزت فرماتے ہیں۔

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ" (سورۃ الحج آیت ۴ پارہ ۱۷)

اور بعض لوگ وہ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بات میں بغیر علم کے اور سرکش شیطان کی پیروی کرتے ہیں جسکے بارے میں لکھ دیا گیا ہے جو اسے دوست رکھے گا تو وہ اسکو گمراہ کردے گا اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائیگا،

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" (سورۃ القصص آیت ۵ پارہ ۲۰)

اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا،

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں تاویلیں کرتے ہیں اور رؤیت باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں یہ انکی گمراہی کی واضح دلیل ہے کیونکہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور جھگڑا نہیں کرتا جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض جھگڑالو لوگ ہیں (بخاری ومسلم)

وَلَا يَصِحُّ الْإِيْمَانُ بِالرُّؤْيَةِ لِاَهْلِ دَارِ السَّلَامِ لِمَنِ اعْتَبَرَهَا مِنْهُمْ بِوَهْمٍ اَوْ تَاَوَّلَهَا بِفَهْمٍ اِذْ كَانَ تَاوِيْلُ الرُّؤْيَةِ وَتَاوِيْلُ كُلِّ مَعْنًى يُضَافُ اِلَى الرُّبُوْبِيَّةِ تَرْكَ التَّاوِيْلِ وَلُزُوْمُ التَّسْلِيْمِ وَعَلَيْهِ دِيْنُ الْمُرْسَلِيْنَ وَشَرَائِعُ النَّبِيِّيْنَ. وَمَنْ لَمْ يَتَوَقَّ النَّفْيَ وَالتَّشْبِيْهَ زَلَّ وَلَمْ يُصِبِ التَّنْزِيْهَ فَاِنَّ رَبَّنَا جَلَّ وَعَلَا مَوْصُوْفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِيَّةِ مَنْعُوْتٌ بِنُعُوْتِ الْفَرْدَانِيَّةِ لَيْسَ بِمَعْنَاهُ اَحَدٌ مِنَ الْبَرِيَّةِ، تَعَالَى اللّٰهُ عَنِ الْحُدُوْدِ وَالْغَايَاتِ وَالْاَرْكَانِ وَالْاَدَوَاتِ وَلَا تَحْوِيْهِ الْجِهَاتُ السِّتُّ كَسَائِرِ الْمُبْتَدِعَاتِ.

ترجمہ:۔ اہل ایمان میں سے جو آدمی اپنے وھم کے ساتھ رویت کا اعتبار کریگا اور اپنے فہم کے ساتھ تاویل کریگا تو اسکا ایمان صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ رویت کی تاویل کرنا اور ہر اس صفت کی تاویل کرنا جو ربوبیت کی طرف منسوب ہے اس سے ایمان درست نہیں ہوگا سوائے اسکے کہ تاویل کو ترک کردے اور تسلیم کو لازم پکڑے اسی پر ہے رسولوں کا دین اور انبیاء کی شریعت ،اور جو آدمی (جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ کی ذات سے نفی ضروری ہے ایسی چیزوں کی) نفی سے نہیں بچے گا اور اس طرح جو آدمی تشبیہ سے نہیں بچے گا تو ایسا آدمی راہ راست سے پھسل جائے گا اور وہ (اللہ تعالیٰ کی) تنزیہ کو نہیں پاسکے گا پس بے شک ہمارا رب بزرگ و برتر وحدانیت کی صفات کے ساتھ متصف ہے اور فردانیت کی صفات کے ساتھ متصف ہے مخلوق کا کوئی فرد اللہ تعالیٰ کی صفت کی طرح نہیں ہے اللہ تعالیٰ حدود اور غایات اور ارکان اور اعضاء اور ادوات سے بلند و برتر ہے اور جہات ستہ اسکا احاطہ نہیں کرتیں جیسا کہ تمام مخلوق کا احاطہ کرتی ہیں۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ معتزلہ پر رد کر رہے ہیں کہ جو آدمی اپنے فہم کے ساتھ رویت باری تعالیٰ میں تاویل کریگا اسکا ایمان صحیح نہیں ہوگا اور وہ راہ راست سے پھسل جائیگا، اللہ تعالیٰ جیسے ذات میں تنہا ہیں اسی طرح صفات بھی یکتا ہیں مخلوق کا کوئی

فردصفات میں بھی اسکے مشابہ نہیں ہے۔

تشریح

قوله: وَلَا يَصِحُّ الْإِيْمَانُ بِالرُّؤْيَةِ لِأَهْلِ دَارِ السَّلَامِ لِمَنِ اعْتَبَرَهَا مِنْهُمْ بِوَهْمٍ أَوْ تَأَوَّلَهَا بِفَهْمٍ إِذْ كَانَ تَأْوِيْلُ الرُّؤْيَةِ وَتَأْوِيْلُ كُلِّ مَعْنًى يُضَافُ إِلَى الرُّبُوْبِيَّةِ تَرْكَ التَّأْوِيْلِ وَلُزُوْمَ التَّسْلِيْمِ وَعَلَيْهِ دِيْنُ الْمُرْسَلِيْنَ وَشَرَائِعُ النَّبِيِّيْنَ

رؤیت باری تعالیٰ میں معتزلہ کے عقیدے کی تردید

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ اور انکے ہم خیال فرقوں کا رد کر رہے ہیں جو رؤیت باری تعالیٰ کی نفی کرتے ہیں اور جن آیات اور احادیث سے رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہے ان میں تاویلات کرتے ہیں۔

امام طحاویؒ انکار دکرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اہل جنت کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا لیکن رؤیت کی تاویل اپنے وہم یا فہم ناقص کے ساتھ کرنا صحت ایمان کی علامت نہیں ہے کیونکہ رؤیت کی تاویل کرنا اور ہر اس صفت کی تاویل کرنا جو ربوبیت کی طرف منسوب ہے اس سے ایمان درست نہیں ہوگا کیونکہ اگر نص کی تاویل کی جائے پھر کوئی نص استدلال کی قابل نہیں رہے گی اور نص کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر اور اسمیں تاویل کر کے دوسرا معنی مراد لینا یہ فہم ناقص اور عقل ناقص کی دلیل ہے اسی کو ایک شاعر کہتا ہے

﴿وكم من عائب قولاً صحيحاً　　　وآفتهُ من الفهم السقيم﴾

کہ اکثر لوگ صحیح قول کو معیوب گردانتے ہیں اصل بیماری یہ ہے کہ انکا فہم صحیح نہیں، بلکہ کامل ایمان کی علامت یہ ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ والی آیات اور دوسری آیات جن کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں ان میں تاویل نہ کرنا اور بلاچون وچرا تسلیم کرنا یہ دین اسلام کا تقاضا ہے اور انبیاء

کا یہی طریقہ تھا۔

قولہ: وَمَنْ لَمْ يَتَوَقَّ النَّفْيَ وَالتَّشْبِيْهَ زَلَّ وَلَمْ يُصِبِ التَّنْزِيْهَ فَإِنَّ رَبَّنَا جَلَّ وَعَلَا مَوْصُوْفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِيَّةِ ،مَنْعُوْتٌ بِنُعُوْتِ الْفَرْدَانِيَّةِ لَيْسَ بِمَعْنَاهُ اَحَدٌ مِنَ الْبَرِيَّةِ ،تَعَالَى اللّٰهُ عَنِ الْحُدُوْدِ وَالْغَايَاتِ وَالْاَرْكَانِ وَالْاَدَوَاتِ وَلَا تَحْوِيْهِ الْجِهَاتُ السِّتُّ كَسَائِرِ الْمُبْتَدِعَاتِ

اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی اور تشبیہ میں معتزلہ اور مشبہ فرقہ کا رد

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ اور ان لوگوں کا رد کر رہے جو رؤیت کی نفی کرتے ہیں اور مشبہ کا رد کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں امام طحاویؒ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو چیزیں اللہ کی ذات کے لئے ثابت نہیں ہیں اگر کوئی شخص ایسی چیزوں کی نفی سے نہیں بچے گا اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے نہیں بچے گا تو ایسا آدمی راہ راست سے پھسل جائے گا اس نے اللہ تعالیٰ کو منزہ قرار دینے میں صحیح راستہ اختیار نہیں کیا،

عدم رؤیت کا اظہار کر کے معتزلہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو منزہ قرار دیا ہے حلانکہ کسی موجود سے کمال کی صفت کی نفی کرنا اور اسکو منزہ بنانا نہیں ہے بلکہ صفت کمال تو رؤیت باری تعالیٰ کے اثبات میں ہے، البتہ ادراک کی نفی میں کمال کا اثبات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رؤیت میں احاطہ نہیں کیا جا سکتا،

اللہ تعالیٰ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں

قولہ: فَإِنَّ رَبَّنَا جَلَّ وَعَلَا مَوْصُوْفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِيَّةِ الخ

یہاں سے امام طحاویؒ اس بات کا ذکر کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض صفات اپنے لیے ثابت کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحدانیت کی صفت کے ساتھ موصوف ہیں جیسے فرمایا "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اور وہ

فردانیت کی صفات کے ساتھ بھی متصف ہیں جیسے فرمایا "اللّٰهُ الصَّمد" بعض کہتے ہیں واحدنیت اور فردانیت مترادف الفاظ ہیں بعض حضرات نے فرق بیان کیا ہے کہ واحدنیت ذات کے ساتھ خاص ہے اور فردانیت صفات کے ساتھ خاص ہے لہذا اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بھی متوحد ہیں اور اپنی صفات میں بھی منفرد ہیں،

اور اللہ تعالیٰ نے بعض صفات کی اپنے سے نفی کی ہے جیسے فرمایا "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَد" کیونکہ مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی صفت پر نہیں ہے وہ ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے اور اللہ تعالیٰ حدود اور غایات سے بلند ہیں اسی طرح ارکان اور اعضاء اور آلات سے بھی بلند و برتر ہیں اور تمام ایجاد کردہ مخلوقات کی طرح جہات ستہ (فوق، تحت ،قدام، یمین، یسار) اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں جس طرح یہ جہات ستہ مخلوق کا احاطہ کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا کسی نے احاطہ نہیں کیا ہوا۔

محمد اصغر علی عفا اللہ عنہ
فاضل دار العلوم فیصل آباد و فاضل عربی،
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَالْمِعْرَاجُ حَقٌّ، وَقَدْ أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَعُرِجَ بِشَخْصِهِ فِي الْيَقْظَةِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ إِلَى حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْعُلَا، وَأَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِمَا شَاءَ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى.

ترجمہ:۔ اور معراج برحق ہے اور حضور اقدس ﷺ کو رات کے وقت سیر کرائی گئی اور بیداری کی حالت میں آپکے جسد اطہر کو آسمان دنیا تک اوپر لے جایا گیا پھر وہاں سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا بلندیوں پر آپ ﷺ کو لیجایا گیا اور جس چیز کے ساتھ اللہ نے چاہا آپ ﷺ کو عزت بخشی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کرنا چاہی،

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے حضور اقدس ﷺ کے معراج کے معجزہ کو ثابت کیا ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں جسم مع الروح کو ہوا ہے،

تشریح

معراج کا حکم

قولہ: وَالْمِعْرَاجُ حَقٌّ، وَقَدْ أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَعُرِجَ بِشَخْصِهِ فِي الْيَقْظَةِ إِلَى السَّمَاءِ

اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو حالت بیداری میں جسمانی معراج، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک پھر آسمانوں کے اوپر بعض بلند مقامات تک نصیب ہوا،

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر جو اسراء کہلاتا ہے قطعی ہے کتاب اللہ سے ثابت ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ"

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ا پارہ ۱۵)

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہم نے برکت دی جس کے اردگرد (شام) کے علاقہ کو تاکہ ہم دیکھائیں آپ ﷺ کو اپنی قدرت کے نمونے، بیشک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس سفر کا منکر کافر ہوگا پھر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کا سفر جو معراج کہلاتا ہے احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہؓ سے منقول ہیں جن میں معراج و اسراء کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اس سفر کا منکر بدعتی ہوگا، پھر آسمانوں سے اوپر جنت تک اور عرش تک اور اسکے علاوہ جن مقامات تک اللہ تعالیٰ نے لے جانا چاہا یہ سفر اخبار احادیث سے ثابت ہے اسکا منکر گنہگار ہوگا،

معراج کس سن اور کس تاریخ میں ہوا

معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا (قصص القرآن) امام نوویؒ اور عبدالغنیؒ مقدسی اور اکثر محققین کے نزدیک ۲۷ رجب کو معراج نصیب ہوا حضور اقدس ﷺ دار اُمّ ہانیؓ میں تھے رات کے وقت جبرائیلؑ کو رب العزت نے حکم دیا کہ اے جبرائیلؑ! براق، برق رفتار کو لے کر حضور اقدس ﷺ کے دروازے پر پہنچ اور انبیاء کو اطلاع دیجئے کہ وہ بیت المقدس میں جمع ہو جائیں۔

معراج بیت المقدس کے راستے سے کیوں ہوا؟

پہلی وجہ:۔ کعبہ تو پہلے ہی حضور اقدس ﷺ کا قبلہ تھا اور حضور اقدس ﷺ اسکے امام تھے ہی، لہذا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس لے جا کر دوسرے قبلہ کا بھی امام بنادیا تا کہ حضور اقدس ﷺ امام القبلتین بن جائیں،

دوسری وجہ:۔ تا کہ منکرین کے سامنے حجت پیش کی جاسکے کیونکہ بیت المقدس ملک شام میں واقع ہے اور ملک شام ہی ایسا ملک تھا جسکی طرف قریش مکہ کا سردیوں اور گرمیوں میں سفر رہتا تھا، لہذا حضور اقدس ﷺ کی سیر اس جانب کرادی گئی تا کہ دریافت کرنے پر اتمام حجت ہوسکے جب آپ ﷺ نے ان نشانات کا ذکر کیا جس سے وہ متعارف تھے تو اس سے آپ ﷺ کی صداقت نمایاں ہوگئی۔

معراج آسمانوں پر کیوں ہوا؟

پہلی وجہ:۔ حضور اقدس ﷺ رحمۃ العالمین ہیں، عالم، اجمالی طور پر دو ہیں، ایک فوق الارض تحت السماء، دوسرا فوق السموات، پس رب العزت نے حضور اقدس ﷺ کو آسمانوں پر معراج نصیب فرمادیا تا کہ آپ ﷺ کی رحمت سے جیسے یہاں کا عالم بہرہ مند ہورہا ہے وہاں کا عالم بھی بہرہ مند ہو۔

دوسری وجہ:۔ کہ جس طرح حضور اقدس ﷺ کی سیرت جامع السیر اور آپ ﷺ کے خُلق جامع اور اخلاق عالیہ ہیں اور آپ ﷺ کا کمال جامع الکمالات ہے اور آپ ﷺ کا حسن جامع المحاسن ہے اسی طرح آپ ﷺ کا معراج بھی جامع المعاریج ہوجائے کیونکہ جس پیغمبر کو بھی معراج ہوا وہ آسمانوں سے نیچے ہوا اور حضور اقدس ﷺ کو معراج ہوا تو آسمانوں کے اوپر ہوا۔

حقانیت معراج سے فلاسفہ کا انکار اور انکے دلائل

والمعراج حق ، یہاں سے امام طحاویؒ والمعراج حق کہہ کر فلاسفہ کا رد کر رہے ہیں فلاسفہ نے معراج کا انکار کیا ہے اور انکار معراج پر دلائل دیے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ کسی کا آسمان پر جانا اسکے خرق والتیام کو مستلزم ہے اور آسمان پر خرق والتیام نہیں ہوسکتا۔

دوسری دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ آسمان سے پہلے کرۂ نار ہے جو اسمیں داخل ہونیوالی ہر چیز کو جلا دیتا ہے اسلئے کسی کا اس کرۂ نار کو پار کر کے آسمان تک پہنچنا ممکن نہیں۔

تیسری دلیل:۔ یہ دیتے ہیں کہ قلیل وقت میں اتنی طویل مسافت کو طے کرنا بعید از قیاس ہے۔

جمہور کی طرف سے فلاسفہ کو جواب

پہلی دلیل کا جواب:۔ تمام اجسام خواہ علوی ہوں جیسے آسمان، خواہ اجسام سفلی ہوں جیسے زمین، یہ سب اجسام متماثل اور متحد الحقیقۃ ہیں کیونکہ سب اجزاء لا یتجزیٰ سے مرکب ہیں لہذا ایک جسم پر جو چیز ممکن ہو تو دوسرے جسم پر بھی ممکن ہوتی ہے کیونکہ سب جسم اپنی حقیقت میں مشابہ ہیں چنانچہ جب زمین پر خرق طاری ہونا اور اسکا پھٹنا ممکن ہے تو بعینہ اسی طرح آسمان پر بھی خرق طاری ہونا اور اسکا پھٹ جانا ممکن ہے،

دوسری بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قدرت رکھتا ہے تو آسمانوں میں شگاف رکھنے اور دروازے رکھنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے دروازے ہیں لہذا فلاسفہ کا اشکال ہی رفع ہو گیا،

دوسری دلیل کا جواب:۔ یہ ہے اسی طرح کرۂ نار کے محرق ہونے کے باوجود رب العزت کے حکم سے حضور اقدس ﷺ کے حق میں محرق نہ ہو جیسے ابراہیمؑ کے حق میں آگ محرق ہونے کے باوجود رب العزت کے حکم "برداً وسلماً" بن گئی تھی۔

تیسری دلیل کا جواب:۔ قلیل وقت میں بہت زیادہ طویل مسافت کا طے ہو جانا محال نہیں بلکہ ممکن ہے، البتہ خلاف عادت ہے اور خلاف عادت ہونیکی وجہ سے یہ واقعہ حضور اقدس ﷺ کا معجزہ ہے، دوسری بات یہ ہے پہلے زمانہ میں روح مع الجسد کا آسمان پر چڑھنا اور قلیل وقت میں طویل مسافت طے کرنا محال سمجھا جاتا تھا لیکن اہل اسلام نصوص کی بناء پر جائز سمجھتے تھے لیکن اس زمانہ میں عقل کے ذریعے بھی جائز ہے کہ جب اتنا بڑا ہوائی جہاز اوپر چڑھ سکتا ہے اور قلیل وقت میں طویل مسافت طے کر سکتا ہے تو حضور اقدس ﷺ کا آسمانوں پر چڑھنا اور قلیل وقت میں طویل مسافت طے کرنا کیسے مشکل ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد بھی آپ کے ساتھ ہے، جدید سائنس کی تحقیقات اسلام کے معارض نہیں بلکہ مؤید ہیں۔

معراج بیداری کی حالت میں ہوا

قوله: وَقَدْ اُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَعُرِجَ بِشَخْصِهٖ فِي الْيَقْظَةِ اِلَى السَّمَاءِ

یہاں سے امام طحاویؒ "عرج بشخصه" کہہ کر ان لوگوں پر رد کر رہے ہیں جو روحانی معراج کے قائل ہیں جسمانی معراج کے قائل نہیں اور یہ بات تو بدیہی ہے کہ مشرکین مکہ نے جو واقعہ معراج کا بھرپور انکار کیا وہ جسمانی معراج کو محال سمجھتے تھے کہ اتنے قلیل وقت میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک، پھر بیت المقدس سے ساتویں آسمان اور عرش معلیٰ تک سفر کیسے طے ہو سکتا ہے، روحانی معراج کوئی خاص قابل انکار امر نہیں تھا کفار نے جو شدت سے انکار کیا اسی جسمانی معراج کا انکار کیا تھا،

" في اليقظة" یہاں سے امام طحاویؒ ان لوگوں کا رد کر رہے ہیں جو خواب میں معراج کے قائل ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو منامی معراج حاصل ہوا "في اليقظة" کہہ کر رد کیا کہ خواب میں معراج نہیں تھا بلکہ بیداری کی حالت میں تھا۔

معراج فی المنام کے قائلین کا استدلال

دلیل اول:۔ کہ امیر معاویہؓ سے جب معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا "كانت رؤيا صالحة" کہ معراج ایک بہترین خواب تھا۔

دلیل ثانی:۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں "مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ ﷺ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ" یعنی معراج کی رات میں آپ ﷺ کا جسم مبارک گم نہیں پایا گیا بلکہ وہ تو بستر پر ہی رہا تو مطلب یہ ہوا کہ معراج منامی ہوا۔

جمہور کی طرف سے جوابات

دلیل اول کا جواب:۔ یہ ہے یہ جو امیر معاویہؓ نے معراج کے بارے فرمایا "كانت رؤيا صالحة" رؤیا سے مراد خواب نہیں بلکہ رؤیا بالعین مراد ہے جو حالت بیداری میں ہوتا ہے تو پھر امیر معاویہؓ کے قول کا مطلب ہوگا کہ معراج ایک بہترین نظارہ تھا۔

دلیل ثانی کا جواب:۔ (۱) حضرت عائشہؓ کے قول کا مطلب یہ ہے "مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَنِ الرُّوحِ" یعنی شب معراج میں آپ ﷺ کا جسم مبارک روح سے جدا نہیں کیا گیا بلکہ روح کے ساتھ جسم بھی اس سفر میں گیا اور روح و جسم دونوں کو ایک ساتھ معراج ہوئی۔

(۲) حضرت عائشہؓ نے اپنے اس ارشاد "مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ ﷺ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ" میں اپنا مشاہدہ نہیں بیان کیا کیونکہ معراج کے وقت وہ آپکی زوجیت میں نہیں آئیں تھیں نیز وہ اس وقت اتنی عمر کی نہیں تھیں کہ وہ کسی واقعہ کو یاد رکھ سکتیں۔

الی السماء امام طحاویؒ نے الی السماء کہہ کر ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں حالت بیداری میں معراج صرف بیت المقدس تک ہوا جیسا کہ اسکو قرآن نے بیان کیا ہے امام طحاویؒ نے فی الیقظۃ الی السماء کہہ کر انکی تردید کی ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں آسمانوں تک ہوا جیسا کہ مشہور حدیث سے ثابت ہے اور انبیاءؑ کی ملاقات بھی آسمانوں پر مشہور حدیث سے ثابت ہے

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے حضور اقدس ﷺ کا بلندیوں تک پہنچنا

ثُمَّ اِلٰی حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الْعُلٰی" پھر آسمانوں سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپکو بلندیوں پر لے جایا گیا،

آسمانوں سے آگے سفر کے بارے میں سلف کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا جنت تک بعض نے کہا عرش تک بعض نے کہا عرش کے اوپر تک بعض نے کہا اطراف عالم تک، بہر حال مسجد حرام سے بیت المقدس تک جانا قطعی ہے قرآن مجید سے ثابت ہے اور معراج زمین سے آسمان تک، حدیث مشہور سے ثابت ہے اور آسمان سے جنت یا عرش تک خبر واحد سے ثابت ہے۔

<u>قولہ:</u> وَاَکْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِمَا شَاءَ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی

اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا آپ ﷺ کو عزت عطا کی اور آپ ﷺ کی طرف جو وحی کرنا چاہی اسکی اللہ تعالیٰ نے وحی کی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان دکھلائے اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب وغریب نمونے دکھلائے۔

معراج کی رات رؤیت باری تعالیٰ میں اختلاف

شب معراج میں حضور اقدس ﷺ کیلئے رؤیت باری تعالیٰ حاصل ہوئی یا نہیں اس میں صحابہؓ کا اختلاف ہے، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سورۃ نجم کی آیات "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" (سورۃ نجم آیت ۸ پارہ ۲۷) سے مراد جبرائیل کو دیکھنا مراد لیتے ہیں اسی طرح "دنو، تدلّی" اور رؤیت حضور اقدس ﷺ اور جبرائیل کے درمیان ہے اسلیے شب معراج میں رؤیت باری تعالیٰ حاصل نہیں ہوئی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوذرؓ باعتبار احد القولین ، میں حضرت عروہ بن زبیرؓ اور کعب بن احبارؓ اور حسن بصریؒ اکثر اشاعرہ کے نزدیک حضور اقدس ﷺ کو شب معراج میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت حاصل ہوئی تھی انکے نزدیک سورۃ نجم کی آیات میں "دنو، تدلّی" ، اور رؤیت حضور اقدس ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے، اور عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ ، مَرَّةً بِعَيْنِهٖ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهٖ" کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ ظاہری آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کے ساتھ اور حضور اقدس ﷺ کی طرف رؤیت قلبی محض علم کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایسی آنکھیں پیدا کر دیں جس طرح چہرے کی آنکھیں ہوتی ہیں یعنی جو کام ظاہری آنکھیں کرتی ہیں وہی کام دل کی آنکھ نے کیا۔

شب معراج میں رؤیت کو ترجیح:۔ امام نوویؒ شارح مسلم نے بھی رؤیت کو ترجیح دی ہے اور امام نسائیؒ نے بھی عبداللہ بن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کو حقیقی رؤیت حاصل ہوئی ہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے بھی رؤیت باری تعالیٰ کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں دونوں طرف دلائل ہیں ایک طرف قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا لیکن میرے دل ہی دل میں رؤیت کو ترجیح ہوتی ہے کہ شب معراج میں حضور اقدس ﷺ کا اس دنیا سے جنت میں جانا انتہائی امر خارق ہے تو رؤیت امر خارق کیوں نہیں؟ آگے فرماتے ہیں اسکے اندر اتفاق ہے کہ

جنت کے اندر مؤمنین کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا تو جب حضور اقدس ﷺ شب معراج میں جنت کے اندر گئے تو آپ ﷺ کو ضرور دیدار الٰہی نصیب ہوا ہوگا، اسی شب معراج کو کسی عاشق نے بیان کیا ہے

﴿قربِ موسیٰ اور ہے قربِ محمدؐ اور ہے
طورِ سینا اور ہے عرشِ معلّٰی اور ہے
گل کو کیا ہے مشابہت اِس رخِ لالہ رنگ سے
اِس کی بہار اور ہے اُس کی بہار اور ہے﴾

اسی کو حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں

﴿جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
پہنچ سکا تیرے رتبہ تلک نہ کوئی نبی
ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار
خدا کے طالبِ دیدار حضرتِ موسیٰ
تمہارے لئے خدا آپ طالبِ دیدار
کہاں بلندئ طور اور کہاں تیری مَعراج
کہیں ہوئے ہیں زمین وآسمان بھی ہموار﴾

حوض کوثر

وَالْحَوْضُ الَّذِیْ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ غِیَاثاً لِاُمَّتِهٖ حَقٌّ وَالشَّفَاعَةُ الَّتِیْ اِدَّخَرَهَا اللّٰهُ لَهُمْ کَمَا رُوِیَ فِی الْاَخْبَارِ.

ترجمہ:۔ اور حوض کوثر برحق ہے اور نعمت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کی تکلیف دور کرنے اور پیاس بجھانے کا ذریعہ ہے اور شفاعت برحق ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کے لیے ذخیرہ بنا رکھا ہے جسطرح کہ احادیث میں وارد ہوا ہے

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے حضور اقدس ﷺ کو حوض کوثر کی جو شان ملے گی اسکو بیان کیا ہے اور شفاعت کبریٰ کا جو حق ملے گا اسکو بیان کیا ہے۔

تشریح

قولہ: وَالْحَوْضُ الَّذِیْ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ غِیَاثاً لِاُمَّتِهٖ حَقٌّ

حوض کوثر کے اوصاف

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو جنت میں ایک نہر عطا فرمائی ہے جسکا نام کوثر ہے، جسکی ایک شاخ حشر کے میدان میں بھی ہوگی میدان حشر میں ایک حوض ہوگا جسمیں جنت کی نہر کوثر کا پانی لاکر جمع کیا جائے گا اسکو حوض کوثر کہتے ہیں اس حوض کوثر کی احادیث میں عجیب وغریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں اسکے پانی سے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کو حشر کے میدان میں سیراب فرمائیں گے اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا "اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ " بیشک ہم نے آپکو کوثر عطا فرمائی، کوثر سے مراد یہی حوض کوثر ہے جن احادیث میں حوض کوثر کا ذکر ہے وہ حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں تیس سے زائد صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں،

جسکے عجیب وغریب اوصاف احادیث میں بیان ہوئے ہیں مثلاً یہ کہ اسکی مسافت ایک ماہ کے برابر ہوگی اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید، مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا

اور اس حوض پر آب خورے (پیالے) آسمان کے ستاروں سے زیادہ تعداد میں ہونگے اور ستاروں سے زیادہ چمکدار ہونگے، ایک مرتبہ جو اس حوض کوثر سے پی لے گا پھر وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا لوگ قبروں سے پیاسے اٹھیں گے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کے پیاسوں کو اسی حوض کوثر سے پانی پلائیں گے اسی لئے آپ ﷺ کو ساقی کوثر کہا جاتا ہے۔

اسی کو حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند بیان فرماتے ہیں

﴿مجھے حشر کا ڈر کس لئے ہو قاسم

میرا آقا ہے وہ میرا مولا ہے وہ

جسکے قدموں میں جنت بسائی گئی

جسکے ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا﴾

قولہ: وَالشَّفَاعَةُ الَّتِیْ اِدَّخَرَهَا اللّٰهُ لَهُمْ كَمَا رُوِیَ فِیْ الْاَخْبَارِ

شفاعت النبی برحق ہے اور معتزلہ کا رد

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد کر رہے ہیں، معتزلہ کا مذہب یہ ہے جب بغیر شفاعت کے کبائر کی مغفرت جائز نہیں تو شفاعت کے ساتھ بھی کبائر کی مغفرت جائز نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل کبائر جہنم میں داخل ہونے کے بعد نہیں نکلیں گے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک "وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ" کے تحت جب بغیر شفاعت کے کبائر کی مغفرت ممکن ہے تو شفاعت کے ساتھ بدرجہ اولیٰ ممکن ہے، لہذا اہلسنت والجماعت کے نزدیک انبیاء اور صالحین کی شفاعت خصوصاً سرور دو عالم ﷺ کی شفاعت اہل کبائر کے حق میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے لوگ نکالے جائیں گے۔

حضور اقدس ﷺ کیلئے شفاعت:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ پریشان ہوکر حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے درخواست کریں گے "اِشْفَعْ اِلٰی رَبِّکَ" آدمؑ جواب میں فرمائیں گے میں اسکا اہل نہیں ہوں، تم حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمٰن ہیں چنانچہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جائیں گے وہ بھی جواب میں فرمائیں گے میں اسکا اہل نہیں ہوں، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ کلیم اللہ ہیں چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی عذر کردیں گے میں اسکا لائق نہیں، تم حضرت عیسیٰؑ کے پاس جاؤ انہیں اللہ کا روح اور کلمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے، چنانچہ سب لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس جائیں گے وہ بھی عذر کردیں گے میں اسکا لائق نہیں ہوں، تم حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ، چنانچہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا مجھے یہ اعزاز حاصل ہے چنانچہ میں اپنے رب کے پاس جانے کی اجازت طلب کرونگا مجھے اجازت مل جائے گی، اللہ تعالیٰ مجھے تعریف کے کلمات کا الہام فرمائیں گے جو مجھے ابھی معلوم نہیں، ان کلمات کے ساتھ میں اللہ کی حمد بیان کرونگا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوجاؤں گا مجھے کہا جائے گا "یَامُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" اے محمد ﷺ اپنا سر مبارک اٹھائیں آپ ﷺ کہیں آپ ﷺ کی بات سنی جائیگی آپ ﷺ سوال کریں آپ ﷺ کا سوال پورا کیا جائے گا آپ ﷺ شفاعت کریں آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائیگی میں کہوں گا "یَارَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ" مجھے کہا جائے گا آپ ﷺ دوزخ سے ان لوگوں کو نکال لیجئے جن کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود ہے چنانچہ میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا، پھر دوبارہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرونگا سجدہ میں گر پڑونگا مجھے کہا جائے گا "یَامُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" میں کہوں گا "یَارَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ" آپ ﷺ جہنم سے ان لوگوں نکال لائیں جنکے دل میں ذرہ یا رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود ہے میں انکو دوزخ سے باہر نکال لاؤنگا، پھر میں اللہ کی حمد وثنا کرونگا اور سجدہ

ریز ہو جاؤنگا تو مجھے کہا جائے "یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" میں کہوں گا "یَارَبِّ أُمَّتِیْ أُمَّتِیْ" مجھے کہا جائے گا جسکے دل میں ادنیٰ سے بھی ادنیٰ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسکو جہنم سے نکال لو چنانچہ میں انکو نکال لونگا،

پھر میں چوتھی دفعہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرونگا پھر سجدہ ریز ہو جاؤنگا مجھے کہا جائے گا "یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" اس پر میں کہوں گا اے میرے رب مجھے اجازت دیجئے میں ان لوگوں کو جہنم سے نکالوں جنہوں نے صرف "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہا ہو اس پر اللہ پاک فرمائیں گے یہ آپ ﷺ کا حق نہیں ہے، مجھے اپنی عزت، جلال، کبریائی اور اپنی عظمت کی قسم، میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور بالضرور نکالوں گا جنہوں نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا ہوگا

(بخاری ومسلم)

حضور اقدس ﷺ کی شفاعت کے درجات

پہلا درجہ:۔ شفاعت کبریٰ کا ہوگا جس سے حساب وکتاب شروع ہوگا یہ شفاعت کفار اور مؤمنین سب کیلئے ہوگی۔

دوسرا درجہ:۔ ان لوگوں کے بارے میں شفاعت فرمائیں گے جنہیں بلا حساب وکتاب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

تیسرا درجہ:۔ ان لوگوں کے لئے جو جنت میں داخل ہو چکے ہونگے انکے درجات کی بلندی کے لئے آپ ﷺ سفارش فرمائیں گے اور انکے درجات بلند ہونگے۔

چوتھا درجہ:۔ ان لوگوں کے بارے میں سفارش فرمائیں گے جنکی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی تو آپ ﷺ سفارش فرمائیں گے تاکہ انہیں جنت میں داخلہ مل جائے۔

پانچواں درجہ:۔ کبیرہ گناہ والوں کے حق میں آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے جنہیں گناہوں کیوجہ سے دوزخ میں بھیجا گیا ہوگا آپ ﷺ کی شفاعت سے انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

چھٹا درجہ:۔ عذاب کے مستحق لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے جنکی وجہ سے انکے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے بارے میں شفاعت کی تو اسکے لئے عذاب میں تخفیف کردی گئی فرمایا اسکو جہنم کی آگ کی جوتیاں پہنائی گئی ہیں جسکی وجہ سے اسکا دماغ ایسے کھول رہا ہے جیسے ہنڈیا کھولتی ہے۔

ساتواں درجہ:۔ کچھ لوگوں کے بارے میں حکم ہوگا کہ انہیں دوزخ میں بھیج دیا جائے تو پھر آپ ﷺ کی سفارش سے انہیں دوزخ بھیجنے سے روک لیا جائے گا۔

وَالْمِيْثَاقُ الَّذِیْ اَخَذَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهٖ حَقٌّ ،وَقَدْعَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِيْمَا لَمْ يَزَلْ عَـدَدَمَـنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَيَدْخُلُ النَّارَ، جُمْلَةً وَّاحِدَةً، لَايُزَادُفِيْ ذٰلِکَ الْعَدَدِ وَلَا يَنْـقُـصُ مِنْـهُ وَكَـذٰلِکَ اَفْعَالُهُمْ فِيْمَاعَلِمَ مِنْهُمْ اَنَّهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ وَكُلٌّ مُيَسَّرٌلِمَا خُلِقَ لَهٗ .وَالْاَعْـمَـالُ بِـالْخَوَاتِمِ وَالسَّعِيْدُمَنْ سَعِدَبِقَضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ بِقَضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی ،

ترجمہ:۔ اور وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور انکی اولاد سے لیا برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ازل ہی سے جانتا ہے کہ دفعۃً کتنے آدمی جنت میں داخل ہونگے اور کتنے آدمی جہنم میں داخل ہونگے، اس تعداد میں کمی، زیادتی نہیں ہوگی اسی طرح اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کو بھی جانتا ہے کہ وہ لوگ کیا کام کریں گے ہر شخص کو اسی کام کی توفیق ملتی ہے جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا اور اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے، اور نیک بخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں نیک بخت ہے اور بد بخت

وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں بد بخت ہے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ بالا عبارت میں امام طحاویؒ نے اس میثاق اور عہد کا ذکر کیا ہے جو آدمؑ اور انکی اولاد سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا اور ساتھ مسئلہ تقدیر کو بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی انسانوں کے افعال اور اعمال کو جانتے ہیں اور سعادت مند حقیقت میں وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سعادت مند ہے حقیقت میں شقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں شقی ہے۔

تشریح

قولہ: وَالْمِیْثَاقُ الَّذِیْ اَخَذَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ آدَمَ وَذُرِّیَّتِہٖ حَقٌّ

عالم ارواح کے عہد کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی قیامت تک جتنی اولاد ہونے والی تھی انکو آدمؑ کی پیٹھ سے نکال کر انکو شعور بخشا اور عرفات کے میدان میں انکو ظاہر کیا جو بھوری چیونٹیوں کے برابر تھے اور عالم ارواح میں روح آدمؑ اور اولاد آدمؑ کو یکجا جمع کر کے فرمایا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان ہو کر جواب دیا "قَالُوا بَلٰی" کیوں نہیں واقعی آپ ہمارے رب ہیں، اس اقرار میں انبیاءؑ کی روحیں بھی تھیں اور شہداء کی بھی، اور علماء اور صلحاء کی بھی، اور اولیاء اور اتقیاء کی بھی، اور ابرار واخیار کی بھی، اور فجار واشرار کی بھی، اور یہود ونصاریٰ کی بھی اور مشرکین وکفار کی بھی، اسی عہد کی یاددہانی کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش پیغمبر دنیا میں تشریف لائے انہوں نے اعلان کیا کہ اے لوگو! تمہارا رب، اللہ کے سوا کوئی نہیں اسی عہد کو قرآن پاک میں بیان فرمایا گیا ہے۔

"وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْابَلٰى شَهِدْنَااَنْ تَقُوْلُوْايَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّاكُنَّاعَنْ هٰذَاغٰفِلِيْنَ"

(سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲ پارہ ۹)

اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے انکی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے انکی جانوں پر، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب بولے کیوں نہیں ہم اقرار کرتے ہیں، (یہ اقرار اسلئے کرایا تھا) تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو ہم کو تو اسکی خبر نہ ہوئی۔

معتزلہ کا رد:۔ معتزلہ عہد الستُ کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں عہد الستُ کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ یہ عقل کے خلاف ہے اور کہتے ہیں توحید کے دلائل کا قائم ہو جانا یہی عہد الست بربکم ہے۔

امام طحاویؒ انکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور انکی اولاد سے وعدہ لیا وہ برحق ہے قرآن سے بھی ثابت ہے جیسے اوپر والی آیت میں اسکا ذکر ہوا اور احادیث سے بھی ثابت ہے،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن نعمان وادی میں حضرت آدمؑ کی پیٹھ سے تمام اولاد نکال کر انہیں اپنے سامنے پھیلا کر بالمشافہ ان سے کلام کرتے ہوئے وعدہ لیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے اثبات میں جواب دیا (نسائی، مستدرک حاکم)

اشکال:۔ معتزلہ اور بعض عقل پرست اشکال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ عہد کیا ہوتا تو ہمیں یاد بھی ہوتا جب کہ ہمیں یاد ہی نہیں اسلئے یہ عہد نہیں ہوا۔

جواب اول:۔ بعض مقربین کو یہ عہد یاد بھی ہے جیسے سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ ابھی تک وہ عہد الست کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے اور حضرت عبداللہ بن سہیل تستری

فرماتے ہیں کہ مجھے یہ عہد الست بربکم والا یاد ہے اگر کسی عام آدمی کو بھول گیا ہے تو اسکا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

جواب ثانی :۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا ہے کہ جس طرح بچپن میں بچہ روٹی اور پانی اور کھانے وغیرہ کا نام لیتا ہے پھر جب کچھ بڑا ہو جائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تجھے کس نے پانی اور روٹی کا نام سکھایا تھا والدہ نے یا والد نے یا بھائی نے، اسکو یہ تو معلوم ہے مجھے سکھایا گیا لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس نے سکھلایا ہے اسیطرح اگر الست والا وعدہ یاد نہیں لیکن اسکا مفہوم ذھن میں گھومتا ہے جس طرح بچے کے ذھن میں گھومتا ہے کہ مجھے روٹی کا نام سکھلایا گیا۔

الزامی جواب یہ دیا جائے گا کہ جس طرح تجھے پیدا ہونے کا وقت یاد نہیں اور والدہ کا دودھ پینا یاد نہیں اور بچپن کے واقعات یاد نہیں لیکن انکا انکار نہیں کیا جا سکتا اسی طرح تجھے اگر چہ عہد الست یاد نہیں تو اسکا انکار نہیں کیا جا سکتا جیسے تو بچپن کے واقعات بھول گیا وہ عہد الست بھی بھول گیا۔

قولہ: وَقَدْ عَلِمَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْمَا لَمْ یَزَلْ عَدَدَ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَیَدْخُلُ النَّارَ، جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً، لَایُزَادُ فِیْ ذٰلِکَ الْعَدَدِ وَلَا یَنْقُصُ مِنْہُ وَکَذٰلِکَ اَفْعَالُھُمْ فِیْمَا عَلِمَ مِنْھُمْ اَنَّھُمْ یَفْعَلُوْنَہٗ وَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ .وَالْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ وَالسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی ،

مسئلہ تقدیر

تقدیر اصل میں اللہ تعالیٰ کا راز ہے کہ تمام حوادث اور واقعات کے واقع ہونے سے پہلے ہی ہر بات کا اللہ تعالیٰ کو علم ازلی تھا اللہ تعالیٰ نے اس علم ازلی کی حکایت لوح محفوظ میں کروائی ہوئی ہے یعنی جو کچھ بھی عالم میں ہونا تھا سب کچھ لوح محفوظ میں لکھوا دیا ہے جو کچھ بھی اب ہو رہا ہے اللہ

تعالیٰ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے لکھے ہوئے کے موافق ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اسی نے مالدار بنایا اسی نے فقیر بنایا اسی نے موت دی اسی نے حیات بخشی اسی نے ھدایت دی اسی نے گمراہ کیا اسلئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے ہم اسکو نہیں جان سکتے۔

قولہ: وَقَدْ عَلِمَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْمَا لَمْ یَزَلْ، اسی کو امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے اسکا علم ہے کہ کس قدر تعداد میں لوگ ایک ہی بار جنت میں داخل ہونگے اور کس قدر تعداد میں لوگ ایک ہی بار جہنم میں داخل ہونگے اور انکی تعداد میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال اور اعمال کو بھی جانتے ہیں انکے کرنے سے پہلے، جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ ازل سے صفت علم کے ساتھ موصوف ہیں کبھی بھی علم سے قبل جہل کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

قولہ وَکُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ. وَالْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِمِ وَالسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ بِقَضَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی

سعادت اور شقاوت کا مدار خاتمہ پر ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو اسی کام کی توفیق ملتی ہے جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور اعمال کا دار مدار خاتمہ پر ہے جیسے تقدیر میں لکھا ہوا تھا اسی کے مطابق اسکا خاتمہ ہوگا، اور حقیقت میں نیک بخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں نیک بخت لکھا ہوا ہے اور حقیقت میں بدبخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں بدبخت لکھا ہوا ہے اسی تقدیر کو اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جو صادق اور مصدوق ہیں انہوں نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا اصل مادہ ماں کے رحم میں چالیس دن تک نطفہ

کی حالت میں رہتا ہے، پھر چالیس دن منجمد خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن گوشت کے لوتھڑے کی حالت میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسکی جانب ایک فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اسکا رزق، موت، عمل، نیز اسکا نیک بخت یا بد بخت ہونا بھی لکھا جاتا ہے پس اس ذات کی قسم جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں بیشک ایک شخص جنتیوں والے عمل کرتا رہتا ہے اس شخص اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے تو وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے چنانچہ وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک شخص دوزخیوں والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس شخص اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے تو وہ جنتیوں کے عمل شروع کر دیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے (رواہ البخاری، مسلم)

وَاَصْلُ الْقَدَرِ سِرُّ اللّٰهِ فِیْ خَلْقِهٖ لَمْ يَطَّلِعْ عَلٰى ذٰلِکَ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ وَالتَّعَمُّقُ وَالنَّظْرُ فِیْ ذٰلِکَ ذَرِيْعَةُ الْخُذْلَانِ، وَسُلَّمُ الْحِرْمَانِ وَدَرَجَةُ الطُّغْيَانِ فَالْحَذَرُ كُلُّ الْحَذَرِ مِنْ ذٰلِکَ نَظَرًا اَوْفِكْرًا اَوْوَسْوَسَةً فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى طَوٰى عِلْمَ الْقَدَرِ عَنْ اَنَامِهٖ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَرَامِهٖ كَمَاقَالَ فِیْ كِتَابِهٖ ﴿لَايُسْئَلُ عَمَّايَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ فَمَنْ سَاَلَ :لِمَ فَعَلَ ؟فَقَدْرَدَّ حُكْمَ كِتَابِ اللّٰهِ وَمَنْ رَدَّ حُكْمَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ،

فَهٰذَا جُمْلَةُ مَايَحْتَاجُ اِلَيْهِ مَنْ هُوَ مُنَوَّرٌ قَلْبُهٗ مِنْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهِیَ دَرَجَةُ الرَّاسِخِيْنَ فِی الْعِلْمِ لِاَنَّ الْعِلْمَ عِلْمَانِ: عِلْمٌ فِی الْخَلْقِ مَوْجُوْدٌ وَعِلْمٌ فِی الْخَلْقِ مَفْقُوْدٌ فَاِنْكَارُ الْعِلْمِ الْمَوْجُوْدِ كُفْرٌ وَادِّعَآءُ الْعِلْمِ الْمَفْقُوْدِ كُفْرٌ وَلَا يَصِحُّ الْاِيْمَانُ اِلَّا بِقَبُوْلِ الْعِلْمِ الْمَوْجُوْدِ وَتَرْکِ طَلَبِ الْعِلْمِ الْمَفْقُوْدِ.

ترجمہ: ۔ اور تقدیر میں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اسکی مخلوق میں، اس

پر اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی مقرب فرشتے کو مطلع کیا ہے اور نہ کسی نبی رسول کو، اور اسمیں تعمق (یعنی باریک طریقے سے اسمیں غور کرنا) اور نظر فکر کرنا خذلان ورسوائی کا ذریعہ اور محرومی کی سیڑھی ہے اور سرکشی میں قدم رکھنا ہے پس اس مسئلہ میں نظر وفکر اور ہر قسم کے وسوسہ سے مکمل طور بچا جائے ،پس بیشک اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم اپنی مخلوق سے لپیٹ لیا ہے اور اسکے مقصد کو حاصل کرنے سے روک دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا ہے اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا اسکے بارے میں جو وہ کرتے ہیں اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا، پس جس شخص نے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا ہے تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کو رد کردیا اور جس شخص نے اللہ کی کتاب کے حکم کو رد کردیا تو وہ کافروں میں سے ہوگا، جن مسائل کا ذکر ہوا یہ وہ مسائل ہیں جنکی ضرورت وہ لوگ محسوس کرتے ہیں جو اولیا اللہ ہیں جنکے دل نور ایمان سے منور ہیں اور یہی راسخین فی العلم کا درجہ ہے کیونکہ علم دو قسم پر ہے ایک وہ علم جو مخلوق میں موجود ہے دوسرا وہ علم جو مخلوق میں مفقود ہے پس موجود علم کا انکار کفر ہے اور مفقود علم کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے اور ایمان صحیح نہیں ہوسکتا جب تک موجود علم کو قبول نہ کرے اور پوشیدہ علم کو ترک نہ کردے۔

تجزیہ عبارت :۔مذکورہ بالا عبارت میں امام طحاویؒ نے مسئلہ تقدیر کو بیان کیا ہے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے اور کسی کو اس پر مطلع نہیں کیا گیا اس میں بحث کرنا اور نظر وفکر کرنا گمراہی کا ذریعہ ہے اور جو راسخ فی العلم ہیں وہ شریعت کے موجود علم پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں، اور جو علم مفقود ہے یعنی تقدیر کا علم اس میں بحث نہیں کرتے اور کامل ایمان کی یہی علامت ہے۔

تشریح

<u>قولہ:</u> وَاَصْلُ الْقَدْرِ سِرُّاللّٰهِ فِيْ خَلْقِهٖ لَمْ يَطَّلِعْ عَلٰى ذٰلِكَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَالتَّعَمُّقُ وَالنَّظْرُفِيْ ذٰلِكَ ذَرِيْعَةُ الْخُذْلَانِ،وَسُلَّمُ الْحِرْمَانِ وَدَرَجَةُ الطُّغْيَانِ

مسئلہ تقدیر

یہاں سے امام طحاویؒ تقدیر کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ تقدیر میں اصل بات یہ ہے اللہ تعالیٰ کا مخلوق میں ایک راز ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اسکو کوئی نہیں جانتا، اور تقدیر کا علم اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی مقرب فرشتے کو دیا ہے اور نہ کسی نبی ورسول کو دیا ہے، اور تقدیر کے مسئلہ میں بحث کرنا اور غور وفکر کرنا یہ انسان کے لئے رسوائی کا ذریعہ ہے اور محرومی کی سیڑھی ہے اور سرکشی کا مقام ہے اسلئے تقدیر کے مسئلہ میں نظر وفکر اور بحث کرنے سے بچا جائے۔

مسئلہ تقدیر میں اہلسنت والجماعت کا مذہب:۔ تمام واقعات کے وقوع سے قبل ہی اللہ تعالیٰ کو ازل ہی سے انکے بارے میں علم کامل ہے اور جو کچھ ہونے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھوا دیا ہے، جو کچھ اب ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور لوح محفوظ کے لکھے ہوئے کے مطابق ہو رہا ہے۔

اہلسنت والجماعت کا یہ بھی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے افعال کا اختیار دیا ہے کہ اپنے اختیار سے اپنے افعال کا کسب کرتے ہیں لیکن ان افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور جو شخص اپنے اختیار سے اچھے اعمال کریگا اس پر اجر وانعام ملے گا اور جو شخص برے اعمال کریگا اسے سزا ملے گی کیونکہ کسب خیر محمود ہے اور کسب شر مذموم ہے۔

معتزلہ کا مذہب:۔ معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے بندہ میں قدرت تامہ اور اختیار کامل رکھا ہوا ہے لہذا بندہ اپنے اختیار سے اپنے اعمال کا خود خالق ہے بندہ کے کسی عمل جزئی میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے انکو قدریہ کہا جاتا ہے حدیث پاک میں بطور پیشین گوئی کے اس فرقہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور انکی مذمت کی گئی ہے، انکا یہ بھی مذہب ہے کہ پہلے سے کوئی نظام اللہ کے علم میں اور لوح محفوظ میں طے شدہ نہیں ہے جو ہونا ہوتا ہے وہ ساتھ ساتھ نیا

ہورہا ہوتا ہے۔

مسئلہ تقدیر میں سلامتی کی راہ:۔ مسئلہ تقدیر میں سلامتی کی راہ یہ ہے کہ علوم وحی کی اتباع کی جائے اور شریعت مطہرہ جن عقائد اور اعمال واخلاق کا حکم دیتی ہے انکو اختیار کیا جائے اور مسئلہ تقدیر میں بحث ومباحثہ اور نظر وفکر سے بچا جائے ورنہ اسکا انجام آخرت کے اعتبار سے ذلت ورسوائی ہے اور دنیا میں سرکشی وگمراہی کا سبب ہے، مسئلہ تقدیر میں انسان کی آزمائش ہے جسمیں کامیابی کا راستہ اتباع تعلیم وحی ہے اور ناکامی اور رسوائی کا راستہ مسئلہ تقدیر میں الجھنا اور عقلی موشگافیاں چھوڑنا ہے۔

قولہ: فَالْحَذَرُ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ ذٰلِكَ نَظَرًا اَوْفِكْرًا اَوْوَسْوِسَةً فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى طَوَىٰ عِلْمَ الْقَدَرِ عَنْ اَنَامِهٖ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَرَامِهٖ كَمَاقَالَ فِيْ كِتَابِهٖ ﴿لَايُسْئَلُ عَمَّايَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ فَمَنْ سَاَلَ :لِمَ فَعَلَ ؟فَقَدْرَدَّ حُكْمَ كِتَابِ اللّٰهِ ومَنْ رَدَّ حُكْمَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ

مسئلہ تقدیر میں الجھنا گناہ ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں مسئلہ تقدیر میں الجھنے سے اور عقلی موشگافیاں چھوڑنے سے نظر وفکر کرنے سے اور ہر قسم کے وسوسے سے مکمل طور پر پرہیز کیا جائے کیونکہ تقدیر کا علم اللہ تعالیٰ نے تمام عالم سے مخفی رکھا ہوا ہے اور تقدیر کے مقصد کو حاصل کرنے سے روک دیا ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے لَايُسْئَلُ عَمَّايَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (سورۃ الانبیاء پارہ ۱۷ آیت ۲۳)
کہ جو کام اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اسکی پوچھ نہیں ہوگی اور جو کام لوگ کرتے ہیں اسکی ان سے پوچھ ہوگی، لہذا جس شخص نے تقدیر میں بحث ومباحثہ کر کے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا تو اسنے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کو رد کر دیا اور جس نے کتاب اللہ کے حکم کو رد کر دیا وہ کافر ہوگیا۔

قوله: فَهٰذَا جُمْلَةُ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ مَنْ هُوَ مُنَوَّرٌ قَلْبُهُ مِنْ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهِيَ دَرَجَةُ الرَّاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ لِاَنَّ الْعِلْمَ عِلْمَانِ: عِلْمٌ فِي الْخَلْقِ مَوْجُوْدٌ وَعِلْمٌ فِي الْخَلْقِ مَفْقُوْدٌ فَاِنْكَارُ الْعِلْمِ الْمَوْجُوْدِ كُفْرٌ وَادِّعَاءُ الْعِلْمِ الْمَفْقُوْدِ كُفْرٌ وَلَا يَصِحُّ الْاِيْمَانُ اِلَّا بِقَبُوْلِ الْعِلْمِ الْمَوْجُوْدِ وَتَرْكِ طَلَبِ الْعِلْمِ الْمَفْقُوْدِ

علم کی اقسام

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جن مسائل کا ذکر ہوا انکی ضرورت وہ لوگ محسوس کرتے ہیں جو اولیاء اللہ ہیں جنکے دل نور ایمان سے منور ہیں اور وہ راسخ فی العلم کے درجہ پر فائز ہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ علم دو قسم پر ہیں ایک علم وہ ہے جو مخلوق میں موجود ہے یعنی جو شریعت کے احکام ہیں نہ صرف انکا اعتقاد رکھنا ضروری ہے بلکہ انکے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے اور دوسرا وہ علم جو مخلوق میں موجود نہیں ہے یعنی تقدیر کا علم جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے لپیٹ لیا ہے جس پر کسی مقرب فرشتے اور نبی اور رسول کو بھی مطلع نہیں کیا گیا ہے۔

لہذا موجود علم کو سیکھنا اور اسکا اعتقاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اسکا انکار کرنا کفر ہے اسی طرح علم مفقود کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے کیونکہ تقدیر کا علم مخلوق سے پوشیدہ ہے اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوسکتا بلکہ ایمان صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ موجود علم کو قبول نہ کرلے اور تقدیر پر بحث مباحثہ کرنے کو ترک نہ کردے۔

فوائد تقدیر

راسخین فی العلم کا راستہ تقدیر کو ماننا ہے اسمیں کئی فوائد ہیں

پہلا فائدہ:۔ تقدیر پر ایمان رکھنے والا خواہ کتنے ہی مصائب آجائیں ان مصائب کے آنے

پر زیادہ گھبراتا نہیں کیونکہ اسکو یقین ہے کہ یہ مصیبت تقدیر میں لکھی ہوئی تھی جو ہر حال میں مجھے پہنچنی تھی اور اس مصیبت کو بھیجنے والے میرے خالق اور مالک ہیں جو مجھ پر مہربان بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں اس مصیبت کے اندر بھی انکی کوئی حکمت ضرور ہوگی اسلئے وہ صدمہ بہت جلد دور ہو جاتا ہے بخلاف تقدیر کو نہ ماننے والا ایسے موقعوں پر خودکشی وغیرہ میں یا کسی اور قدم اٹھانے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ:۔ تقدیر پر ایمان رکھنے والا ناجائز اسباب کو اختیار کر کے مجرم نہیں بنتا کیونکہ اسکو یقین ہے ہونا تو وہی ہے جو میرے مقدر میں لکھا ہوا ہے پھر میں ناجائز اسباب اور ناجائز تدابیر اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کا مجرم کیوں بنوں بخلاف تقدیر کو نہ ماننے والا بے دھڑک ناجائز تدابیر اور اسباب اختیار کرتا ہے۔

تیسرا فائدہ:۔ تقدیر پر یقین رکھنے والا تکبر اور غرور اور خود پسندی میں مبتلا نہیں ہوتا وہ ڈرتا رہتا ہے نامعلوم مستقبل میں میری تقدیر میں کیا لکھا ہوا ہے اور یہ جو میری اچھی حالت ہے اسمیں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے بخلاف تقدیر کو نہ ماننے والا اچھی حالت میں عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خوبیوں کے موجود ہونے پر تکبر اور غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

چوتھا فائدہ:۔ تقدیر پر ایمان رکھنے والا اسباب کے جمع ہونے پر اسباب پر فریفتہ نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کوئی سبب اس وقت تک مؤثر نہیں ہو سکتا جب تک میری تقدیر میں نہ لکھا ہو اور رب العزت اثر نہ ڈالیں اور اسباب مہیا نہ ہونے پر مایوس نہیں ہوتا اور ہمت نہیں ہارتا وہ یقین رکھتا ہے کہ ان تھوڑے اسباب میں بھی اللہ تعالیٰ اثر ڈال کر میرا کام بنا سکتے ہیں بخلاف تقدیر پر یقین نہ رکھنے والا زوردار اسباب کے جمع ہونے پر فریفتہ ہو جاتا ہے کیونکہ اسکی نظر اسباب پر ہوتی ہے تقدیر

پر نہیں اور اسباب مہیا نہ ہونے پر ہمت ہار کر مایوس ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور کوشش بھی چھوڑ دیتا ہے

لوح و قلم

وَنُؤمِنُ بِاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ بِجَمِيْعِ مَافِيْهِ قَدْرُقِمَ فَلَوِ اجْتَمَعَ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ فِيْهِ اَنَّهُ كَائِنٌ لِيَجْعَلُوْهُ غَيْرَ كَائِنٍ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ ،جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

وَمَا اَخْطَاَالْعَبْدُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهُ وَمَااَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ وَعَلَى الْعَبْدِاَنْ يَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْسَبَقَ عِلْمُهُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ كَائِنٍ مِنْ خَلْقِهٖ وَقَدَّرَ ذٰلِكَ بِمَشِيْئَتِهٖ تَقْدِيْرًا مُحْكَمًا مُبْرَمًا،لَيْسَ فِيْهِ نَاقِضٌ وَلَا مُعَقِّبٌ وَلَا مُزِيْلٌ وَلَا مُغَيِّرٌ وَلَا مُحَوِّلٌ وَلَازَائِدٌ وَلَانَاقِصٌ مِنْ خَلْقِهٖ فِيْ سَمَاوَاتِهٖ وَاَرْضِهٖ وَذٰلِكَ مِنْ عَقْدِ الْاِيْمَانِ وَاُصُوْلِ الْمَعْرِفَةِ وَالْاِعْتِرَافِ بِتَوْحِيْدِ اللّٰهِ وَرَبُوْبِيَّتِهٖ كَمَاقَالَ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ :﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾وَقَالَ تَعَالٰى :﴿وَكَانَ اَمْرُاللّٰهِ قَدَرًامَّقْدُوْرًا﴾فَوَيْلٌ لِمَنْ صَارَ لَهُ اللّٰهُ فِي الْقَدْرِ خَصِيْمًا، وَاَحْضَرَلِلنَّظْرِفِيْهِ قَلْبًا سَقِيْمًا،لَقَدْ اِلْتَمَسَ بِوَهْمِهٖ فِيْ مَحْضِ الْغَيْبِ سِرًّا كَتِيْمًا وَعَادَبِمَاقَالَ فِيْهِ اَفَّاكًا اَثِيْمًا.

ترجمہ:۔ ہم لوح و قلم اور جو کچھ اسمیں مرقوم ہے سب پر ایمان رکھتے ہیں پس اگر تمام مخلوق اس بات پر جمع ہو جائے کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ وہ ہونے والا ہے تا کہ اسکو نہ ہونے دیں تو اس پر قادر نہ ہونگے ،اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے قلم اسکو تحریر کر کے خشک ہو چکی ہے اور جو چیز بندے سے خطا کر جائے یعنی اسکو نہ پہنچے تو وہ اسکو کبھی پہنچنے والی نہ تھی اور جو چیز اسکو پہنچی ہے وہ اس سے کبھی خطا کرنے والی نہ تھی اور بندے پر لازم ہے کہ اس بات کا یقین رکھے کہ

اللہ تعالیٰ کا علم اسکی مخلوق میں سے ہر موجود ہونے والی چیز سے متعلق پہلے ہی سے موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنی مشیئت کے ساتھ محکم اور قطعی تقدیر کے ساتھ ایک اندازے سے مقدر کیا ہے، جسکو کوئی توڑنے والا نہیں اور نہ اسکو کوئی پیچھے ہٹانے والا اور نہ کوئی زائل کرنے والا ہے اور نہ اسمیں کوئی کسی قسم کا تغیر وتبدل کرنے والا ہے اور نہ اسکو کوئی پھیرنے والا ہے، اور نہ اسمیں کوئی زیادتی اور کمی کرنے والا ہے اسکی سماوی اور ارضی مخلوق میں سے کوئی بھی اسکی طاقت نہیں رکھتا، مذکورہ چیزیں ایمان کی بنیاد اور معرفت کے اصول اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکی ربوبیت کے اعتراف پر مشتمل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے اپنی کتاب عزیز میں، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس نے انکی تقدیر بنائی ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اللہ تعالیٰ کا امر تقدیر کے مطابق ہے، پس ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو تقدیر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑنے والا بن گیا اور اسنے تقدیر میں غور وفکر کرنے کیلئے اپنے بیمار دل کو معروف کیا اپنے وہم کے ساتھ غیب امور کی کرید میں ایک پوشیدہ اور مخفی راز کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور جو بات اس نے اس بارے میں کہی اسکی وجہ سے وہ جھوٹ باندھنے والا گنہگار ثابت ہوا۔

تجزیہ عبارت :۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسکو بیان کیا ہے کہ اسی لکھے ہوئے کے مطابق ہو رہا اور مخلوق میں سے کوئی بھی نہ اسکو بدل سکتا ہے اور نہ اسمیں کمی زیادتی کر سکتا ہے۔

تشریح

قولہ: وَنُؤمِنُ بِاللَّوحِ وَالْقَلَمِ بِجَمِيعِ مَافِيهِ قَدْرُقِمَ فَلَوِاجْتَمَعَ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ كَتَبَهُ اللّٰهُ فِيهِ أَنَّهُ كَائِنٌ لِيَجْعَلُوهُ غَيْرَ كَائِنٍ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ ،جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

لوح وقلم پر ایمان ضروری ہے

یہاں سے بھی امام طحاویؒ تقدیر کے مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں کہ ہم لوح وقلم پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

اور جو چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے کہ یہ ہو کر رہے گی اگر ساری مخلوق جمع ہو کر اسکو روکنا چاہے تو ساری مخلوق اسکو روکنے پر قادر نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر تمام مخلوق جمع ہو جائے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں نہیں لکھا اسکو کر کے دکھائیں تو ساری مخلوق اس پر قادر نہ ہوگی اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے قلم اسکو تحریر کر کے خشک ہو چکا ہے۔

لوح وقلم سے کیا مراد ہے؟

لوح محفوظ سے وہ کتاب یا تختی مراد ہے جسمیں تمام مخلوق کی تقدیریں لکھی ہوئی ہیں اور قلم سے مراد وہ قلم ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کر اسکے ساتھ لوح محفوظ میں تمام کائنات کی تقدیریں تحریر فرمائیں۔

جیسا کہ عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے فرمایا کہ لکھ اس نے دریافت کیا یا اللہ میں کیا لکھوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا قیامت کے قائم ہونے تک ہر چیز کی تقدیر لکھو۔

(رواہ ابوداؤد)

قوله: وَمَا اَخْطَاَ الْعَبْدُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهُ وَمَا اَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ وَعَلَى الْعَبْدِ اَنْ يَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ سَبَقَ عِلْمُهُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ كَائِنٍ مِنْ خَلْقِهِ وَقَدَّرَ ذٰلِكَ بِمَشِيْئَتِهِ تَقْدِيْرًا مُحْكَمًا مُبْرَمًا، لَيْسَ فِيْهِ نَاقِضٌ وَلَا مُعَقِّبٌ وَلَا مُزِيْلٌ وَلَا مُغَيِّرٌ وَلَا مُحَوِّلٌ

وَلَازَائِدٌ وَلَانَاقِصٌ مِنْ خَلْقِهٖ فِیْ سَمٰوَاتِهٖ وَاَرْضِهٖ

مسئلہ تقدیر کی مزید وضاحت

یہاں سے امام طحاویؒ مسئلہ تقدیر کی وضاحت کررہے ہیں کہ جو چیز بندہ سے خطا کر جائے یعنی اسکو حاصل نہ ہو تو اس پر یقین رکھے کہ اس کو وہ کبھی بھی حاصل ہونے والی نہ تھی اور اسکی تقدیر میں لکھی ہوئی نہ تھی، اور جو چیز اسکو حاصل ہوجائے تو وہ اس سے کبھی خطا کرنے والی نہ تھی اسکو ضرور مل کر رہنی تھی کیونکہ اسکی تقدیر میں لکھی ہوئی تھی، اسی کو ایک شاعر کہتا ہے:۔

﴿مَاقَضٰی اللّٰهُ کَائِنٌ لَامَحَالَةَ

وَالشَّقِیُّ الْجَهُوْلُ مَنْ لَامَ حَالَهٗ﴾

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ لامحالہ ہوکر رہے گا اور بدبخت جاہل ہے وہ انسان جو اپنے حال پر ملامت کرتا ہے۔

قوله: 'وَعَلَی الْعَبْدِاَنْ یَعْلَمَ الخ

یہاں سے امام طحاویؒ مسئلہ تقدیر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر شخص کو یہ اعتقاد اور یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام مخلوق کے بارے میں پہلے ہی سے موجود ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی تقدیر پہلے ہی سے لکھ چکے ہیں، جو نہایت محکم اور مضبوط ہے جسکو کوئی توڑنے والا نہیں اور نہ اسکو کوئی پیچھے ہٹانے والا ہے اور نہ اس تقدیر کو کوئی زائل کرنے والا ہے اور نہ اسمیں کوئی کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنے والا اور نہ اسکو کوئی پھیرنے والا ہے اور نہ اسمیں کوئی زیادتی اور کمی کرنے والا ہے اسکی سماوی اور ارضی مخلوق میں سے کوئی بھی اسکی طاقت نہیں رکھتا،

امام طحاویؒ مسئلہ تقدیر کے ساتھ ساتھ معتزلہ کا بھی رد کررہے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی نہیں یعنی اللہ پاک بندوں کے افعال کو نہیں جانتے ہاں جب بندے کوئی کام کرلیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے انکار د کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق کے بارے میں علم

پہلے ہی سے ہے۔

قولہ: وَذٰلِکَ مِنْ عَقْدِ الْاِیْمَانِ وَاُصُوْلِ الْمَعْرِفَةِ وَالْاِعْتِرَافِ بِتَوْحِیْدِ اللّٰهِ وَرُبُوْبِیَّتِهِ کَمَا قَالَ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهِ الْعَزِیْزِ: ﴿وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا﴾ وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا﴾ فَوَیْلٌ لِمَنْ صَارَ لَهُ اللّٰهُ فِی الْقَدَرِ خَصِیْمًا، وَاَحْضَرَ لِلنَّظَرِ فِیْهِ قَلْبًا سَقِیْمًا، لَقَدْ اِلْتَمَسَ بِوَهْمِهٖ فِیْ مَحْضِ الْغَیْبِ سِرًّا کَتِیْمًا وَعَادَ بِمَا قَالَ فِیْهِ اَفَّاکًا اَثِیْمًا

مسئلہ تقدیر اصول ایمان میں سے ہے

یہاں سے امام طحاویؒ ایمان بالقدر کی جو ابحاث گزری ہیں انکی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مذکورہ چیزیں ایمان کے عقائد اور معرفت کے اصول نیز اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکی ربوبیت کا اعتراف کہلاتی ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا" کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اسکی خاص تقدیر ٹھہرائی ہے اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَکَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا" اللہ تعالیٰ کا حکم طے شدہ تقدیر کے مطابق ہے، آگے امام طحاویؒ اس شخص کے بارے جو تقدیر میں الجھنے سے باز نہ آئے فرمایا ایسے انسان کیلئے ہلاکت ہے جو تقدیر کے مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا مخالف بن گیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑنے لگا اور وہ تقدیر میں غور و فکر کرنے کے لئے بیمار دل لے کر آیا اور وہ محض اپنے وہم کے ساتھ غیب کی تنگ نائیوں میں مخفی چیزوں کو تلاش کرتا ہے اور جو اسنے باتیں کی ہیں انکی وجہ سے وہ جھوٹا گنہگار ثابت ہوا۔

محمد اصغر علی عفا اللہ عنہ

فاضل دار العلوم فیصل آباد و فاضل عربی،

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

عرش وکرسی

وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ، وَهُوَ عَزَّوَجَلَّ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَمَادُوْنَهُ مُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَبِمَا فَوْقَهُ، وَقَدْ أَعْجَزَ عَنِ الْإِحَاطَةِ خَلْقَهُ، وَنَقُوْلُ :إِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً، وَكَلَّمَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا، إِيْمَانًا وَتَصْدِيْقًا وَتَسْلِيْمًا

ترجمہ:۔ عرش اور کرسی برحق ہیں اور اللہ عز وجل عرش اور غیر عرش سے بے نیاز ہے اور وہ ہر چیز اور جو اسکے اوپر ہے اس پر احاطہ کرنے والا ہے اور اس نے مخلوق کو اپنا احاطہ کرنے سے عاجز کر دیا ہے۔

اور ہم کہتے ہیں اس بات پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسکی تصدیق کرتے ہوئے اور اسکو مانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰؑ سے ہم کلام ہوئے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب نے اللہ تعالیٰ کے عرش اور کرسی کو بیان کیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ ہونے کا اعزاز اور حضرت موسیٰؑ کو جو کلیم اللہ ہونے کا اعزاز ملا ہے اسکو بیان کیا ہے۔

تشریح

<u>قولہ:</u> **وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ، وَهُوَ عَزَّوَجَلَّ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَمَادُوْنَهُ مُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَبِمَا فَوْقَهُ، وَقَدْ أَعْجَزَ عَنِ الْإِحَاطَةِ خَلْقَهُ**

عرش اور کرسی برحق ہیں اور اللہ عز وجل عرش اور مادون عرش سے مستغنی ہیں۔

عرش اور کرسی برحق ہیں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں اسکا تذکرہ فرمایا "ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ"
(سورۃ البروج آیت ۱۵ پارہ ۳۰) کہ عرش کا مالک بڑی شان والا ہے جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔
دوسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے
"اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ" (سورہ النمل آیت ۲۶ پارہ ۱۹)
کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے،
تیسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَھُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ
(سورۃ الحاقۃ آیت ۱۷ پارہ ۲۹)
کہ تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا، اور حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اجازت دی گئی کہ میں حاملین عرش فرشتوں کے بارے میں وضاحت کروں کہ انکے کندھوں اور کان کی لوؤں کے درمیان سات سو سال کی مسافت ہے (ابوداؤد)
ابن ابی حاتم میں ہے کہ کندھے اور کان کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ پرندے سات سو سال تک اڑتے رہیں گے۔
اور کرسی کے بارے میں رب العزت کا ارشاد ہے
"وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۵ پارہ ۳)
کہ اسکی کرسی آسمانوں اور زمین کو وسیع ہے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کی کرسی کے سامنے اسی طرح ہیں جسطرح بہت بڑے میدان کے درمیان انگوٹھی کا حلقہ رکھ دیا جائے اور کرسی سے عرش کی بڑائی بھی ایسی ہی ہے جیسے بہت بڑے میدان میں انگوٹھی کا حلقہ ہو اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کی کرسی کے سامنے اسی طرح ہیں جسطرح بہت بڑی تھال کے اندر سات درہم رکھ دیے جائیں (تفسیر مظہری)

قولہ: مُسْتَغْنٍ عَنِ الْعَرْشِ الخ

اللہ تعالیٰ عرش سے مستغنی ہیں

لیکن اللہ تعالیٰ عرش اور کرسی اور اس سے کے علاوہ اشیاء سے مستغنی ہیں وہ انکے محتاج نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہر جانب سے احاطہ کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات پر غالب ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ'' (سورۃ الانعام آیت ۱۸ پارہ ۷)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنے احاطہ سے عاجز کردیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وراء الوراء ذات ہے اسکی عظمت اور بلندی اور قدرت تک کسی کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔

قولہ: وَنَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا، وَكَلَّمَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا، اِيْمَانًا وَتَصْدِيْقًا وَتَسْلِيْمًا

صفات ابراہیمؑ وموسیٰؑ اور جہمیہ فرقہ کا عقیدہ

یہاں سے امام طحاویؒ جہمیہ فرقہ کا رد فرمارہے ہیں جنکا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل نہیں بنایا کیونکہ خلت کمال محبت کا نام ہے جو جانبین سے محبت کا تقاضا کرتی ہے اور محبّ اور محبوب کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں، اور ابراہیم مخلوق ہیں تو قدیم اور محدث کے درمیان کچھ مناسبت نہیں ہے تو ان میں محبت کیسے ہوگی، اسی طرح جہمیہ فرقہ نے اللہ تعالیٰ کا موسیٰؑ سے ہم کلام ہونے کا بھی انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں اور موسیٰؑ مخلوق اور محدَث ہیں تو قدیم اور مخلوق کے درمیان کچھ مناسبت نہیں تو ان میں کلام کیسے ہوسکتی ہے۔

جہمیہ فرقہ کا رد: ۔جہمیہ فرقہ کا رد قرآن بھی کرتا ہے کیونکہ رب العزت کا ارشاد ہے

''وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا'' (سورہ النساء آیت ۱۲۵ پارہ ۵)

کہ اس نے اتباع کی دین ابراہیمؑ کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ

کو خلیل بنایا، اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں رب العزت کا ارشاد ہے "وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (سورۃ النساء آیت ۱۶۴ پارہ ۶)

اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے ہم کلام ہوئے، اور جہمیہ کا رد حدیث مبارکہ بھی کر رہی ہے اور حدیث مبارکہ میں بھی حضرت ابراہیمؑ کا خلیل اللہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اللہ نے خلیل بنایا جیسا کہ اسنے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل بنایا ہے نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں نے زمین والوں میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیل بناتا لیکن میں تو اللہ کا خلیل ہوں (رواہ مسلم)

خلت اس کامل محبت کا نام ہے کہ اسمیں محب مستغرق ہو جائے باقی اللہ تعالیٰ کی محبت اور خلت کی کیفیت معلوم نہیں کہ وہ کس طرح ہے "كَمَا يَلِيْقُ بِشَانِهٖ" جس طرح اللہ تعالیٰ کے لائق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات "كَمَا يَلِيْقُ بِشَانِهٖ" ہیں۔

امام طحاویؒ جہمیہ فرقہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم تو اسکے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے ہمکلام ہوئے ہیں اس پر ہمارا ایمان ہے، ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں اور اسکو تسلیم کرتے ہیں۔

وَنُؤْمِنُ بِالْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ، وَالْكُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، وَنَشْهَدُ اَنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ وَنُسَمِّيْ اَهْلَ قِبْلَتِنَا مُسْلِمِيْنَ مُؤْمِنِيْنَ مَادَامُوْا بِمَاجَاءَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ مُعْتَرِفِيْنَ، وَلَهُ بِكُلِّ مَاقَالَ وَاَخْبَرَ مُصَدِّقِيْنَ غَيْرَ مُكَذِّبِيْنَ.

وَلَا نَخُوْضُ فِي اللّٰهِ وَلَا نُمَارِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا نُجَادِلُ فِي الْقُرْآنِ وَنَعْلَمُ اَنَّهُ كَلَامُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ فَعَلَّمَهُ سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدًا ﷺ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَكَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَايُسَاوِيْهِ شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْمَخْلُوْقِيْنَ. وَلَانَقُوْلُ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ، وَلَانُخَالِفُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ:۔ ہم فرشتوں اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو رسولوں پر نازل ہوئیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ واضح حق پر تھے اور ہم تمام اہل قبلہ کو مسلمان اور مؤمن سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے لائے ہوئے دین کا اعتراف کریں اور آپ ﷺ کے ہر قول اور خبر کی تصدیق کریں تکذیب نہ کریں،

اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں شک کرتے ہیں اور نہ ہم قرآن پاک کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ رب العالمین کا کلام ہے اسکو روح الامینؑ لے کر اترا ہے اور سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کو اسکی تعلیم دی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق کے کلام میں سے کوئی شئی بھی اسکے برابر نہیں ہو سکتی اور ہم قرآن پاک کو مخلوق نہیں کہتے ہیں ہم مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت نہیں کرتے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام اور ان (انبیاءؑ) پر جو آسمانی کتابیں اتریں اس پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے اور اہل قبلہ کے مسلمان اور مؤمن ہونے کا ذکر کیا ہے جبکہ وہ دین محمدی ﷺ کی تصدیق کرتے ہوں اور قرآن مجید کو رب العالمین کا کلام ہونے کو واضح کیا ہے اور اسکے مخلوق ہونے کی نفی کی ہے۔

تشریح

ملائکہ اور کتب منزلہ کا بیان

قولہ: **وَنُؤْمِنُ بِالْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ، وَالْكُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، وَنَشْهَدُ اَنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ**

فلاسفہ اور اہل بدعت کا نظریہ:۔ فلاسفہ اور اہل بدعت، فرشتوں اور رسولوں اور انکی

آسمانی کتابوں پر ایمان نہیں رکھتے اور فرشتوں اور انبیاء اور آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں۔

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ:۔ فرشتے ایک خاص نوع کے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو فطری طور پر اللہ تعالیٰ کے حکم پر پورا عمل کرتے ہیں اور یہ خیر اور اطاعت پر پیدا کیے گئے ہیں شر اور معصیت کی انکے اندر صلاحیت ہی نہیں، یہ نور سے پیدا کیے ہیں اور ہماری نظروں سے غائب ہیں اور یہ نہ مرد ہیں اور نہ عورت ہیں اور ان میں توالد اور تناسل کا سلسلہ نہیں ہوتا، ان میں سے بعض فرشتے پہاڑوں پر بعض بادلوں پر، بعض بارش پر مقرر ہیں بعض اعمال لکھنے پر بعض قبر میں سوال و جواب پر، نیز مختلف کاموں پر فرشتے مامور ہیں اور جن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں مقرر کیا ہے انہی میں لگے رہتے ہیں اور ذرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ"

(سورۃ التحریم آیت ۶ پارہ ۲۸)

وہ فرشتے نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی جو انکو حکم دیں، اور وہی کرتے ہیں جو انکو حکم دیا جاتا ہے، ان فرشتوں کی گنتی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، لیکن اتنی بات معلوم ہے کہ فرشتے بہت سے ہیں اور ان میں سے چار مقرب فرشتے اور مشہور ہیں (۱) حضرت جبرائیلؑ، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اور آسمانی کتابیں اور احکام پیغمبروں کے پاس لاتے تھے (۲) حضرت اسرافیلؑ، جو قیامت میں صور پھونکیں گے (۳) حضرت میکائیلؑ جو بارش برسانے اور مخلوق کو رزق پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں (۴) حضرت عزرائیلؑ جو مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

قولہ وَالنَّبِیّٖنَ، وَالْکُتُبِ الْمُنَزَّلَۃِ الخ

فلاسفہ اور اہل بدعت کا رد

یہاں سے امام طحاویؒ فلاسفہ اور اہل بدعت جو انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں انکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم انبیاءؑ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمانی

کتابیں اتاری ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ انبیاء واضح حق پر تھے۔

اور انبیاء وہ مبارک ہستیاں ہوتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے اور انسان ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے احکام بندوں تک پہنچانے کے لئے مبعوث فرماتے ہیں وہ سچے ہوتے ہیں اور کبھی ان سے جھوٹ اور گناہ سرزد نہیں ہوتا وہ بچپن ہی سے ولی کامل ہوتے ہیں اور انکی ولایت بمنزلہ سمندر کے ہوتی ہیں اور تمام ولیوں کی ولایت بمنزلہ قطرہ کے ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پورے پورے پہنچاتے ہیں اس میں کمی بیشی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی حکم کو چھپاتے ہیں ،البتہ رسول اور نبی میں تھوڑے سا فرق ہے "اَلرَّسُوْلُ بَعَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی الْخَلْقِ لِتَبْلِیْغِ الْاَحْکَامِ وَقَدْ یَشْتَرِطُ فِیْہِ الْکِتَابُ بِخِلَافِ النَّبِیِّ فَاِنَّہٗ اَعَمٌّ"

کہ رسول وہ انسان ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف احکام شرعیہ پہنچانے کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور اسکو نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو، بخلاف نبی کے اسے چاہے نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ وہ پہلی ہی شریعت اور کتاب کا تابع ہو۔

ان انبیاء علیہم السلام پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں نازل ہوئیں مگر بڑی کتابیں چار ہیں (۱) توراۃ حضرت موسیٰ علیہم السلام پر نازل ہوئی (۲) زبور حضرت داؤد علیہم السلام پر نازل ہوئی (۳) انجیل حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر نازل ہوئی (۴) قرآن مجید ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا، لیکن صحیفوں کی تعداد معلوم نہیں البتہ اتنی بات معلوم ہے کہ کچھ صحیفے حضرت آدم علیہم السلام پر اور کچھ حضرت شیث علیہم السلام پر کچھ حضرت ابراہیم علیہم السلام پر نازل ہوئے انکے علاوہ اور بھی صحیفے ہیں جو بعض پیغمبروں پر نازل ہوئے ، یہ سارے انبیاء علیہم السلام برحق نبی تھے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں جیسے یہود وغیرہ نے کہا "نؤمن ببعض ونکفر ببعض" بلکہ ہم سب کو مانتے ہیں۔

قولہ: وَنُسَمِّیْ اَھْلَ قِبْلَتِنَا مُسْلِمِیْنَ مُؤْمِنِیْنَ مَادَامُوْا بِمَا جَاءَ بِہٖ النَّبِیُّ

ﷺ معترفین، وَلَہٗ بِکُلِّ مَاقَالَ وَاَخبَرَ مُصَدِّقِیْنَ غَیرَ مُکَذِّبِیْنَ

اہل قبلہ مسلمان ہیں اور معتزلہ اور خوارج کا رد

معتزلہ اور خوارج کا مذہب یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے البتہ معتزلہ کہتے ہیں اسلام سے تو خارج ہو گیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا انکے نزدیک "منزلۃ بین منزلتین" کہ اسلام اور کفر کے درمیان لٹکا ہوا ہے لیکن خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

امام طحاویؒ ان دونوں فرقوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم تمام اہل قبلہ کو مسلمان اور مؤمن سمجھتے ہیں اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اسلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ گنہگاروں اور اہل بدعت کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں لیکن کسی گناہ کی وجہ سے ہم انکو کافر نہیں کہتے جب تک وہ حضور اقدس ﷺ کے لائے ہوئے دین کو تسلیم کریں اور حضور اقدس ﷺ کے اقوال اور افعال کی تصدیق کریں۔

کیونکہ ایمان کی حقیقت محض تصدیق قلبی ہے، لہذا مؤمن اس وقت تک دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا جب تک تصدیق قلبی کی ضد یا منافی کا مرتکب نہ ہو، محض غلبہ شہوت، یا حمیت ،یا عار، یا سستی کی بناء پر کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر لینا، خاص کر کہ جب اس حال میں بھی عذاب الٰہی کا اسکو اندیشہ ہو، معافی کا امیدوار ہو اور توبہ کر لینے کا عزم رکھتا ہو یہ ساری باتیں تصدیق قلبی کے منافی نہیں ہیں ہاں اگر حلال یا خفیف سمجھ کر کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے تو یقیناً یہ کفر ہے۔

قولہ: وَلَا نَخُوْضُ فِیْ اللّٰہِ وَلَا نُمَارِیْ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے بحث کرنا ناجائز ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بحث کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ عقل

انسانی اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھنے سے عاجز اور قاصر ہے،اس لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کوئی کلمہ کہے بلکہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف بیان کیا ہے اسی کو دہرایا جائے،علامہ شبلیؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بحث کرنا ادب کے منافی ہے،پھر امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بحث نہیں کرتے ہم دین اسلام کے بارے میں کسی سے جھگڑتے نہیں یعنی ہم اہل حق کے سامنے باطل پرستوں اور بدعتیوں کے شبہات پیش نہیں کرتے ہیں کہ ہم اہل حق کو راہ حق سے پھیرنا چاہتے ہوں،اسلئے کہ انہیں راہ حق سے پھیرنا انکو باطل کیطرف بلانے اور حق کو خلط ملط کرنے اور دین اسلام کو فاسد بنانے کے مترادف ہے۔

قولہ: وَلَا نُجَادِلُ فِی الْقُرْآنِ وَنَعْلَمُ اَنَّہٗ کَلَامُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ فَعَلَّمَہٗ سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدًا ﷺ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

قرآن پاک رب العالمین کا کلام ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہم قرآن پاک کے بارے میں جھگڑا نہیں کرتے جس طرح کہ بددین اور کفار نے قرآن پاک کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کہی ہیں بلکہ ہم تو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ رب العالمین کا کلام ہے جسکو روح الامین حضرت جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر نازل ہوئے ہیں اور حضرت جبرائیلؑ نے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کو اسکی تعلیم دی ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے ”وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ وَاِنَّہٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ“ (سورۃ الشعراء آیت ۱۹۲ پارہ ۱۹)

اور یہ قرآن پاک اتارا ہوا ہے پروردگار عالم کا،اسکو لیکر اترا ہے فرشتہ امانت دار،اس نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ ہوں آپ ﷺ لوگوں کو ڈرانے والے،فصیح عربی زبان میں ہے اور بے شک

یہ لکھا ہوا ہے پہلوں کی کتابوں میں،

قولہ: وَكَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يُسَاوِيْهِ شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ الْمَخْلُوْقِيْنَ. وَلَا نَقُولُ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ، وَلَا نُخَالِفُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ

کلام اللہ کے مساوی مخلوق کا کلام نہیں

یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق کا کلام اسکے برابر نہیں ہوسکتا جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۸ پارہ ۱۵)

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا ہرگز نہ لاسکیں گے اگر چہ بعض بعض کے لئے مددگار بن جائیں،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" (سورۃ ھود آیت ۱۳ پارہ ۱۲)

کیا یہ کہتے ہیں کہ گھڑ لایا ہے تو قرآن کو، آپ ﷺ کہہ دیجئے تم بھی دس سورتیں اس جیسی گھڑ کر لے آؤ اور تم بلا جسکو تم بلا سکتے ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو،

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳ پارہ ۱)

اگر تم شک میں ہو اس قرآن کے بارے میں جسکو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو تم لاؤ اس جیسی ایک سورت اور بلا لو اپنے حمایتوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو،

لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کے برابر کسی طرح مخلوق کا کلام نہیں ہوسکتا۔

قوله ولانَقُولُ بِخَلْقِ القُرْآنِ الخ

خلق قرآن کا مسئلہ

معتزلہ کا مذہب:۔ یہ ہے کہ قرآن پاک مخلوق اور حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کی کلام نفسی نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہے اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی نہیں ہے بلکہ حادث ہے،

اہلسنت والجماعت کا مذہب:۔ یہ ہے کہ قرآن پاک جو کلام نفسی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ میں سے ہے یہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے اور یہ کلام نفسی حروف اور صوت سے مرکب نہیں ہے اور کلام الٰہی جسکو کلام نفسی کہا جاتا ہے وہ ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا متکلم ہونا اجمالاً اور تواتراً عن الانبیاء ثابت ہے متکلم وہی ہے جو متصف بالکلام ہو لہذا اللہ تعالیٰ کلام نفسی قدیم سے متصف ہیں،

معتزلہ کی تردید:۔ امام طحاویؒ معتزلہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم قرآن پاک کے بارے میں یہ نہیں کہتے کہ وہ مخلوق ہے جیسے معتزلہ کا عقیدہ ہے بلکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور قدیم ہے ہم مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت بھی نہیں کرتے کیونکہ قرآن پاک کو مخلوق کہنا مسلمانوں کے اجماعی نظریے کے خلاف ہے کیونکہ اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن پاک غیر مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو قدیم ہے لہذا اس اجماع کی مخالفت کرنا گمراہی ہے، باقی اہل سنت والجماعت اور معتزلہ کے درمیان خلق قرآن کے مسئلہ میں شدید اختلاف رہا ہے،

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا معتزلہ سے مقابلہ:۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ

کے دور میں اس مسئلہ نے خوب زور پکڑا اور مامون الرشید بادشاہ معتزلہ کا حامی تھا، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے معتزلہ کی زوردار مخالفت کی حتی کہ مامون الرشید بادشاہ نے حضرت امام احمد بن حنبل کو جیل میں قید کر دیا اور انکو روزانہ کوڑے لگائے جاتے تھے لیکن حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کوڑوں کے ڈر سے اپنے مؤقف میں ذرہ برابر بھی لچک پیدا نہیں کی حتی کہ امام احمد بن حنبلؒ جیل میں شہید ہو گئے اور انکے جنازے میں ہزاروں انسان شریک تھے اور اس جنازے کو دیکھ کر بہت سے عیسائی مسلمان ہو گئے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا استقلال ایسا تھا کہ امام احمد بن حنبلؒ کے ہونٹ نے کوڑے کھاتے کھاتے حرکت کی، پاس کھڑے ہوئے نے کہا کہ مامون الرشید کے لئے بددعاء کر رہے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میں مامون الرشید کے لئے بددعا نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے حضور اقدس ﷺ کا ادب مانع ہے کیونکہ مامون الرشید حضور اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے تھا میں نے یہ دعا کی یا اللہ کوڑے لگتے ہوئے میری ستر ننگی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے میری دھوتی کمر کے ساتھ چپکا دی،

جب امام احمد بن حنبلؒ کا آخری وقت تھا تو آخری وقت میں بار بار یہ دعا فرما رہے تھے " رحم الله ابــا الهيثـم " کہ اللہ تعالیٰ ابوالہیثم پر رحم کرے، بیٹے نے پوچھا ابا جان ابوالہیثم کون ہے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا یہ وہ ڈاکو تھا جس نے مجھے جیل میں کہا تھا اے امام احمد بن حنبلؒ میں ڈاکو ہوں لیکن کوڑوں کے ڈر سے میں نے کبھی ڈاکہ اور چوری نہیں چھوڑی آپ کوڑوں کے ڈر سے حق کو نہ چھوڑنا ورنہ سارے مسلمان پھسل جائیں گے اور معتزلہ کو غلبہ ہو جائے گا اور اللہ کے قرآن پر دھبہ آئے گا اسکی بات نے میری ہمت اور حوصلہ کو مزید بڑھا دیا،

جب حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی شہادت ہوئی کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا اے احمد! میرے قرآن کی وجہ سے تجھے مارا پیٹا گیا تمہاری کمر پر کوڑے برسائے گئے اب اسکے بدلے

میرے چہرہ انور کی زیارت تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے حلال ہے، پھر امام احمد بن حنبلؒ نے پوچھا یااللہ! آپکا قرب کیسے حاصل ہوسکتا ہے رب العزت نے فرمایا "بتلاوۃ القرآن" پوچھا سمجھ کر تلاوت سے یا بلا سمجھے بھی رب العزت نے فرمایا افھم او بلا فھم" چاہے معانی مطالب کو سمجھ کر تلاوت کرے یا بغیر معانی مطالب سمجھے تلاوت کرے۔

وَلَانَقُوْلُ لَایَضُرُّمَعَ الْاِسْلَامِ ذَنْبٌ لِمَنْ عَمِلَهُ،وَنَرْجُوْلِلْمُحْسِنِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ،وَلَانَامَنُ عَلَيْهِمْ،وَلَانَشْهَدُلَهُمْ بِالْجَنَّةِ،وَنَسْتَغْفِرُلِمُسِيْئِهِمْ وَنَخَافُ عَلَيْهِمْ وَلَانُقَنِّطُهُمْ وَالْاَمْنُ وَالْاِيَاسُ يَنْقُلَانِ عَنِ الْمِلَّةِ وَسَبِيْلُ الْحَقِّ بَيْنَهُمَا لِاَهْلِ الْقِبْلَةِ،وَلَايَخْرُجُ الْعَبْدُمِنَ الْاِيْمَانِ اِلَّابِجُحُوْدِمَااَدْخَلَهُ فِيْهِ ،وَالْاِيْمَانُ هُوَالْاِقْرَارُبِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِيْقُ بِالْجَنَانِ وَاَنَّ جَمِيْعَ مَااَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ الْقُرْآنِ، وَجَمِيْعَ مَاصَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الشَّرْعِ وَالْبَيَانِ كُلِّهٖ حَقٌّ ،وَالْاِيْمَانُ وَاحِدٌ وَاَهْلُهٗ فِيْ اَصْلِهٖ سَوَاءٌ التَّفَاضُلُ بَيْنَهُمْ بِالتَّقْوٰى وَمُخَالَفَةِ الْهَوٰى،وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّهُمْ اَوْلِيَاءُ الرَّحْمٰنِ،وَاَكْرَمُهُمْ اَطْوَعُهُمْ وَاَتْبَعُهُمْ لِلْقُرْآنِ ،وَالْاِيْمَانُ هُوَالْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ،

وَالْبَعْثِ بَعْدَالْمَوْتِ، وَالْقَدْرِخَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ وَحُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَحْنُ مُؤْمِنُوْنَ بِذٰلِكَ كُلِّهٖ وَلَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍمِّنْ رُّسُلِهٖ وَنُصَدِّقُهُمْ كُلُّهُمْ عَلٰى مَا جَاءُوْابِهٖ .

ترجمہ:۔ اورہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اسلام کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا گناہ کرنے والے کے لئے اورہم نیک کام کرنے والوں کے حق میں امید رکھتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائیں گے) لیکن انکے بارے ہم بے خوف بھی نہیں ہوتے اورنہ ہم انکے بارے میں جنت کی گواہی دیتے ہیں اورہم بدکار مؤمنوں کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اورہم انکے بارے

میں (اللہ تعالیٰ کی گرفت کا) خوف کرتے ہیں اور ہم انکے بارے میں ناامید بھی نہیں ہوتے اور عذاب سے بے خوف ہونا اور رحمت خداوندی سے مایوس ہونا دونوں ہی انسان کو ملتِ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں جبکہ اہل قبلہ کے لئے حق کا راستہ دونوں باتوں کے درمیان درمیان ہے اور بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر وہ اس بات کا انکار کردے جس بات نے اسکو ایمان میں داخل کیا ہے۔

اور ایمان وہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل کیا ہے اور جو کچھ حضور اقدس ﷺ سے امور شرع میں صحیح طریق سے ثابت ہے اور جو کچھ آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ سب برحق ہے اور ایمان واحد یعنی بسیط ہے اور ایمان والے اصلِ ایمان میں برابر ہیں اور ان میں تفاوت تقویٰ اور خواہش نفسانی کی مخالفت کی بناء پر ہے۔

اور مؤمن سب رحمٰن کے اولیاء یعنی دوست ہیں اور ان میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اطاعت گزار ہو اور قرآن پاک کی سب سے زیادہ اتباع کرنے والا ہو،

ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور آخرت کے دن اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر اور اسکی طرف سے اچھی اور بری تقدیر اور خوشگوار اور ناموافق تقدیر پر ایمان لانا ہے اور ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم اسکے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کر سکتے اور ہم سب کی تصدیق کرتے ہیں جو دین و شریعت لائے ہیں۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے فرقہ مرجیہ اور فرقہ معتزلہ اور خوارج کا رد کیا ہے، پھر ایمان کی تعریف کی ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ اصل ایمان میں سب مسلمان برابر ہیں ان میں تفاضل تقویٰ اور عدم تقویٰ کی بناء پر ہے اور اس بات کو بیان کیا ہے کہ سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جس میں زیادہ اطاعت اور زیادہ اتباع ہو اور آخر میں ایمان کی

مراد بیان کی ہے۔

تشریح

قولہ: وَلَانَقُوْلُ لَایَضُرُّمَعَ الْاِسْلَامِ ذَنْبٌ لِمَنْ عَمِلَہٗ

ایمان کے ساتھ گناہ مضر ہیں اور مرجیہ کا رد

مرجیہ کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی اطاعت مفید ومقبول نہیں اسی طرح ایمان یعنی تصدیق کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ مضر نہیں اور اس پر کوئی سزا نہ ہوگی،

امام طحاویؒ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا بلکہ گناہ ضرر دیتا ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ طاعت ضروریہ کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کے لیے قرآن وحدیث میں بہت سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اگر معصیت نقصان نہ دیتی ہوتی تو وعیدیں وارد نہ ہوتیں، حقیقت یہ ہے کی مرجیہ کے مذہب پر حقائق ایمان، نیکی اور پاکبازی کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا، بدکار اور فاسق لوگوں کے لئے اس مذہب نے گناہوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔

قولہ: وَنَرْجُوْلِلْمُحْسِنِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَلَانَاْمَنُ عَلَيْهِمْ، وَلَانَشْهَدُلَهُمْ بِالْجَنَّةِ، وَنَسْتَغْفِرُلِمُسِيْئِهِمْ وتخاف عَلَيْهِمْ وَلَانُقَنِّطُهُمْ وَالْاَمْنُ وَالْاِيَاسُ يَنْقُلَانِ عَنِ الْمِلَّةِ وَسَبِيْلُ الْحَقِّ بَيْنَهُمَا لِاَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَلَايَخْرُجُ الْعَبْدُمِنَ الْاِيْمَانِ اِلَّابِجُحُوْدِمَااَدْخَلَهٗ فِيْهِ

اعمال ایمان کا جزء نہیں اور معتزلہ اور خارجیہ کا مذہب اور انکا رد

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ اور خارجیہ کا رد کر رہے ہیں معتزلہ اور خارجیہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزء ہیں اعمال کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہوسکتا، اگر کسی شخص نے فرائض اور واجبات کو ترک کر دیا اور کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر لیا تو دونوں فرقوں کے نزدیک وہ مؤمن نہیں رہا، پھر آگے انکا اختلاف ہے خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ مؤمن نہیں رہا بلکہ کافر ہوگیا، معتزلہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے تو خارج ہوگیا لیکن کافر نہیں ہوا یہ کفر وایمان کے درمیان ایک مرتبہ مانتے ہیں۔

معتزلہ اور خوارج کا استدلال:۔ حدیث میں ہے "لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے سے آدمی ایمان سے نکل جاتا ہے۔

اہلسنت والجماعت کیطرف سے جوابات:۔ قرآن وحدیث کی نصوص سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور صحابہؓ اور تابعینؒ کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا، لہذا جس حدیث کا ظاہر اسکے خلاف ہو تو نصوص اور اجماع کے تقاضا سے ان میں تاویل کرنی پڑے گی،

جواب اول:۔ کہ زنا وغیرہ گناہ کے وقت کمال ایمان اور نور ایمان باقی نہیں رہتا نفس ایمان کی نفی نہیں بلکہ اس حدیث پاک کے اندر کمال ایمان کی نفی ہے۔

جواب ثانی:۔ اس حدیث پاک میں نفی نہی کے معنی میں ہے اور نفی اور نہی فصیح عربی میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتی رہتی ہیں تو حدیث کا مطلب ہوگا کہ مؤمن کو حالت ایمان میں زنا وغیرہ نہ کرنا چاہیے یعنی اسکی حالت ایمان ایسی بری حرکات سے مانع ہے۔

جواب ثالث:۔ یہ ایمان سے نکلنے کی وعید ان گناہ گاروں کے لئے ہے جو حلال سمجھ

کر ایسا گناہ کریں اور قرآن مجید کے حرام کردہ حکم کو حلال سمجھ کر کرنے والا واقعی کافر ہو جاتا ہے۔

جواب رابع:۔ اس حدیث میں حالت ایمان سے نکلنے کا فیصلہ مال اور انجام کے خطرہ کے پیش نظر کیا گیا ہے، حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ زنا کیوجہ سے ایمان سے نکل گیا بلکہ مطلب یہ ہے اگر اسکی ایسی حرکتیں جاری رہیں تو آئندہ اسکے کفر تک پہنچنے کا خطرہ ہے کیونکہ گناہوں میں یہ تاثیر ہے کہ گناہ کی وجہ سے مزید گناہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے اگر کبائر پر توبہ نہ کی جائے تو کفر کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

اہلسنت والجماعت کا مذہب: یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں البتہ طاعات کے کرنے اور معاصی سے بچنے کی اشد ضرورت ہے، اگر طاعات ضروریہ نہ کی جائیں اور معاصی کا ارتکاب کیا جائے تو ایمان کمزور ہو جاتا ہے اسکے دخول فی النار کا خدشہ ہے مرتکب کبیرہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک ایمان سے خارج تو نہیں ہوتا البتہ فاسق ہے لیکن مخلد فی النار نہ ہوگا۔

اہلسنت والجماعت کے دلائل اور ضمناً معتزلہ اور خوارج کی تردید

دلیل اوّل:۔ قرآن مجید میں مرتکب کبیرہ کو ایمان کے ساتھ خطاب کر کے توبہ کرنے کا حکم دیا ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا" (سورۃ تحریم آیت ۸ پارہ ۲۸)

یہاں مرتکب معاصی کو "الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کہا گیا تو معلوم ہوا معاصی کے ارتکاب کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

دلیل ثانی:۔ قرآن مجید نے مرتکب کبیرہ پر ایمان کا اطلاق کیا ہے مثلاً فرمایا "وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا" (سورۃ الحجرات آیت ۹ پارہ ۲۶)

اگر مؤمنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم انکے درمیان صلح کرواؤ، تو آپس میں قتال ایک معصیت ہے اسکے باوجود انکو مؤمن کہا ہے تو معلوم ہوا کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

دلیل ثالث: حضرت ابوذرؓ کی حدیث جسکا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بشارت دی کہ جو "لا الہ الا اللہ" پڑھے اور اسی پر خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا تو ابوذرؓ نے اس پر سوال کیا وان زنی وان سرق حضور اقدس ﷺ نے جواب دیا وان زنی وان سرق ابوذرؓ نے پھر پوچھا وان زنی وان سرق، تو حضور اقدس ﷺ نے پھر جواب دیا وان زنی وان سرق، تو حضرت ابوذرؓ نے پھر وہی کلمات لوٹائے وان زنی وان سرق تو حضور اقدس ﷺ نے پھر جواب دیا وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذرؓ (مشکوۃ شریف) یہ حدیث واضح دلالت کرتی ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

دلیل رابع: عبادہ بن صامتؓ کی حدیث ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بعض کبیرہ گناہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ جو شخص ان کبائر میں سے کوئی گناہ کرلے اور اللہ تعالیٰ اسکی پردہ پوشی فرمائیں یعنی دنیا میں اسکو سزا نہ ملے اسکے بارے میں یہ ارشاد فرمایا "فَهُوَ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفٰی عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ" (مشکوۃ شریف) یعنی مرتکب کبیرہ تحت المشیۃ ہے خواہ اللہ تعالیٰ معاف کردے خواہ سزا دے، تو معلوم ہوا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا اگر ایمان سے خارج ہوتا تو اسکی معافی کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا اس قسم کی سینکڑوں نصوص ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

قولہ: وَنَرْجُوْلِلْمُحْسِنِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَلَانَأْمَنُ عَلَيْهِمْ الخ

جنت اور دوزخ کا فیصلہ مشیئت باری تعالیٰ پر موقوف ہے

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نیک کام کرنے والوں کے حق میں امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائیں گے لیکن انکے بارے میں ہم بے خوف بھی نہیں ہوتے اور نہ انکے لیے قطعی طور پر جنت کی گواہی دیتے ہیں اور بدکار مؤمنوں کیلئے ہم مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی گرفت کا خوف بھی کرتے ہیں لیکن ہم انکو رحمتِ خداوندی سے بالکل مایوس بھی نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بالکل بے فکر ہو جانا اور اسکی رحمت سے مایوس ہو جانا یہ دونوں باتیں ہی انسان کو ملتِ اسلام سے خارج کر دیتی ہیں جبکہ مسلمانوں کیلئے حق کا راستہ ان دونوں باتوں کے درمیان درمیان ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے "اَلْإِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاء" کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان درمیان ہے۔

آگے امام طحاویؒ معتزلہ اور خارجیہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس بات کا انکار نہ کر دے جس بات نے اسکو ایمان میں داخل کیا تھا یعنی ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کر دے جسکے اقرار سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا اسی کے انکار سے ایمان سے خارج ہو جائیگا۔

قولہ: وَالْإِيْمَانُ هُوَالْإِقْرَارُبِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِيْقُ بِالْجَنَانِ وَاَنَّ جَمِيْعَ مَاانْزَلَ اللّٰهُ فِيْ الْقُرْآنِ، وَجَمِيْعَ مَاصَحَّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الشَّرْعِ وَالْبَيَانِ كُلِّهِ حَقٌّ

یہاں سے امام طحاویؒ ایمان کی تعریف کر رہے ہیں کہ ایمان وہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل کیا ہے اور جو کچھ حضور اقدس ﷺ سے امور شرع میں صحیح طریق ثابت ہے اور جو کچھ آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ سب برحق ہے۔

تعریف ایمان میں اختلاف

مذہب اول :۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تین چیزوں کا نام ہے (۱) اقرار باللسان (۲) تصدیق بالقلب (۳) عمل بالارکان، تو ان حضرات کے نزدیک ایمان مرکب ہے

مذہب ثانی:۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور انکے متبعین کا ہے کہ ایمان شرعی تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کا نام ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایمان کے دو جز ہیں لیکن اقرار لسانی اکراہ کے وقت ساقط ہو جاتا ہے یہی مذہب ابومنصور ماتریدیؒ کا ہے۔

مذہب ثالث:۔ معتزلہ اور خوارج کا ہے انکے نزدیک اعمال ایمان کا جزء ہیں اعمال کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہو سکتا اگر کسی نے فرائض اور واجبات کو ترک کر دیا اور کبائر کا ارتکاب کیا تو معتزلہ اور خوارج دونوں کے نزدیک وہ ایمان سے خارج ہو گیا پھر انکا آپس میں اختلاف ہے، خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا، لیکن معتزلہ کہتے ہیں ایمان سے تو خارج ہو گیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا کفر اور ایمان کے درمیان ایک مرتبہ مانتے ہیں۔

مذہب رابع:۔ مرجئہ کا ہے کہ اعمال کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور طاعات ایمان کے لئے کوئی ضروری نہیں اور ایمان کے ساتھ کوئی معصیت مضر نہیں جیسے کفر کے ساتھ کوئی نیکی نافع نہیں۔

مذہب خامس :۔ کرامیہ کا ہے انکے نزدیک ایمان صرف اقرار لسانی کا نام ہے اگرچہ اقرار کرنے والا منافق ہی کیوں نہ ہو، جب اسنے اقرار کر لیا تو وہ مسلمان اور مؤمن ہے لیکن

انکا مذہب صراحۃً باطل ہے کیونکہ تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ کلمہ شہادت صرف زبان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک دل سے تصدیق نہ کرے کیونکہ منافق بھی زبان سے کلمہ پڑھتے تھے لیکن قرآن نے انکو مومنوں کی صف میں شامل نہیں کیا بلکہ منافقوں کی صف میں شامل کیا ہے اور قرآن نے انکا دعوی ایمان [illegible] کہ ان سے ایمان کی نفی کی ہے جیسے قرآن پاک میں ہے "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ" (سورۃ البقرۃ آیت ۸ پارہ ۱)
اور دوسری جگہ ہے " وَاللهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ " (سورۃ منافقون آیت ۱ پارہ ۲۸)

قوله: وَالْإِيْمَانُ وَاحِدٌ وَأَهْلُهُ فِيْ أَصْلِهِ سَوَاءٌ التَّفَاضُلُ بَيْنَهُمْ بِالتَّقْوٰى وَمُخَالَفَةِ الْهَوٰى، وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّهُمْ أَوْلِيَاءُ الرَّحْمٰنِ، وَأَكْرَمُهُمْ أَطْوَعُهُمْ وَأَتْبَعُهُمْ لِلْقُرْآنِ

ایمان بسیط ہے مرکب نہیں

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایمان واحد اور بسیط ہے اہل ایمان اصلِ ایمان میں برابر ہیں یعنی جن باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سب ایمان والے برابر ہیں اگرچہ کیفیت میں سب برابر نہیں ہیں، کیفیت کے اعتبار سے بعض کا ایمان بعض سے بڑھا ہوا ہے اسلئے امام رازیؒ فرماتے ہیں اصل ایمان تو بسیط ہے کہ صرف تصدیق قلبی کا نام ہے کامل ایمان وہ ہے جس میں اعمال بھی داخل ہوں اعمال کی کمی بیشی کیوجہ سے کیفیت ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

قوله: والتفاضُلُ بَيْنَهُمْ بالتَّقْوٰى الخ

نور ایمان اعمال سے بڑھتا ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اصل ایمان میں سب ایمان والے برابر ہیں ان میں تفاضل اور تفاوت تقویٰ اور خواہشِ نفسانی کی مخالفت کی بناء پر ہے اور اَوْلیٰ کے التزام کیوجہ سے ہے جسمیں تقویٰ اور خواہشِ نفس کی مخالفت اور اَوْلیٰ کا التزام زیادہ پایا جائے گا اسکا نور ایمان

اور کیفیت ایمان بڑھا ہوا ہوگا اور جسمیں یہ چیزیں نہیں پائی جائیں گی اسکا نور ایمان مدھم اور کیفیت ایمان کمزور ہوگی اسلئے کیفیت ایمان اور نور ایمان بڑھانے کیلئے تقویٰ کا التزام اور خواہشات نفس کی مخالفت لازمی ہے۔

قولہ: وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّهُمْ اَوْلِيَاءُ الرَّحْمٰنِ الخ

مؤمنین اولیاء الرحمٰن ہیں

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مؤمن سب رحمٰن کے دوست ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے" اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ، لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" (سورۃ یونس آیت ۶۲ پارہ ۱۱)
خبردار بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں نہ انکو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہونگے،
اور دوسری جگہ ارشاد ہے "اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ"
(سورہ البقرہ آیت ۲۵۷ پارہ ۳) اللہ تعالیٰ دوست ہیں ایمان والوں کے، نکالتا ہے انکو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو لوگ کافر ہیں انکے دوست شیاطین ہیں نکالتے ہیں انکو روشنی سے اندھیروں کیطرف۔

لہذا ان آیات مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ تمام مؤمن رحمٰن کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو پرہیزگاری اور معرفت کی بناء پر زیادہ مطیع ہو اور جو زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی اتباع کرنے والا ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے
"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" (سورہ الحجرات آیت ۱۳ پارہ ۲۶)
تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے،
اور جیسے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم ہے کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی سفید رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سفید رنگ والے پر کوئی فضیلت

نہیں ہاں وہ زیادہ فضیلت والا ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے اور تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں (مسند احمد)

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت کا معیار فقیری اور مالداری نہیں بلکہ عزت کا معیار تقویٰ اور اتباعِ قرآن ہے۔

قوله: وَالْإِیْمَانُ هُوَالْإِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

ایمانیات کا اجمالی تذکرہ

یہاں سے امام طحاویؒ ایمانیات کا ذکر کر رہے ہیں کہ جن پر ایمان لانا ضروری ہے کہ ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور آخرت کے دن اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لانا اور تقدیر پر ایمان لانا کہ اچھی اور بری اور تلخ اور شیریں سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں، اسی ایمان کو حدیثِ جبرائیل میں اسی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور ایمان مفصل میں بھی اسی کا ذکر ہے "اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَالْمَوْتِ (ماخوذ مسلم ج نمبر ۱ ص نمبر ۲۹)

قوله: وَلَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍمِّنْ رُّسُلِهٖ وَنُصَدِّقُهُمْ كُلَّهُمْ عَلٰى مَاجَاءُوْابِهٖ

سب رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم سب پیغمبروں اور رسولوںؑ پر ایمان لاتے ہیں اور ہم اللہ کے رسولوںؑ کے درمیان تفریق نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کر دیں یہود ونصاریٰ کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے کہا تھا "وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُبِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْابَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا" (سورۃ النساء آیت ۱۵۰، ۱۵۱ پارہ ۶)

اور یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور یہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک راستہ نکالنا چاہتے ہیں اور ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور انبیاءؑ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اور شریعت لیکر آئے ہیں ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ اپنے اپنے زمانہ میں انکی شریعت برحق تھی اور ان پر آسمانی کتابیں اور صحیفے اترے وہ لوگوں کی رشد وھدایت کا ذریعہ تھے اور امتوں کے لئے اپنے اپنے پیغمبرؑ کی اتباع راہ نجات تھی لیکن حضور اقدس ﷺ کی نبوت آنے کے بعد پہلے انبیاءؑ کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور انکی آسمانی کتابیں بھی منسوخ ہوگئیں اب ساری انسانیت کے لئے راہ نجات صرف آپ ﷺ کی شریعت کی اتباع میں ہے۔

(وَاَهْلُ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي النَّارِ لَا يَخْلُدُوْنَ اِذَامَاتُوْا وَهُمْ مُوَحِّدُوْنَ وَاِنْ لَمْ يَكُوْنُوْا تَائِبِيْنَ، بَعْدَاَنْ لَقُوا اللّٰهَ عَارِفِيْنَ مُؤْمِنِيْنَ، وَهُمْ فِيْ مَشِيْئَتِهٖ وَحُكْمِهٖ اِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ وَعَفَاعَنْهُمْ بِفَضْلِهٖ، كَمَاقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ "اِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُاَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُمَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ"

وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ فِي النَّارِ بِقَدْرِ جِنَايَتِهِمْ بِعَدْلِهٖ ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ مِنْهَا بِرَحْمَتِهٖ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِيْنَ مِنْ اَهْلِ طَاعَتِهٖ ثُمَّ يَبْعَثُهُمْ اِلٰى جَنَّتِهٖ وَذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰى اَهْلِ مَعْرِفَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُمْ فِي الدَّارَيْنِ كَاَهْلِ نُكْرَتِهِ الَّذِيْنَ خَابُوْا مِنْ هِدَايَتِهٖ وَلَمْ يَنَالُوْا مِنْ وَلَايَتِهٖ.

اَللّٰهُمَّ يَاوَلِيَّ الْاِسْلَامِ وَاَهْلِهٖ مَسِّكْنَا بِالْاِسْلَامِ حَتّٰى نَلْقَاكَ بِهٖ)

ترجمہ:۔ حضرت محمد ﷺ کی امت کے وہ لوگ جو کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے جبکہ انکی موت توحید پر ہوئی ہو اگرچہ انہوں نے کبائر سے توبہ بھی نہ کی ہو، البتہ انکی ملاقات اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے، توحید کا یقین رکھنے والے تھے، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اسکے حکم کے تحت داخل ہیں اگر اللہ

تعالیٰ چاہیں تو انکو بخش دیں اور اپنے فضل کے ساتھ انکو معاف کر دیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اسکے علاوہ جسکو چاہیں گے معاف فرمادیں گے، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنے عدل سے انکے گناہ کے اندازہ کے مطابق انکو جہنم میں عذاب دیں پھر انکو اپنی رحمت اور اطاعت گزاروں کی شفاعت سے جہنم سے نکال دیں پھر انہیں جنت میں بھیج دیں یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو اس کی معرفت رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان لوگوں کیطرح نہیں بنائے گا جو اسکی معرفت نہیں رکھتے اور جو اسکی ھدایت حاصل کرنے سے نامراد رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل نہیں کر سکے۔

اے اللہ! آپ اسلام اور اہل اسلام کے دوست ہیں ہم کو اسلام پر مضبوط اور ثابت قدم رکھنا یہاں تک کہ ہم تجھ سے جاملیں۔

تجزیہ عبارت :۔ مذکوہ بالا عبارت میں امام طحاویؒ معتزلہ اور خوارج کا رد کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ابدالاباد جہنم میں نہیں رہے گا بشرطیکہ ایمان پر اسکی وفات ہوئی ہو، اور آخر میں صاحب کتاب نے موت تک اسلام پر ثابت قدمی کی دعا کی ہے۔

تشریح

قولہ وَاَهْلُ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي النَّارِ لَا يَخْلُدُوْنَ اِذَامَاتُوْا وَهُمْ مُوَحِّدُوْنَ

مرتکب کبیرہ میں معتزلہ اور خوارج کا مذہب اور انکا رد

یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ اور خارجیہ کا رد کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے اور اسکی سزا ابدالاباد جہنم ہے، پھر انکا آگے اختلاف ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ

گناہ کے ارتکاب کیوجہ سے اسلام سے تو نکل گیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا، خوارج کہتے ہیں مرتکب کبیرہ اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا،

امام طحاویؒ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں امت محمدیہ کے اہل کبائر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رکھے جائیں گے جب انکی موت توحید اور ایمان پر ہوئی ہو اگرچہ کبیرہ گناہ پر بغیر توبہ کے مرے ہوں، یہ مرتکب کبیرہ شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکم کے تحت داخل ہونگے اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو بغیر جہنم میں سزا دیئے اپنے فضل اور کرم سے انکو معاف فرمادیں گے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ"

(سورۃ النساء آیت ۴۸ پارہ ۵)

کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کریں گے شرک کے [illegible] بھی گناہ ہوں گے وہ معاف فرمادیں گے جس کے لئے چاہیں گے، اگر بغیر [illegible] دیں تو یہ انکا فضل و کرم ہے اگر سزا دے کر معاف فرمائیں تو یہ اسکا عدل ہے۔

شرک شرعاً اور عقلاً معاف نہیں ہوگا

شرک سب سے بڑا گناہ اور جرم ہے یہ شریعت کی رو سے بھی معاف نہیں ہوگا جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ" اور شرک جیسے عظیم جرم کو عقلاً معاف کرنا بھی ممتنع ہے کیونکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اچھے اور برے اور نیک اور بد میں امتیاز ہو شرک اتنا بڑا جرم ہے جسکی اباحت اور جواز کا احتمال ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ حکیم ہے تو مشرک کو معاف کرنا تقاضائے حکمت اور تقاضائے عقل کے خلاف ہے، نیز مشرک اپنے شرک کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت چاہتا ہی نہیں تو اسے معاف کرنا حکمت اور عقل کے بھی خلاف ہے۔

فائدہ: یہاں جو امام طحاویؒ نے واہل الکبائر من امۃ محمد ﷺ فرمایا امۃ محمد ﷺ کی قید

اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے، یہ مطلب نہیں کہ امتِ محمدیہ ﷺ کے کبیرہ گناہ معاف ہونگے باقی انبیاءؑ کی امتوں کے کبیرہ گناہ معاف نہیں ہونگے بلکہ جو ایمان کی حالت میں مرا ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا اگرچہ کبیرہ گناہ کا مرتکب کیوں نہ ہو جیسا کہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لیا جائے گا جنکے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا (بخاری ومسلم)

قولہ: وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ فِي النَّارِ بِقَدْرِ جِنَايَتِهِمْ بِعَدْلِهٖ ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ مِنْهَا بِرَحْمَتِهٖ

مرتکب کبیرہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کو اگر اللہ تعالیٰ اسکے گناہ کے بقدر جہنم میں عذاب دے تو یہ اسکا عدل ہے لیکن مرتکب کبیرہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بعض کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دیں گے بعض کو حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دیں گے، جیسے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے "شفاعتی لاھل الکبائر من امتی" کہ میری امت کے اہل کبائر کے حق میں میری شفاعت ہوگی اور بعض کو صلحاء اور اطاعت گزاروں کی شفاعت سے جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی ساری رحمتیں اسلئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ اور آقا اور دوست ہیں ان لوگوں کے جو اسکی معرفت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین رکھتے ہیں مؤمنوں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان کافروں اور مشرکوں کی طرح نہیں بنائیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی حاصل نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت حاصل کرنے سے ناکام اور نامراد رہے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل نہیں کر سکے۔

امام طحاویؒ کی دعا:۔ امام طحاویؒ نے معتزلہ اور خوارج کا رد کرنے اور اپنے مدعیٰ کے اثبات کے بعد ایک زبردست دعا کی ہے جسمیں تعلیم ہے کہ یہ اور اس جیسی دعا مانگنی چاہیے وہ

دعا یہ ہے "اَللّٰهُمَّ يَا وَلِيَّ الْإِسْلَامِ وَاَهْلِهٖ مَسِّكْنَا بِالْإِسْلَامِ حَتّٰى نَلْقَاكَ بِهٖ" اے اللہ! آپ اسلام اور اہل اسلام کے ولی اور متولی اور کارساز ہیں ہم کو اسلام پر مضبوط اور ثابت قدم رکھنا یہاں تک کہ ہم تجھ سے اسلام کی حالت میں ہی ملاقات کریں، اور یہ دعا درحقیقت اسی دعا کا عکس ہے جو حضرت یوسفؑ نے کی تھی "رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ" (سورۃ یوسف آیت ۱۰۱ پارہ ۱۳)

اور اس دعا کا عکس ہے جو جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے فرعون کے ظلم کرنے پر دعا مانگی تھی "رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ" (سورۃ اعراف آیت ۱۲۶ پارہ ۹)

وَنَرَى الصَّلٰوةَ خَلْفَ كُلِّ بِرٍّ وَّفَاجِرٍ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَنُصَلِّيْ عَلٰى مَنْ مَّاتَ مِنْهُمْ، وَلَا نُنْزِلُ اَحَدًا مِنْهُمْ جَنَّةً وَّلَا نَارًا، وَلَا نَشْهَدُ عَلَيْهِمْ بِكُفْرٍ وَلَا شِرْكٍ وَلَا نِفَاقٍ مَالَمْ يَظْهَرْ مِنْهُمْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ، وَنَذَرُ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى.

وَلَا نَرَى السَّيْفَ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ اِلَّا مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ السَّيْفُ. وَلَا نَرَى الْخُرُوْجَ عَلٰى اَئِمَّتِنَا، وَوُلَاةِ اُمُوْرِنَا وَاِنْ جَارُوْا وَلَا نَدْعُوْ عَلٰى اَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا نَنْزِعُ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِمْ وَنَرٰى طَاعَتَهُمْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَرِيْضَةً، مَالَمْ يَاْمُرُوْا بِمَعْصِيَةٍ وَنَدْعُوْ لَهُمْ بِالصَّلَاحِ وَالنَّجَاحِ وَالْمُعَافَاةِ وَنَتَّبِعُ السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ وَنَجْتَنِبُ الشُّذُوْذَ وَالْخِلَافَ وَالْفُرْقَةَ وَنُحِبُّ اَهْلَ الْعَدْلِ وَالْاَمَانَةِ، وَنُبْغِضُ اَهْلَ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ، وَنَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، كَمَا جَاءَ فِي الْاَثَرِ. اَلْحَجُّ وَالْجِهَادُ فَرْضَانِ مَاضِيَانِ مَعَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ بِرِّهِمْ وَفَاجِرِهِمْ لَا يُبْطِلُهُمَا شَيْءٌ وَلَا يَنْقُضُهُمَا.

ترجمہ:۔ اور ہم اہل قبلہ میں سے ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں

اسیطرح جوان میں سے فوت ہو جائے اسکی نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں اور ہم ان میں سے کسی کو قطعی طور پر جنتی اور دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگاتے اور ہم ان پر کفر و شرک اور نفاق کی گواہی نہیں دیتے جب تک ان میں سے کسی سے اس قسم کی کوئی شی ظاہر نہ ہو اور ہم انکے باطنی حالات کو اللہ تعالٰی کے سپرد کرتے ہیں۔

اور ہم حضرت محمد ﷺ کی امت کے کسی فرد پر تلوار چلانا جائز نہیں سمجھتے سوائے اس شخص کے جس پر چلانا واجب ہو چکا ہو۔

اور ہم اپنے ائمہ اور حکام کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں سمجھتے اگر چہ وہ ظلم کرتے ہوں اور نہ ہی انکے خلاف بددعا کرتے ہیں اور نہ ہی انکی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں اور ہم انکی اطاعت کو اللہ تعالٰی کی اطاعت کے مطابق فرض خیال کرتے ہیں جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں اور ہم انکے لئے صلاحیت اور کامیابی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں، ہم سنت اور جماعت کی اتباع کرتے ہیں اور ہم علیحدگی اور اختلاف اور فرقہ بندی سے اجتناب کرتے ہیں اور ہم اہل عدل اور اہل امانت سے محبت کرتے ہیں ظلم اور خیانت کرنے والوں سے بغض رکھتے ہیں،

اور ہم سفر و حضر میں موزوں پر مسح کرنا جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، مسلمان حکام اور ائمہ کی معیت میں حج اور جہاد قیامت تک جاری رہنے والے فرائض ہیں خواہ حکام نیک ہوں یا فاسق، اس حج اور جہاد کو نہ کوئی چیز باطل کر سکتی ہے اور نہ ہی انکو توڑ سکتی ہے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے اہل قبلہ میں سے خواہ نیک ہو یا فاجر اسکے پیچھے نماز پڑھنے اور اسکی نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور ائمہ اور حکام کی اطاعت کرنے کا ذکر کیا ہے بشرطیکہ وہ معصیت کا حکم نہ دیں اور اہلسنت والجماعت کی اتباع اور موزوں پر مسح کرنے کو ذکر کیا ہے اور حج اور جہاد کی فرضیت قیامت تک جاری رہے گی اسکو واضح کیا ہے

تشریح

قوله: وَنَرَى الصَّلٰوةَ خَلْفَ كُلِّ بِرٍّ وَفَاجِرٍ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَنُصَلِّيْ عَلٰى مَنْ مَّاتَ مِنْهُمْ

اہل قبلہ کے پیچھے نماز کا حکم

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ میں سے ہر نیک اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں بشرطیکہ اسکا عقیدہ درست ہو صرف عمل میں کوتاہی کرتا ہو جیسے حجاج بن یوسف ثقفی کی اقتدا میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ نماز ادا کیا کرتے تھے (رواہ البخاری) حلانکہ حجاج بن یوسف ظالم اور فاسق انسان تھا، اور حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ ائمہ تمہاری نمازوں کی امامت کرائیں گے اگر وہ درست ادائیگی کریں گے تو تمہاری اور انکی نمازیں درست ہونگی اور اگر انکی ادائیگی درست نہ ہوگی تو تمہاری نمازیں صحیح متصور ہونگی انکی نمازیں خراب ہونگی (رواہ البخاری)

ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے جو فاسق فاجر ہو بشرطیکہ اسکا عقیدہ صحیح ہو، اسیطرح جو امام مقرر ہے اگرچہ فاسق ہی کیوں نہ ہو اسکے پیچھے جمعہ اور عیدین کی نماز درست ہے، اسی طرح عرفہ میں حج کا امام اسی قسم کا اگر ہو تو اسکی اقتدا میں ہی نماز ادا کی جائے گی، اسی طرح مستور الحال امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اس سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ آپکا عقیدہ کیسا ہے آپکے اعمال کیسے ہیں سلف صالحین کا یہی مسلک ہے۔

اسیطرح اہل قبلہ میں سے جو فوت ہو جائے اسکی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے خواہ وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ اسکے نفاق کا یقین نہ ہو اگر اسکے کفر اور نفاق کا علم ہو پھر اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، جیسے حضرت حذیفہؓ کو حضور اقدس ﷺ نے منافقین کی فہرست بتائی تھی

حضرت عمر فاروقؓ اسکا جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے جسکا جنازہ حضرت حذیفہؓ نہیں پڑھتے تھے، اور جو مسلمان ہو خواہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو اسکی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اسکے لیے مغفرت کی دعا بھی کی جائے گی جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (سورۃ محمد آیت ۱۹ پارہ ۲۶)

پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے لیے گناہوں کی معافی مانگو اور مؤمن مرد اور عورتوں کے لیے بھی۔

قولہ وَلَا نُنْزِلُ اَحَدًا مِّنْهُمْ جَنَّةً وَّلَا نَارًا الخ

کسی پر قطعی جنتی یا جہنمی کا حکم نہ لگایا جائے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی پر قطعی اور یقینی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگاتے اور نہ ان میں کسی کے کفر و شرک یا نفاق کی گواہی دیتے ہیں جب تک ان میں سے کسی کے کفر و شرک اور نفاق کا ظہور نہ ہو، باقی رہے انکے باطنی حالات اور اسرار، انہیں ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں "نحنُ نحکم بالظواھر واللّٰہ یعلمُ بالسرائر" کہ ہم ظاہر کو دیکھ کر حکم لگائیں گے اور انکے باطن میں کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

امام طحاویؒ کی بات کا مقصود یہ ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی انسان کے بارے میں قطعی اور یقینی حکم نہیں لگا سکتے کہ فلاں جنتی ہے اور فلاں جہنمی ہے، ہاں جسکے بارے نصوص قطعیہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ جنتی ہے انہیں یقینی اور قطعی طور پر جنتی کہا جائے گا جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے لسان نبوت سے انکے جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے، اسی طرح جنکا جہنمی ہونا قطعی نصوص سے ثابت ہے انہیں بھی جہنمی کہا جائے گا جیسے ابولہب، ابوجہل، ابوطالب وغیرہ قرآن وحدیث کی نصوص سے انکی موت کفر پر ثابت ہے اور کسی معین شخص کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے گا اسکے بارے میں حتمی طور پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا باقی اسکے

باطن میں کیا ہے اس پر بحث کرنے سے روکا گیا ہے۔

جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَلَاتَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶ پارہ ۱۵)

اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اسکے پیچھے مت پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب اعضاء سے سوال ہوگا،

دوسری جگہ ارشاد ہے "یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَاتَجَسَّسُوْا وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا (سورۃ الحجرات آیت ۱۲ پارہ ۲۶)

اے ایمان والو! بعض بدگمانی سے بچو بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور تم جاسوسی نہ کرو اور تمہارا بعض بعض کی غیبت نہ کرے۔

قولہ وَلَانَرَی السَّیْفَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ اِلَّامَنْ وَجَبَ عَلَیْهِ السَّیْفُ الخ

مسلمان کا قتل اور حکام کے خلاف بغاوت جائز نہیں

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی امت کے کسی فرد پر تلوار چلانا اور قتل کرنا جائز نہیں کیونکہ مسلمان کی جان، مال اور عزت اسلام کیوجہ سے محفوظ ہے سوائے اس شخص کے جس پر تلوار واجب ہو چکی ہو کہ شریعت کی رو سے اسکو قتل کرنا جائز اور مباح ہو کہ شادی شدہ زنا کرے اسکو رجم کیا جائے گا یا کسی مسلمان کو قتل کرے اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا یا مرتد ہو جائے تو اسکو قتل کیا جائے گا۔

اور اسی طرح ائمہ اور حکام وقت کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو اور انکے خلاف بددعا نہیں کی جائے گی بلکہ انکی اصلاح کی کوششیں اور دعائیں کی جائیں گی اور انکی اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچا جائے گا بلکہ انکی اطاعت کی جائے گی، امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم ائمہ اور حکام وقت کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح فرض سمجھتے ہیں جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں اگر وہ کسی معصیت کا حکم دیں پھر انکی اطاعت ہرگز نہیں کی جائے

گی "لَاطَاعَةَلِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ" کہ یہاں خالق کی نافرمانی ہورہی ہو اسمیں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور ہم انکے بارے میں صلاحیت اور عافیت اور کامیابی کی دعا کریں گے اسی کو رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں اس انداز سے بیان فرمایا ہے "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" (سورۃ النساء آیت ۵۹ پارہ ۵)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے حاکم ہیں انکی بھی اطاعت کرو۔

اور اسی کو حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جو شخص امیر کی اطاعت کریگا اس نے میری اطاعت کی اور جو شخص امیر کی نافرمانی کریگا اس نے میری نافرمانی کی (بخاری ومسلم)

قوله: وَنَتَّبِعُ السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ وَنَجْتَنِبُ الشُّذُوْذَ وَالْخِلَافَ وَالْفُرْقَةَ وَنُحِبُّ اَهْلَ الْعَدْلِ وَالْاَمَانَةِ، وَنُبْغِضُ اَهْلَ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہلسنت والجماعت کی اتباع کرتے ہیں اور ہم علیحدگی اور اختلاف اور فرقہ بندی سے اجتناب کرتے ہیں اور ہم اہل عدل اور اہل امانت سے محبت کرتے ہیں اور ظلم اور خیانت کرنے والوں سے بغض رکھتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ اور تعارف

اہل سنت والجماعت یہ ماخوذ ہے حدیث پاک کے اس جملہ "مَاانَاعلیه واصحابی" سے پوری حدیث یوں ہے عن عبداللّٰہ بن عمروؓ قال قال رسول اللہ ﷺ وان بنی اسرائیل تفرّقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدةً قالوا من هی یارسول اللہ ﷺ قال مااناعلیه واصحابی (رواہ الترمذی)

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی یہ سب جہنم میں ہونگے سوائے ایک جماعت کے، صحابہؓ نے عرض کیا یہ (نجات پانے والی جماعت) کونسی ہے فرمایا وہ راستہ جس پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ ہیں" ما انا علیہ " سے مراد حضور اقدس ﷺ کی سنت مطہرہ مراد ہے اور اصحابی سے مراد الجماعۃ ہے جس پر صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا ہو،

تو حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت مطہرہ اور جماعت صحابہؓ کے پیروکار وہ اہل سنت والجماعت ہیں یہ وہ مبارک طبقہ ہے جسکے عقائد ونظریات اوراصول بالکل وہی ہیں جو حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے توسط سے انکو ملے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا جو مطلب حضرات صحابہ کرامؓ نے پیش کیا ہے اسکو اپنے ظاہر پر رکھتے ہوئے تسلیم کیا ہے اس سے ذرہ برابر بھی انحراف نہیں کیا فلاسفہ اور معتزلہ کی طرح انہوں نے عقائد ونظریات میں ترمیم وتحریف اور غلط تاویلیں نہیں کی، چنانچہ محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں مؤمن پر لازم ہے سنت اور جماعت کا اتباع کرنا، پس سنت وہ ہے جسکو حضور اقدس ﷺ نے مقرر فرمایا اور جماعت وہ جس پر خلفائے راشدین کی خلافت میں صحابہؓ نے اتفاق کیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ **کا ارشاد:** ۔فرماتے ہیں جو شخص کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے وہ فوت شدہ لوگوں کے طریقے کی پیروی کرے اس لیے کہ زندہ شخص فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا، "اُولٰئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ کَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَّاَعْمَقَهَا عِلْمًا وَّاَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى اٰثَرِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ (مشکوۃ شریف)

اور وہ جنکی پیروی کرنی چاہیے وہ حضرت محمد ﷺ کے اصحابؓ ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ

تھے دلوں کے اعتبار سے انتہاء درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے کامل اور بہت کم تکلف کرنے والے، پسند کیا تھا انکو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے پس انکی بزرگی کو سمجھو اور انکے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک ممکن ہو انکے عادات اور اخلاق کو اختیار کرو پس بے شک یہی لوگ صراط مستقیم پر قائم تھے۔

قولہ : وَنُحِبُّ اَهْلَ الْعَدْلِ وَالْاَمَانَةِ الخ

اہل عدل اور اہل امانت سے محبت ایمان کامل کی علامت ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم اہل عدل اور اہل امانت سے محبت کرتے ہیں ظلم اور خیانت کرنیوالوں سے بغض رکھتے ہیں یہ کمال درجہ کا ایمان اور کمال درجہ کی عبودیت ہے "اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ" کے تحت اگر کسی سے محبت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اگر کسی ظالم اور خائن سے بغض ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے، کہ جن عدل کرنے والے اور امانت داروں سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے ایمان والوں کو بھی ان سے محبت ہے اور جن ظلم کرنے والوں اور خیانت کرنے والوں اور فسادیوں سے اللہ تعالیٰ کو بغض اور دشمنی ہے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کی موافقت کرتے ہوئے ان سے دشمنی اور بغض رکھتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے "عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَبِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّاسِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَايُحِبُّهٗ اِلَّالِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَعُوْدَفِي الْكُفْرِ بَعْدَاَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَايَكْرَهُ اَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ (رواہ البخاری ومسلم)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص میں تین چیزیں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت کو پالے گا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ﷺ انکے ماسویٰ سے زیادہ محبوب ہو اور وہ شخص کہ اسکو کسی بندے سے محبت ہو تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے محبت ہو اور وہ شخص جو کفر کیطرف جانا بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نکالا ہو اسکو ایسے ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں

ڈالا جانا اسکو ناپسند ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اہل عدل اور اہل امانت سے جو مؤمن کو محبت ہے وہ اللہ ہی کیلئے اور اسی سے ایمان مکمل ہوتا ہے۔

قولہ: وَنَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ فِی السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، کَمَا جَاءَ فِی الْاَثَرِ

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم سفر اور حضر میں موزوں پر مسح کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

اور امام طحاویؒ روافض اور خوارج کا رد کر رہے ہیں جو مسح علی الخفین کے قائل نہیں۔

مسح علی الخفین کا جواز

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، روافض کے ہاں عجیب بات ہے کہ انکے نزدیک ننگے پاؤں پر تو مسح جائز ہے لیکن انکے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں، موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں،

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں میں نے ستر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو موزوں پر مسح کا قائل پایا جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں، علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ سلف صالحین میں سے کسی نے مسح علی الخفین کا انکار کیا ہو۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں "مَا قُلْتُ بِالْمَسْحِ حَتّٰی جَاءَ نِیْ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ" کہ میں اس وقت تک مسح علی الخفین کا قائل نہیں ہوا جب تک اس سلسلہ میرے سامنے روایات روز روشن کیطرح کھل کر سامنے نہیں آگئیں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے سوال کیا کہ اہلسنت والجماعت میں سے ہونیکی کیا علامت ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَنْ تُفَضِّلَ الشَّیْخَیْنِ وَتُحِبَّ الْخَتَنَیْنِ وَتَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ" کہ تو شیخین یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہؓ پر فضیلت دے اور تو آپ ﷺ کے دونوں دامادوں یعنی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اور مسح علی الخفین کو جائز سمجھے، امام کرخیؒ فرماتے ہیں "اَخَافُ الْکُفْرَ عَلٰی مَنْ لَایَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ" کہ جو شخص مسح علی الخفین کے جواز کا اعتقاد نہ رکھے مجھے اسکے کافر ہونے کا خوف ہے کیونکہ مسح علی الخفین کے جواز میں احادیث تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں باقی مسح علی الخفین کی احادیث کتب احادیث سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔

قوله: اَلْحَجُّ وَالْجِهَادُ فَرْضَانِ مَاضِيَانِ مَعَ أُوْلِي الْاَمْرِ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ بِرِّهِمْ وَفَاجِرِهِمْ لَايُبْطِلُهُمَا شَيْءٌ وَلَايَنْقُضُهُمَا

حج اور جہاد کا بیان

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان حکام اور ائمہ کی معیت میں حج اور جہاد قیامت تک جاری رہنے والے فرائض ہیں خواہ وہ حکام نیک ہوں یا بد اسلئے حج اور جہاد کو کوئی چیز باطل نہیں کرسکتی اور نہ انکو توڑ سکتی ہے، یہاں جو فرمایا کہ اولوالامر خواہ نیک ہوں یا بد، اسکی وجہ یہ ہے کہ حج اور جہاد دونوں ایسے فرائض ہیں جو سفر سے تعلق رکھتے ہیں اسی وجہ سے ایسے حکام کی ضرورت ہے جو لوگوں کی صحیح راہ نمائی کرسکیں اور دشمنوں کا مقابلہ کرسکیں اور یہ کام جسطرح صالح اور متقی حاکم کے ساتھ پورا ہوتا ہے اسی طرح فاسق اور فاجر حاکم کے ساتھ بھی پورا ہوسکتا ہے۔

حج کا لغوی اور شرعی معنٰی

حج کا لغوی معنٰی "القصد" یعنی قصد اور ارادہ کرنا اور اسکا شرعی معنٰی "قَصْدُ بَيْتِ اللّٰهِ فِيْ وَقْتٍ مُعَيَّنٍ بِشَرَائِطِ مَخْصُوْصَةٍ" بعض نے یوں بیان کیا ہے "زِيَارَةُ مَكَانٍ مَخْصُوْصٍ فِيْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ بِفِعْلٍ مَخْصُوْصٍ" کہ مخصوص اوقات میں مخصوص افعال کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔

حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے حج کی فرضیت کتاب اللہ اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہے، حج کی فرضیت پر پوری امت مسلمہ متفق ہے اسکی فرضیت کا منکر کافر ہے،

البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی، حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک حج واجب علی التراخی ہے حضرت امام مالکؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اصح روایت کے مطابق حج واجب علی الفور ہے،

واجب علی الفور کا مطلب یہ ہے کہ جس سال وجوب حج کی شرائط پائی گئی ہیں اسی سال حج کرنا واجب ہے تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا،

واجب علی التراخی کا مطلب یہ ہے کہ اسی سال حج کرنا واجب نہیں پوری زندگی میں جب بھی کرلے جائز ہوجائے گا تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا، اس صورت میں اُسے چاہیے کہ وصیت کرکے جائے کہ میری طرف سے حج کیا جائے، لیکن اگر حج فرض ہونے کے بعد موئخر کرتا رہا یہاں تک کہ موت آگئی اور اپنی زندگی میں حج نہ کرسکا تو بالاتفاق گناہ گار ہوگا،

اسی طرح حج فرض ہونے کے بعد تاخیر سے ادا کرے تو وہ حج ادا ہی ہوگا قضاء نہیں ہوگا لیکن جب حج فرض ہوجائے تو جلدی کرنی چاہیے ہوسکتا ہے کہ زندگی وفا نہ کرے اور احادیث مبارکہ میں جلدی کی ترغیب ہے "عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيُعَجِّلْ" (مشکوۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ جلدی کرے،

حج کے فضائل

حج کے بے شمار فضائل ہیں اسلئے جب حج فرض ہوجائے تو جلدی کرنی چاہیے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (رواہ البخاری ومسلم)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو یعنی فحش بات نہ ہو اور نہ فسق ہو یعنی حکم عدولی نہ کرے، وہ حج سے ایسا واپس لوٹے گا کہ جس طرح آج اسکو اسکی ماں نے جنا ہے یعنی گناہ سے پاک صاف،

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ (رواہ البخاری ومسلم)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں یعنی ایسے حج کا بدلہ جنت ہی ہے۔

(۳) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ رَفَعَهٗ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اَلْحَاجُّ یَشْفَعُ فِیْ اَرْبَعِ مِاَةٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتٍ اَوْ قَالَ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَیَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (رواہ البزار فضائل حج حضرت شیخ مولانا ذکریاؒ)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا کہ اسکے گھرانے میں سے چار سو آدمیوں کے بارے میں قبول ہوتی ہے اور حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ آج ہی اسکی ماں نے اسکو جنا ہے،

(۴) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُلَبِّیْ اِلَّا لَبّٰی مَنْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَشِمَالِهٖ مِنْ حَجَرٍ اَوْ شَجَرٍ اَوْ مَدَرٍ حَتّٰی تَنْقَطِعَ الْاَرْضُ مِنْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حاجی جب لبیک کہتا ہے تو اسکے ساتھ اسکے دائیں اور بائیں طرف جو پتھر، درخت یا ڈھیلے وغیرہ ہوتے ہیں وہ بھی لبیک کہتے ہیں اور اسطرح زمین کے منتہی تک یہ سلسلہ چلتا ہے،

جہاد کی حقیقت

جہاد جہد سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں مشقت اٹھانا اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا، اور اصطلاح شریعت میں جہاد کا مفہوم کفار کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ میں اپنی طاقت کو اعلائے کلمۃ اللہ اور دین کی سربلندی کے لئے پانی کیطرح بہادینا، اپنی طاقت خرچ کرنا خواہ جان پیش کرنے کے ذریعے ہو یا مالی امداد کے ذریعے ہو یا رائے اور تدابیر کے ذریعے ہو یا کسی طریقہ سے بھی اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اسلامی لشکر کی معاونت وحمایت ہو،

اگر اعلاء کلمۃ اللہ مقصود نہ ہو بلکہ دنیا کا مال و دولت مقصود ہو یا اپنا نام ونمود مطلوب ہو یا شجاعت ومردانگی کا پرچار مقصود ہو یا وطن مقصود ہو تو شریعت میں وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے، چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ دربار نبوت میں سوال کیا گیا کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لئے جنگ لڑتا ہے اور کبھی قومی غیرت وحمیت کی بناء پر اور کبھی دنیاوی نمود اور شہرت کے لئے ان میں سے کونسی جنگ جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق ہے دربار نبوت سے جواب آیا "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ" (رواہ البخاری ومسلم)

کہ جو شخص اسلئے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند رہے پس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

خلاصہ :۔ یہ کہ مسلمانوں کا کفار سے محض خدا کا باغی ہونے کیوجہ سے لڑنا اور اسکے راستے میں سرفروشی اور جانبازی کا نام جہاد ہے، بشرطیکہ وہ سرفروشی اور جانبازی محض اسلئے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند ہو جائے اور اسکے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع اور اپنی بہادری کا چرچا مقصود نہ ہو ایسی سرفروشی اور جانبازی کو جہاد کہتے ہیں۔

جہاد کا نصب العین

دنیا میں ہمیشہ خدا کا کلمہ بلند رہے اور خدا کی زمین پر اسکی توحید اور عظمت کا جھنڈا سربلند رہے

اور خدا کے باغی کفار کا دعویٰ ہمیشہ سرنگوں رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین دنیا میں حاکم بن کر رہے اور مسلمان امن وعافیت کے ساتھ خدا کی عبادت اور اطاعت کرسکیں اور کفار دین اسلام میں خلل اندازی نہ کرسکیں اور مسلمان عزت کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں اور عدل وانصاف اور امانت ودیانت اور صداقت وشرافت کی حفاظت ہو جائے۔

جہاد کی دو قسمیں

(۱) دفاعی جہاد:۔ جہاد کی ایک قسم دفاع ہے جسکو دفاعی جہاد کہتے ہیں کہ اگر کفار تم پر ابتداء حملہ آور ہوں اور اسلامی مملکت کے خلاف جنگ شروع کردیں اور مسلمانوں کی طرف سے جنگ کا اعلان کردیا جائے تو اس صورت میں ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہوگا اور کفار کا مقابلہ کرنا اور جہاد میں شرکت کرنا اس شہر اور مملکت کے تمام باشندوں پر واجب ہوگا اور ایسے ہی ان لوگوں پر واجب ہوگا جو اس شہر یا مملکت کے قریب رہتے ہیں بشرطیکہ اس شہر یا مملکت کے رہنے والے اپنے شہر اور اپنے ملک کی حفاظت اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی نہ ہوں، جہاد کی اس قسم کو اللہ جل شانہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے "وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ"

اور تم قتال کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا،

اور اگر اعلان جنگ نہ ہو اور اس علاقے والے کفار کے مقابلہ میں کافی ہوں تو پھر جہاد فرض کفایہ ہے۔

اقدامی جہاد:۔ جہاد کی دوسری قسم اقدام ہے جسکو اقدامی جہاد کہتے ہیں یعنی جبکہ کفر کی قوت اور طاقت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ تم

دشمنانِ اسلام پر جارحانہ اقدام کرو کیونکہ جب دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظ ماتقدم کا مقتضی یہی ہے کہ ان پر اقدام کیا جائے تاکہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اور بغیر کسی خوف وخطرہ کے امن وامان اور عافیت کے ساتھ اللہ رب العزت کے احکام کو بجالائیں اور کوئی قوت اور طاقت انکو انکے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور کوئی کفریہ طاقت قانون خداوندی کے اجرا اور نفاذ میں رکاوٹ نہ بن سکے،

ایسے موقع پر عقل اور فراست اور سیاست کا یہی مقتضی ہے کہ خطرہ کو پیش آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آجائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجے کی حماقت ہے جسطرح شیر اور چیتے کو حملہ کرنے سے قبل ہی ختم کر دینا اور کاٹنے سے پہلے ہی سانپ اور بچھو کا سر کچل دینا ظلم نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کا تدبر اور انجام شناسی ہے، اسی طرح کفر اور شرک کا سر اٹھنے سے پہلے ہی کچل دینا اعلیٰ درجے کا تدبر ہے،

جہاد کی اس قسم کو حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے "وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ" (سورۃ انفعال آیت ۳۹ پارہ ۹)

کہ اے مسلمانوں! تم کفار سے جہاد وقتال کرو کہ کفر وشرک کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو پورا پورا غلبہ حاصل ہو جائے۔

جہاد کی پہلی مثال:۔ جہاد کی مثال اس طرح سمجھئے کہ جب کسی کے ہاتھ میں پھنسی یا پھوڑا نکل آئے تو پہلا درجہ مرہم کا ہے اسکے لگانے سے فاسد مادہ نکل جائے یا تحلیل ہو جائے، دوسرا نشتر کا ہے شگاف دیا جائے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دے تاکہ دوسرے اعضاء صحیحہ اس ناسور سے متاثر نہ ہوں، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کسی کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دے تو سب اسکے ممنون ہوتے ہیں اور گرانقدر نذرانہ پیش کرتے ہیں اور اسکی مدح سرائی کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نے اس کا عضو کاٹ کر باقی اعضاء کو گلنے سڑنے سے بچالیا،

کوئی شخص بھی ڈاکٹر کے اس فعل کو وحشیانہ اور ظالمانہ فعل نہیں کہتا، اسی طرح روحانی اطباء انبیاء علیہم السلام اور انکے نائبین کفر کے پھوڑے پر پہلا اوّلاً وعظ و نصیحت کا مرہم رکھتے ہیں اور اگر اسکا فائدہ نہ ہو بلکہ اسکے برعکس یہ خطرہ لاحق ہو جائے کہ یہ کفر کا مرض متعدی ہو کر دوسرے اہل ایمان کو بھی خراب کر دے گا تو جہاد و قتال کے ذریعے اس عضو کو کاٹ ڈالتے ہیں تا کہ باقی اعضاء اسکے ضرر سے محفوظ ہو جائیں اور یہ خبیث مادہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

جہاد کی دوسری مثال:۔ اسکی دوسری مثال یوں سمجھئے کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی حکومت کے انتظامات اور فرائض میں سے ہے اگر انکی سرکوبی نہ کی جائے تو نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا، اسی طرح جو لوگ دولت ایمان کے رہزن ہوں اور اس بات کے خواہشمند ہوں کہ معاذ اللہ، اہل حق کو بھی اپنے جیسا رہزن اور کافر بنالیں اور اللہ تعالیٰ کے وفاداروں کی فہرست سے نام کٹوا کر باغیوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں ایسے لوگوں سے بھی جہاد و قتال کرنا عین حکمت اور عین مصلحت ہوگا بلکہ فرض اور واجب ہوگا، اسی کو امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حج اور جہاد قیامت تک جاری رہنے والے فرائض ہیں اولوالامر مسلمانوں کی رفاقت میں، اس حج اور جہاد کو نہ کوئی چیز باطل کر سکتی ہے اور نہ ہی انکو ختم کر سکتی ہے، یہاں سے امام طحاویؒ روافض کا بھی رد کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ اب نہیں ہے جب امام مہدی کا ظہور ہوگا اور آسمان سے ایک منادی کرنے والا منادی کریگا کہ تم اسکی اتباع کرو تو پھر جہاد ہوگا۔

وَنُؤْمِنُ بِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَهُمْ حَافِظِيْنَ .وَنُؤْمِنُ بِمَلَكِ الْمَوْتِ الْمُوَكَّلِ بِقَبْضِ اَرْوَاحِ الْعَالَمِيْنَ ،وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ لِمَنْ كَانَ لَهُ اَهْلًا وَبِسُؤَالِ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ لِلْمَيِّتِ فِيْ قَبْرِهٖ عَنْ رَّبِّهٖ وَدِيْنِهٖ وَنَبِيِّهٖ عَلٰى مَاجَآءَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ عَنْ رَسُوْلِ رَبِّهٖ ﷺ ،وَعَنِ الصَّحَابَةِؓ ،وَالْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ ،وَنُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ وَبِجَزَآءِ الْاَعْمَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،وَالْعَرْضِ وَالْحِسَابِ

وَقِرَاءَةِ الْكِتَابِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالصِّرَاطِ وَالْمِيزَانِ يُوزَنُ بِهِ أَعْمَالُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَالطَّاعَةِ وَالْمَعْصِيَةِ.

ترجمہ:۔ اور ہم کراماً کاتبین فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو ہم پر محافظ ونگران بنایا ہے اور ہم ملک الموتؑ پر ایمان رکھتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی ارواح قبض کرنے پر مقرر کیا ہے اور ہم عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہیں اسکے لیے جو اسکے حق دار ہیں۔

اور ہم منکر نکیر کے سوال پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو میت سے اسکی قبر میں اسکے رب کے بارے میں اور اسکے دین کے بارے میں اور اسکے نبی کے بارے میں کیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں آیا ہے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے،

اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، اور ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء پر اور اعمال نامے پیش کیے جانے اور حساب پر اور اعمال نامے پڑھے جانے پر اور ثواب اور عذاب اور پل صراط پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم میزان پر ایمان رکھتے ہیں جس پر مؤمنوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا خیر اور شر اور اطاعت اور معصیت میں سے،

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے کراماً کاتبین فرشتوں پر اور ملک الموت پر اور قبر میں منکر نکیر کے سوال پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ساتھ قبر کا جنت کا باغیچہ ہونا یا جہنم کا گڑھا ہونا اور ایمان بعث بعد الموت اور جزائے اعمال اور نامۂ اعمال کے پڑھے جانے اور میزان پر ایمان کا ذکر کیا ہے،

تشریح

قولہ: وَنُؤْمِنُ بِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم کراماً کاتبین فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہم پر نگہبان بنایا ہے جو ہمارے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں، ہر انسان کیساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں ایک دائیں طرف ہوتا ہے جو اسکی نیکیاں لکھتا ہے اور ایک فرشتہ بائیں طرف ہوتا ہے جو اسکی برائیاں لکھتا ہے ان فرشتوں کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے،

اسکی تائید حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو تم اسے نہ لکھو اگر برائی کر لے پھر لکھو اور جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے لیکن کر نہ پائے تو اسکے نامۂ اعمال میں نیکی لکھ دو اگر وہ نیکی کر لے تو ایک کی جگہ دس نیکیاں لکھ دو (راوہ بخاری ومسلم)

دوسری حدیث کا مفہوم ہے کہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یہ بندہ برائی کا ارادہ رکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکا انتظار کرو اگر برائی کرے تو ایک برائی لکھو اگر برائی کا ارادہ چھوڑ دے تو اس پر ایک نیکی لکھ دو کیونکہ اس نے برائی کو میری وجہ سے چھوڑا ہے (راوہ بخاری ومسلم)

اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے

"وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ" (سورۃ الانفطار آیت ۱۰-۱۲ پارہ ۳۰)

اور تم پر نگہبان مقرر ہیں جو عزت والے عالی قدر ہیں (تمہاری باتوں کو) لکھنے والے ہیں وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" (سورۃ ق آیت ۱۷-۱۸ پارہ ۲۶)

(جب وہ کوئی کام کرتا ہے) تو دو لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں لکھ لیتے ہیں نہیں کوئی بولتا

کوئی بات زبان سے مگر ایک نگہبان اسکے پاس تیار رہتا ہے۔

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْھِمْ یَکْتُبُوْنَ" (سورۃ زخرف آیت ۸۰ پارہ ۲۵)

کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں، کیوں نہیں ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کی سب باتوں کو لکھ لیتے ہیں،

ان آیات سے بھی ثابت ہوا کہ کراماً کاتبین فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں اس پر ایمان لانا مؤمنوں کے لئے ضروری ہے،

قوله: وَنُؤْمِنُ بِمَلَکِ الْمَوْتِ الْمُوَکَّلِ بِقَبْضِ اَرْوَاحِ الْعَالَمِیْنَ، وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ لِمَنْ کَانَ لَهٗ اَھْلًا

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم ملک الموت پر ایمان رکھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی ارواح قبض کرنے پر مقرر کیا ہے اور ہم عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہیں اور عذاب قبر میں وہ لوگ مبتلا ہیں جو اسکے حق دار ہیں،

ملک الموت جان نکالنے پر مقرر ہیں

حضرت عزرائیل علیہ السلام تمام مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

"قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ"

(سورۃ السجدہ آیت ۱۱ پارہ ۲۱)

کہہ دیجئے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤگے،

اور عزرائیل کی ماتحتی میں بھی بے شمار فرشتے کام کرتے ہیں، اصل میں ملک الموت اراوح کے قبض اور انکے نکالنے پر مقرر ہیں پھر انکو رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے لے لیتے ہیں، نیک

آدمیوں کی روح نکالنے والے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ساتھ الگ فرشتے ہوتے ہیں ،بدکار آدمیوں کی روح نکالنے کے لیے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ساتھ الگ فرشتے ہوتے ہیں، جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ "(سورۃ الانعام آیت ۹۳ پارہ ۷)

اور کاش تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جس وقت وہ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے ان پر اپنے ہاتھ بڑھارہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں ،اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی ہوتے ہیں،

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے "حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ"(سورۃ الانعام آیت ۶۱ پارہ ۷)

یہاں تک کہ جب آپہنچے تم میں سے کسی کو موت تو ہمارے فرشتے اسکی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔

قولہ: وَبِعَذَابِ الْقَبْرِ لِمَنْ کَانَ لَهٗ اَهْلًا

عذاب قبر کا اثبات

تمام کفار اور بعض گناہ گار مسلمانوں کے لئے قرآن اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے عذاب قبر کا ہونا ثابت ہے اور مؤمنین اہل اطاعت کے لئے نعمت اور راحت کا ہونا ثابت ہے اگر چہ امام طحاویؒ نے صرف عذاب کا ذکر کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے چونکہ اکثر افراد کافر ہیں یا فاسق اس لئے عذاب قبر کا وقوع ثواب کے وقوع سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے عذاب قبر کو ذکر کیا ہے یا زیادہ تر نصوص میں عذاب قبر کا ذکر موجود ہے اس لئے امام طحاویؒ نے بھی عذاب قبر کا ذکر کر دیا۔

عذاب قبر پر دلائل

دلیل اول :۔ ”وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ، اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ “

(سورۃ المؤمن آیت ۴۶ پارہ ۲۴) فرعونیوں کو سخت عذاب نے گھیر لیا صبح شام ان پر آگ پیش کی جاتی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو حکم ہوگا) تم فرعونیوں کو سخت عذاب میں داخل کرو،

”ويوم تقوم الساعة“ سے معلوم ہوا کہ پہلے جس عذاب کا ذکر ہے وہ قیامت سے پہلے کا ہے اور وہ عذاب برزخ ہی ہے،

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں ”هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَصْلٌ كَبِيْرٌ فِىْ اِسْتِدْلَالِ اَهْلِ سنَّةٍ عَلٰى عَذَابِ الْبَرْزَخِ فِى الْقُبُوْرِ“

دلیل ثانی :۔ مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (سورۃ نوح آیت ۲۵ پارہ ۲۹)

کہ قوم نوح ؑ اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے پھر ساتھ ہی آگ میں داخل کیے گئے، استدلال عذاب قبر پر یوں ہے کہ فاء تعقیب مع الوصل بلا مہلت کے لئے آتی ہے فادخلوا نارا کا مطلب یہ ہوا کہ قوم نوح ؑ کو ڈبوئے جانے کے فوراً بعد آگ میں داخل کیا گیا یہ آگ قبر اور برزخ ہی کی ہو سکتی ہے کیونکہ نار آخرت تو بہت صدیوں کے بعد آئے گی۔

دلیل ثالث :۔ ”وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ طور آیت ۴۷ پارہ ۲۷)

اور ان ظالموں کے لئے اسکے سوا اور عذاب بھی ہے اور لیکن انکے اکثر نہیں جانتے، اس میں احتمال ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر یا دنیا میں قتل ہونا مراد ہو لیکن عذاب قبر زیادہ واضح ہے کیونکہ اکثر کفار میں سے فوت ہوئے ہیں قتل نہیں ہوئے۔

دلیل رابع :۔ ” يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

(سورۃ ابراھیم آیت ۲۷ پارہ ۱۳)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے قول ثابت پر جمادے گا، یہ آیت بھی عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب مؤمن بندہ سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے من ربک، وما دینک، ومن نبیک وہ جواب دیتا ہے ربی اللہ، ودینی السلام، ونبیی محمد ﷺ (مشکوۃ شریف)

دلیل خامس:۔ احادیث میں عذاب قبر اور ثواب قبر کا تذکرہ نہایت صراحت اور تواتر کے ساتھ وارد ہوا ہے،

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ اَمَّا الْآخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ (راوہ البخاری ومسلم)

دلیل سادس:۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَنْزِهُوْا عَنِ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ (راوہ الحاکم)

دلیل سابع:۔ عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ اَتَاهُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِهٖ پھر اس حدیث کے آخر میں ہے وَیُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَةً فَیَصِیْحُ صَیْحَةً یَسْمَعُهَا مَنْ یَلِیْهِ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ (راوہ البخاری ومسلم)

دلیل ثامن:۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُسَلَّطُ عَلَی الْکَافِرِ فِیْ قَبْرِهٖ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ تِنِّیْنًا تَنْهَسُهٗ وَتَلْدَغُهٗ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ لَوْ اَنَّ تِنِّیْنًا مِنْهَا نَفَخَ بِالْاَرْضِ مَا اَنْبَتَ خَضِرًا (مشکوۃ شریف)

بہرحال عذاب قبر کے بارے میں احادیث بکثرت وارد ہیں جو احادیث کی کتب سے دیکھی جاسکتی ہیں،

منکرین عذاب قبر اور انکا اعتراض اور جوابات:۔ بعض معتزلہ اور روافض اور بعض مرجیہ نے عذاب قبر کا بالکلیہ انکار کیا ہے وہ کسی طرح بھی عذاب قبر کے قائل نہیں اسی طرح انعامات قبر کا بھی انہوں نے انکار کیا ہے،

انکی دلیل یہ ہے کہ میت بے جان اور بے حس جسم ہے نہ اسکے اندر حیات ہے اور نہ علم وادراک کیونکہ علم وادراک ذی حیات جسم کا خاصہ ہے لہذا جب اسکو نہ تکلیف والم کا احساس اور ادراک ہوسکتا ہے اور نہ راحت ولذت کا ادراک ہوسکتا ہے تو اسکی تعذیب وتنعیم محال ہے،

اہل سنت والجماعت کی طرف سے جواب

جواب اول:۔ میت کے لئے تعذیب وتنعیم دونوں امر ممکن ہیں جسکی مخبر صادق ﷺ نے متعدد احادیث میں خبر دی ہے اور مخبر صادق ﷺ جس امر ممکن کی خبر دیں وہ صحیح ہے اور اس پر بلا تاویل ایمان لانا فرض ہے لہذا میت کیلئے قبر میں تعذیب اور تنعیم دونوں پر ایمان لانا فرض ہے اور ماننا ضروری ہے،

جواب ثانی:۔ باقی انکی یہ دلیل کہ میت جماد بے حس ہے نہ اسکی حیات ہے اور نہ احساس پھر عذاب کیسے ہوسکتا ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ میت کے جسم کے تمام اجزاء میں یا بعض اجزاء میں اس قدر خاص قسم کی حیات پیدا کردیں جس سے وہ عذاب کی تکلیف یا تنعیم کی لذت کا ادراک کرسکے جیسا کہ شہداء کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ "بَلْ اَحْيَاءٌ" میں بھی خاص قسم کی حیات مراد ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم حرکت کرے یا عذاب کا اثر اس پر دیکھا جائے ہوسکتا ہے کہ ڈوبا ہوا پانی کے اندر یا جانوروں کا کھایا ہوا انکے پیٹ میں اور سولی دیا ہوا ہوا میں، وہ عذاب میں مبتلا ہو اور ہمیں دکھائی نہ دے جیسا جبرائیل علیہ السلام جب وحی لے کر آتے تو حضور اقدس ﷺ کو دکھائی دیتے تھے مگر حاضرین صحابہ ؓ کو دکھائی

نہیں دیتے تھے اور جیسا سویا ہوا شخص خواب میں ہنستا ہے، روتا اور چیختا چلاتا ہے مگر پاس سوئے ہوئے کو کچھ پتہ نہیں چلتا، اسی طرح میت کو عذاب ہونے کے لئے ہمیں دکھائی دینا ضروری نہیں،

اہل سنت والجماعت کا موقف :۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک عذاب اور ثواب جسم مع الروح کو ہوتا ہے اور جسم میں "نوع من الحیاۃ" ہوتی ہے لیکن یہ حیات ایسی نہیں کہ جس میں کھانے پینے، چلنے پھرنے کی ضرورت ہو قبر میں روح کا جسم کے ساتھ تعلق تو ہے جس سے ایک قسم کی حیات پیدا ہو جاتی ہے یہ تعلق تو تدبر اور تصرف کا تعلق نہیں، جیسے دنیا کی حیات میں روح کا جسم کے ساتھ تدبر اور تصرف کا تعلق تھا جس کی وجہ سے جسم میں حرکات محسوس ہوتی تھیں اور جسم کو کھانے، پینے اور آرام کی ضرورت ہوتی تھی قبر میں ایسا تعلق نہیں ایسا تعلق دوبارہ صرف آخرت میں ہوگا۔

قبر سے کیا مراد ہے؟ عذاب قبر میں صرف یہی زمین والی قبر مراد نہیں ہے بلکہ وہ عذاب مراد ہے جو میت کو موت کے بعد حشر سے پہلے ہوگا خواہ اسکو درندوں نے کھایا ہو تو اسکا عذاب وہاں ہوگا اگر پانی میں غرق ہو گیا ہو تو اسکو عذاب وہاں ہوگا اگر آگ میں جلا کر اسکی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا گیا ہو تو اسکو عذاب وہاں ہوگا اگر کسی کو فضاء میں سولی پر لٹکایا ہوا ہو تو اسکو عذاب وہاں ہوگا، گویا کہ میت جس جگہ ہوگی وہی اسکی قبر ہوگی بہر حال اسکی روح اور جسم کو اسی طرح عذاب ہوگا جس طرح اس انسان کو عذاب ہوتا ہے جو قبر میں دفن کیا گیا ہو،

لیکن امام طحاویؒ نے عذاب قبر میں عذاب کی نسبت قبر کی طرف اس لیے کر دی چونکہ عام طور پر مردوں کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے خصوصاً جو مذاہب ساویہ کے قائل ہیں ان کے ہاں میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس لیے عذاب کی اضافت قبر کی طرف کر دی ہے،

قَوْلُهُ وَبِسُوَالِ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ لِلْمَيِّتِ فِيْ قَبْرِهٖ عَنْ رَبِّهٖ وَدِيْنِهٖ وَنَبِيِّهٖ الخ

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ میت سے قبر میں منکر نکیر سوال کرتے ہیں اس کے ربکے بارے میں، اسکے دین کے بارے میں اور جناب نبی کریم ﷺ کے بارے میں جیسا کہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے احادیث میں مروی ہے کہ اہل ایمان کے لئے قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اہل کفر وشرک اور منافقین اور فساق وفجار کے لئے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے ان ساری باتوں کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے، اور جس ممکن بات کی مخبر صادق ﷺ خبر دے وہ صحیح ہے اور بلا تاویل اس کو مان لینا اس پر ایمان لانا فرض ہے،

قبر میں منکر نکیر کا سوال :۔ قبر میں منکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں اسی کو ایک حدیث مبارکہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے،

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسکو بٹھاتے ہیں پھر اس سے سوال کرتے ہیں "مَنْ رَبُّکَ" مؤمن جواب دیتا ہے "رَبِّیَ اللّٰہ" پھر دوسرا سوال کرتے ہیں "مَادِیْنُکَ" مؤمن جواب دیتا ہے "دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ" پھر تیسرا سوال کرتے ہیں "مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ" مؤمن جواب دیتا ہے "هُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ" وہ دونوں فرشتے اس سے کہتے ہیں "وَمَا یُدْرِیْکَ" مؤمن جواب میں کہتا ہے "قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰہِ فَاٰمَنْتُ بِہٖ وَصَدَّقْتُ فَذَالِکَ قَوْلُہٗ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الْاٰیَۃ" حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ فَافْرِشُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَالْبِسُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّۃِ" اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور اسکی منتہائے نظر تک قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے اور جو کافر ہوتا ہے قبر میں اسکی روح اسکے جسم میں لوٹائی

جاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں "مَنْ رَبُّکَ" وہ جواب میں کہتا ہے "هَاهِ هَاهِ لَا اَدْرِیْ" پھر دوسرا سوال کرتے ہیں "مَا دِیْنُکَ" وہ جواب میں کہتا ہے "هَاهِ هَاهِ لَا اَدْرِیْ" پھر تیسرا سوال کرتے ہیں "مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ" وہ جواب میں کہتا ہے "هَاهِ هَاهِ لَا اَدْرِیْ" تو ایک منادی آسمان سے نداء دیتا ہے فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ اَنْ كَذَبَ عَبْدِیْ فَافْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ اور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی قبر میں جہنم کی گرم لپٹیں آتی رہتی ہیں اور اس پر قبر اتنی تنگ کردی جاتی ہے حتی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں پھر اس پر ایک ایسا فرشتہ مقرر کردیا جاتا ہے جو آنکھوں سے اندھا کانوں سے بہرہ ہوتا ہے اسکے پاس ایسا لوہے کا گرز ہوتا ہے اگر پہاڑ پر بھی مارا جائے تو وہ ذرہ ذرہ ہوکر مٹی ہوجائے "فَیَضْرِبُهٗ بِهَا ضَرْبَةً یَسْمَعُهَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ فَیَصِیْرُ تُرَابًا ثُمَّ یُعَادُ فِیْهِ الرُّوْحُ" (رواہ ابوداؤد واحمد)

منکر نکیر کی وجہ تسمیہ: "مُنکر" اسم مفعول کا صیغہ ہے انکرہ سے ماخوذ ہے جسکا معنی ہے "نہ پہچاننا" اور "نکیر" بروزن فعیل اسم مفعول ہی کے معنی میں ہے تو منکر اور نکیر کا معنی اجنبی اور غیر معروف، تو منکر اور نکیر کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ انکی پیدائش اور بناوٹ انسانوں اور جانوروں میں سے کسی کے مشابہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ پہچانے نہیں جاتے، بعض نے کہا ہے کہ متعین طور پر دو ہی فرشتے سوال کے لئے مقرر ہیں اور ہر مردے سے یہی دو فرشتے سوال کرتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ سوال کرنے والے فرشتوں کی ایک جماعت ہو جن میں سے بعض کا نام منکر اور بعض کا نام نکیر ہو اور ہر میت کے پاس اس جماعت میں سے دو فرشتے سوال کیلئے بھیجے جاتے ہوں، انبیاء علیہ السلام سے منکر نکیر سوال نہیں کرتے اسی طرح اطفالِ مؤمنین پر نہ

منکر نکیر کا سوال ہوگا اور نہ ان پر عذاب قبر ہوگا۔

قَوْلُهٗ وَنُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ وَبِجَزَآءِ الْاَعْمَالِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَالْعَرْضِ وَالْحِسَابِ وَقِرَاْءَةِ الْکِتَابِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالصِّرَاطِ

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر اور قیامت کے دن اعمال کا بدلہ ملنے پر ایمان رکھتے ہیں اور اعمال نامے پیش کیے جانے پر اور حساب اور اعمال نامے پڑھے جانے پر اور ثواب وعذاب اور پل صراط سے گزارے جانے پر ایمان رکھتے ہیں،

بعث بعد الموت کا مطلب :۔ بعث بعد الموت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے جزاء اور سزا کا دن مقرر فرمایا ہوا ہے جب وہ دن آجائے گا تو سب کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا جسکے بعد اچھے اور برے اعمال کا حساب ہوکر مناسب فیصلہ ہوگا، لہذا حساب وکتاب اور جزاء وسزا کے لئے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کو اصطلاح شریعت میں بعث بعد الموت کہا جاتا ہے، جسکی کیفیت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو قبر سے اس طرح اٹھائیں گے کہ انکے اصلی اجزاء کو بدن کی شکل دے کر دوبارہ اس میں روح ڈال دیں گے قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے اسکی حقیقت ثابت ہے لہذا رب العزت کا ارشاد ہے

(۱) **"زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ"** (سورۃ التغابن آیت ۷ پارہ ۲۸)

کافر لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز وہ اٹھائے نہیں جائیں گے کہہ دیجئے کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو بتلایا جائے گا جو کچھ تم نے کیا اور یہ اللہ پر آسان ہے،

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے **"قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ"** (سورۃ یسین آیت ۷۸-۷۹ پارہ ۲۳)

کافر نے کہا جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا کہہ دیجئے انکو وہی زندہ کرے گا جس نے انکو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔

(۳) تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ" (سورۃ الحج آیت ۷ پارہ ۱۷)

اور بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ اٹھائے گا ان کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں،

فلاسفہ پر رد:۔ امام طحاویؒ نے "ونؤمن بالبعث" کہہ کر فلاسفہ پر رد کیا ہے فلاسفہ نے بعث بعد الموت اور معاد جسمانی کا انکار کیا ہے انکی دلیل یہ ہے کہ جو چیز معدوم ہو گئی ہو معدوم کا بعینہ دوبارہ پیدا کرنا محال ہے یہ انکا محض ایک دعویٰ ہے،اس دعویٰ پر کوئی معتبر دلیل ان کے پاس موجود نہیں اور یہی عقیدہ مشرکین مکہ کا تھا جس پر قرآن مجید نے بارہا انکار کیا ہے اور دوبارہ زندہ ہونے کو ثابت کیا جیسے ماقبل میں تفصیل سے گذر چکا ہے ، باقی انکا دعویٰ معدوم کا بعینہ پیدا کرنا محال ہے یہ انکا دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ جب معدوم کو پہلی بار موجود کرنا ممکن بلکہ واقع ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے "وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ" (سورۃ بقرۃ آیت ۲۸ پارہ ۱)

تو اعادہ معدوم یعنی موجود کے معدوم ہونے کے بعد دوبارہ اسکو موجود کرنا خصوصاً جبکہ وہ بالکلیہ معدوم نہ ہوا ہو بلکہ اسکے اجزائے اصلیہ باقی ہوں بدرجہ اولیٰ ممکن ہے اور معاد جسمانی سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اجزائے اصلیہ کو جو ابتدائے عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں انکو جمع فرما کر ان میں دوبارہ روح ڈال دینگے،

"وَبِجَزَاءِ الْاَعْمَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" الخ

قیامت کے دن اعمال کی جزا ملے گی:۔ یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں قیامت کے دن اچھے اعمال پر انعام اور جزاء ملے گی اور برے اعمال پر سزا اور عذاب ملے گا اس پر ہمارا

ایمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قیامت قائم کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ اپنی شان صفتِ عدل اور انصاف کو ظاہر فرمائیں اور نیک لوگوں کو جزا اور برے لوگوں کو سزا دیں، تو اسکے لئے ضروری تھا کہ جن اچھے یا برے اعمال پر قیامت کے دن جزاء اور سزا مرتب ہوتی ہے ان اعمال کے درج کیے جانے اور محفوظ کیے جانے کا کوئی انتظام ہونا چاہیے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر شخص پر کراماً کاتبین فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے جو اس کے اچھے اور برے اعمال کو ایک کتاب میں لکھتے رہتے ہیں وہی کتاب بندہ کا نامۂ اعمال ہے لہذا قیامت کے دن ہر انسان کے عمر بھر کے اقوال وافعال اور حرکات وسکنات جس نامۂ اعمال میں کراماً کاتبین نے قلم بند کیے تھے وہ نامۂ اعمال بندہ کے سامنے آجائیں گے اور اسی کے مطابق ثواب اور عقاب ہوگا،

جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

(۱) وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۴ پارہ ۱۵)

ہم قیامت کے دن اسکے نامۂ اعمال اسکے سامنے کر دیں گے جسکو وہ کھلا ہوا پائے گا اور اس سے کہیں گے تو خود اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہے

(۲) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا" (سورۃ الکہف آیت ۴۹ پارہ ۱۵)

اور رکھ دی جائے گی کتاب پس تو دیکھے گا مجرموں کو کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا گا اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے ہائے خرابی! یہ کیسی کتاب ہے نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو، مگر اس کو لکھ رکھا ہے اور وہ اپنے سامنے پائیں گے جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

(۳) تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّیَنْقَلِبُ اِلٰی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا" (سورۃ الانشقاق آیت ۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲ پارہ ۳۰)

بہر حال جسکو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اس سے حساب آسان لیا جائے گا اور اپنے اہل کے پاس خوش خوش آئے گا اور جسکو نامہ اعمال اسکی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور دوزخ میں داخل ہوگا،

معتزلہ کارد:۔ امام طحاویؒ یہاں سے معتزلہ پر رد کررہے ہیں معتزلہ نے نامہ اعمال اور حساب وکتاب کا انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے نامہ اعمال لکھنے اور حساب وکتاب کی کیا ضرورت یہ تو عبث کام ہے،

امام طحاویؒ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اعمال کی جزا اور اعمال نامے پیش کیے جانے اور اعمال نامے پڑھے جانے اور اعمال پر ثواب وجزا کا ملنا اس پر ہمارا ایمان ہے اور قرآن وحدیث میں یہ تفصیل سے بیان ہوئے ہیں جیسے پہلے بھی گزر چکا ہے، باقی اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود نامہ اعمال لکھنے میں کوئی ایسی حکمت ہو جو ہم نہ جانتے ہوں اور ہمارے نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نامہ اعمال لکھنے میں کوئی حکمت نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ نامہ اعمال کا تیار کروانا اتمام حجت کے لئے بھی ہوگا اور بطور ثبوت کے مجرموں کے سامنے لایا جائے گا تا کہ وہ کسی بات کا انکار نہ کرسکیں۔

پل صراط حق ہے:۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں پل صراط پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں، صراط ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر تانا گیا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور تمام انسانوں کو اس پر سے گزرنے کا حکم ہوگا سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ گزریں گے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام گزریں گے پھر مؤمنین اپنے اوصاف کے اعتبار سے کوئی بجلی کی طرح،

کوئی ہوا کی طرح، کوئی دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح، کوئی تیز رفتار اونٹوں کی طرح، اس سے گزر جائیں گے اور جہنمیوں کے قدم اس سے پھسل جائیں گے اور جہنمی لوگ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔

پل صراط پر اندھیرا ہوگا اور ایمان کے علاوہ کوئی روشنی نہ ہوگی مؤمنین اپنے ایمان کی روشنی میں چل کر پل صراط عبور کر جائیں گے۔

امام قرطبیؒ نے اور ابو بکر بن احمد سلیمان نجارؒ نے یعلیٰ منبہؓ سے اور انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ مؤمن سے کہے گی اے مؤمن! تیری روشنی نے میرے شعلوں کو بجادیا ہے،

کفار اور منافقین اندھیرے میں رہ جائیں گے، اسی کو رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمایا ہے

"یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر"

(سورۃ التحریم آیت ۸ پارہ ۲۸)

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کریگا، انکا نور ان کے سامنے اور انکے دائیں چلتا ہوگا وہ کہیں گے اے ہمارے رب پورا کردے ہمارا نور اور ہمیں معاف کردے بیشک تو سب کچھ کرسکتا ہے،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا" (سورۃ مریم آیت ۷۱-۷۲ پارہ ۱۶)

اور تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے، ہو چکا ہے یہ وعدہ تیرے رب کے ہاں حتمی فیصلہ طے ہو چکا ہے، پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیدیں گے اور ہم چھوڑ دیں گے ظالموں کو اس میں اوندھے گرے ہوئے،

تفسیر عثمانی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے ہر نیک وبد، مجرم و بری اور مؤمن و کافر کے لئے اللہ تعالیٰ قسم کھا چکا ہے اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اسکا گزر ہوگا، کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ دوزخ پر گزر کر ہوگا جسے پل صراط کہتے ہیں اس پر لامحالہ سب کا گزر ہوگا خدا سے ڈرنے والے مؤمن اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور گنہگار الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔

معتزلہ کا رد:۔ امام طحاویؒ نے پل صراط پر ہم ایمان رکھتے ہیں کہہ کر معتزلہ پر رد کیا ہے اور انہوں نے پل صراط کا انکار کیا ہے اور اشکال کیا ہے

اشکال:۔ کہ ایسے پل صراط سے گزرنا ممکن نہیں اگر ممکن بھی ہو تو مؤمنین کے حق میں عذاب ہے۔

جواب اول:۔ مؤمنین کے لئے ایسے پل صراط سے گزرنا عذاب نہیں ہے بلکہ مؤمنین کے حق میں اللہ تعالیٰ اس قدر آسان کر دیں گے کہ بعض بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح، کوئی دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح گزر جائیں گے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

جواب ثانی:۔ ایسا اشکال اور پل صراط کا انکار اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایمان میں کمی کا نتیجہ ہے ورنہ اس قادر مطلق سے کوئی کام بھی بعید از قیاس نہیں ہے گزرنے والا جانے یا گزارنے والا جانے؟

قوله: وَالْمِيْزَانِ يُوْزَنُ بِهٖ اَعْمَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَالطَّاعَةِ وَالْمَعْصِيَةِ.

میزان عدل قائم ہوگی

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہم میزان پر بھی ایمان رکھتے ہیں جس میزان پر مؤمنوں کے

اعمال خیر و شر اور اطاعت و معصیت میں سے ہر ایک کا وزن کیا جائے گا، اسلامی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے اور اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ قیامت کے دن ایک میزان عدل قائم ہوگی جسکے ذریعہ انسانوں کے اقوال وافعال کا وزن کیا جائے گا تا کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ عدل وانصاف کا ظہور ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَاتُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًاوَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَابِهَاوَكَفٰى بِنَاحٰسِبِيْنَ" (سورۃ الانبیاء آیت ۴۷ پارہ ۱۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں کھڑی کریں گے پس کسی پر ایک ذرہ بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اسکو لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے کو۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِالْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓااَنْفُسَهُمْ بِمَاكَانُوْابِاٰيٰتِنَايَظْلِمُوْنَ" (سورۃ الاعراف آیت ۸-۹ پارہ ۸)

وزن اس دن حق ہوگا جن کے میزان بھاری ہوئے پس وہی فلاح پانے والے ہیں اور جن کے میزان ہلکے ہوئے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپکو خسارے میں ڈالا اس واسطے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓااَنْفُسَهُم فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ" (سورۃ الاعراف آیت ۱۰۲-۱۰۳ پارہ ۱۸)

پس جسکے عملوں کے تول بھاری ہوئے پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے اور جسکے عملوں کے تول ہلکے نکلے پس یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو خسارے میں ڈالا، اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے،

معتزلہ کا رد:۔ کہ ہم میزان پر ایمان رکھتے ہیں، یہاں سے امام طحاویؒ معتزلہ کا رد کر رہے ہیں جنہوں نے وزن اعمال کا انکار کیا ہے وہ اشکال کرتے ہیں

اشکال (۱):۔ وہ اشکال یہ کرتے ہیں کہ اعمال تو اعراض ہیں اور اعراض کا وزن اور قرار اور بقاء نہیں ہوتا،

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں وہ اعراض کو اجسام بنا سکتا ہے جیسے آج کل جدید سائنس نے اس اشکال کو حل کر دیا ہے جیسے گرمی، سردی، اعراض میں سے ہیں لیکن اسکو ماپا جاتا ہے اور آواز جو اعراض کے قبیل سے ہے اسے ریکارڈ کی شکل میں محفوظ کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اعراض کو اجسام کی شکل دیکر میزان میں تولنا کونسا مشکل ہے یا صحائف اعمال تولے جائیں گے اور صحائف اعمال از قبیل اجسام ہیں،

اشکال (۲):۔ دوسرا اشکال یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر وزن کئے بندوں کے اعمال معلوم ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی صورت میں وزن کرنا بے فائدہ اور عبث کام ہے

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کو اعمال کی مقدار معلوم ہونے کے باوجود وزن کرنا اتمام حجت کے لئے ہو یا بطور ثبوت کے مجرموں کے اعمال کا وزن کیا جائے تا کہ وہ کسی بات کا انکار نہ کرسکیں۔

محمد اصغر علی عفا اللہ عنہ

فاضل دار العلوم فیصل آباد و فاضل عربی،

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

جنت اور جہنم کا بیان

وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ لَا يَفْنِيَانِ وَلَا يَبِيْدَانِ. وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَخَلَقَ لَهُمَا اَهْلًا فَمَنْ شَآءَ اِلَى الْجَنَّةِ اَدْخَلَهُ فَضْلًا مِّنْهُ وَمَنْ شَآءَ مِنْهُمْ اِلَى النَّارِ اَدْخَلَهُ عَدْلًا مِّنْهُ. وَكُلٌّ يَعْمَلُ لِمَا قَدْ فَرَغَ مِنْهُ وَصَائِرٌ اِلٰى مَا خَلَقَ لَهُ. وَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ مُقَدَّرَانِ عَلَى الْعِبَادِ ،وَالْاِسْتِطَاعَةُ الَّتِيْ يَجِبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنْ نَحْوِ التَّوْفِيْقِ الَّذِيْ لَا يَجُوْزُ اَنْ يُّوْصَفَ الْمَخْلُوْقُ بِهَا تَكُوْنُ مَعَ الْفِعْلِ وَاَمَّا الْاِسْتِطَاعَةُ مِنَ الصِّحَّةِ وَالْوُسْعِ وَالتَّمَكُّنِ وَسَلَامَةِ الْاٰلَاتِ فَهِيَ قَبْلَ الْفِعْلِ وَبِهَا يَتَعَلَّقُ الْخِطَابُ وَهُوَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

ترجمہ:۔ جنت اور جہنم دونوں پیدا کی ہوئی ہیں ان دونوں پر فنا اور ہلاکت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا فرمایا اور ان دونوں کے اہل بھی پیدا کیے پس جسکو چاہے گا جنت میں داخل کریگا یہ اسکا فضل ہے، اور جسکو چاہے گا جہنم میں داخل کریگا یہ اس کا عدل ہے، اور ہر شخص وہی عمل کرتا ہے جس کے کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فارغ ہو چکے ہیں اور ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے جسکے لیے اسکو پیدا کیا گیا ہے خیر اور شر دونوں بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں،

اور استطاعت وہ ہے جسکے ساتھ فعل واجب ہوتا ہے اسکی توفیق سے ہے یہ وہ توفیق ہے کہ مخلوق کو اسکے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا یہ استطاعت فعل کے ساتھ مقارن ہوتی ہے اور ایک استطاعت وہ ہے جو صحت اور کام کرنے کی وسعت اور قدرت اور آلات کی سلامتی سے ہے اور یہ استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ہے اور اسکے ساتھ خطاب متعلق ہوتا ہے اور وہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ جنت اور جہنم کے موجود ہونے کو اور ان پر ہلاکت اور فنا نہ آنا اور ان دونوں کے اہل کو بیان کیا ہے اور ساتھ استطاعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

تشریح

قولہ: وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ لَا يَفْنِيَانِ وَلَا يَبِيْدَانِ

یہاں سے امام طحاویؒ جنت اور جہنم کے متعلق عقیدہ بتاتے ہیں کہ جنت اور جہنم دونوں پیدا کی ہوئی ہیں ان دونوں پر فنا اور ہلاکت نہیں آئے گی ان دونوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی جنت اور جہنم کو پیدا کیا ہے اور جنت اور جہنم کے اہل بھی پیدا کیے ہیں جسکو وہ چاہے گا جنت میں داخل کریگا یہ اس کا فضل ہوگا اور جسکو چاہے گا جہنم میں داخل کریگا یہ اس کا عدل ہوگا اور انسان وہی اعمال کرتا ہے جسکے کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراغت ہو چکی کہ اللہ تعالیٰ تقدیر میں لکھ چکے کہ فلاں قسم کے اعمال کریگا اور ہر ایک اسی کیطرف لوٹنے والا ہے جس کے لیے اسکو پیدا کیا گیا خیر اور شر دونوں بندوں کے لیے تقدیر میں لکھی گئی ہیں باقی تقدیر کا مسئلہ تفصیل سے پہلے بیان ہو چکا ہے

معتزلہ کا رد:۔ یہاں سے امام طحاویؒ اکثر معتزلہ کا رد کرتے ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ جنت اور جہنم ابھی موجود نہیں بلکہ قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اس پر دلیل حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کا قصہ ہے کہ انکو جنت میں ٹھہرایا گیا جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

(۱) ''وَقُلْنَا يٰآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا''

(سورۃ البقرۃ آیت ۳۵ پارہ ۱) اور ہم نے کہا اے آدمؑ رہا کر تو اور تیری بیوی جنت میں دونوں کھاؤ اس

میں سے جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو،
دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ" (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۳ پارہ ۴)
اور تم دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جسکا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے جو تیار کی گئی پرہیزگاروں کے واسطے،
تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴ پارہ ۱)
تم ڈرو اس آگ سے جسکا ایندھن لوگ اور پتھر ہونگے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

قوله: وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ لَا يَفْنَيَانِ الخ

جنت اور جہنم دائمی ہیں اور فرقہ جہمیہ کا رد:۔ انکا عقیدہ یہ ہے کہ جنت اور جہنم اور انکے اہل سب فنا ہو جائیں گے امام طحاویؒ انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنت جہنم پر فنا اور ہلاکت نہیں آئیگی اور اللہ تعالیٰ جنت اور جہنم اور انکے اہل کو ہمیشہ رکھے گا،
جیسے رب العزت کا ارشاد ہے:۔
(۱) جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا" (سورۃ البینۃ آیت ۸ پارہ ۳۰)
بدلہ ہے انکے رب کے پاس باغات ہیں ہیشگی کے، چل رہی ہونگی انکے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہیں گے اس میں۔
دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ" (سورۃ البینۃ آیت ۶ پارہ ۳۰)
کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اہل کتاب اور مشرکین میں سے جہنم کی آگ میں ہونگے ہمیشہ

رہیں اس میں اور یہ لوگ مخلوق میں بدتر ہونگے۔

ایسی بے شمار آیات اور احادیث جنت اور جہنم اور اہل جنت اور اہل جہنم کے ہمیشہ رہنے پر دلالت کرتی ہیں جہمیہ، کا قول قرآن وحدیث اور اجماع کے سراسر خلاف ہے انکے پاس جنت اور جہنم کے فنا ہونے کے بارے میں کوئی احتمالی دلیل بھی موجود نہیں چہ جائیکہ انکے پاس حجتِ قاطعہ موجود ہو۔

قولہ: وَالْاِسْتِطَاعَةُ الَّتِیْ یَجِبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنْ نَحْوِ التَّوْفِیْقِ

استطاعت کی دو قسمیں

استطاعت کہتے ہیں کام کرنے کی طاقت اور قدرت کا حاصل ہونا اسکی دو قسمیں ہیں

پہلی قسم:۔ وہ قدرت اور طاقت جو اللہ تعالیٰ نے ہر بندے میں رکھی ہے جسکے سبب سے بندہ افعال اختیاریہ کرتا ہے اگر یہ قدرت نہ ہوتو افعال اختیاریہ نہ کرسکے یہ استطاعت ایسی ہے جس کے ساتھ فعل واجب ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے یہ توفیق وہ ہے کہ مخلوق اسکے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتی، یعنی توفیق مخلوق کی صفت اور انکا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو نصیب ہوتی ہے اور یہ استطاعت فعل کے ساتھ مقارن ہوتی ہے، یعنی بندہ اگر کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو اس نیک کام کرنے کی قدرت عطا کرتا ہے اور اسی وقت اگر برے کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسکو اس برے کام کی قدرت بخشتا ہے مثلاً اگر چور چوری کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو قدرت دے دیتا ہے گویا کہ اس چور نے نیک کام کی استطاعت کو زائل کردیا اگر وہ چوری نہ کرتا بلکہ نماز کا قصد کرتا تو اسکو نماز کی قدرت عطا ہوتی اسی وجہ سے بندہ افعال قبیح میں ذم اور عقاب کا مستحق ہے اور افعال خیر میں مدح اور ثواب کا مستحق ہے۔

دوسری قسم:۔ یہ ہے کہ اسباب وآلات کا سلامت ہونا اور صحت وتندرستی کا ہونا اور یہ

استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ،لہذا جو شخص جس چیز کے آلات واسباب نہیں رکھتا اسکو اس کام کی استطاعت نہیں ہے، لہذا اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس کام کے کرنے کا حکم نہیں دیتا، اور جس چیز کے اسباب وآلات رکھتا ہے اسکو کام کرنے کی استطاعت حاصل ہے لہذا اللہ تعالیٰ بندے کو اس کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے اس استطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خطاب متعلق ہوتا ہے،

جیسے رب العزت کا ارشاد ہے **لَاُیُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ** "(سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶ پارہ ۳)

کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا،

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "**وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا**" (سورۃ آل عمران آیت ۹۷ پارہ ۴)

اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج ہے جو شخص اسکی طرف راستہ چلنے کی استطاعت رکھتا ہو،

تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "**فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ**" (سورۃ التغابن آیت ۱۶ پارہ ۲۸)

تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو۔

وَاَفْعَالُ الْعِبَادِ ھِیَ بِخَلْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَکَسْبٍ مِنَ الْعِبَادِ وَلَمْ یُکَلِّفْھُمْ اِلَّا مَا یُطِیْقُوْنَہٗ، وَلَا یُطِیْقُوْنَ اِلَّا مَا کَلَّفَھُمْ وَھُوَ حَاصِلُ تَفْسِیْرِ قَوْلِ " لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" تَقُوْلُ لَاحِیْلَۃَ وَلَاحَرْکَۃَ لِاَحَدٍ عَنْ مَعْصِیَّۃِ اللّٰہِ اِلَّا بِمَعُوْنَۃِ اللّٰہِ وَلَاقُوَّۃَ لِاَحَدٍ عَلٰی اِقَامَۃِ طَاعَۃٍ وَالثُّبَاتِ عَلَیْھَا اِلَّا بِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ وَکُلُّ شَیْءٍ یَجْرِیْ بِمَشِیْئَۃِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَعِلْمِہٖ وَقَضَائِہٖ وَقَدْرِہٖ غَلَبَتْ مَشِیْئَتُہُ الْمَشِیْئَاتِ کُلَّھَا وَغَلَبَ قَضَاؤُہُ الْحِیَلَ کُلَّھَا یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَھُوَ غَیْرُ ظَالِمٍ اَبَدًا، تَقَدَّسَ عَنْ کُلِّ سُوْءٍ وَتَنَزَّہَ عَنْ کُلِّ عَیْبٍ وَشَیْنٍ لَایُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ، وَفِیْ دُعَاءِ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ

وَصَدَقَتِهِمْ مَنْفَعَةٌ لِلْاَمْوَاتِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰی يَسْتَجِيبُ الدَّعَوَاتِ وَيَقْضِيُ الْحَاجَاتِ، وَيَمْلِكُ كُلَّ شَيْءٍ وَلَا يَمْلِكُهُ شَيْءٌ وَلَا يَسْتَغْنِيُ عَنِ اللّٰهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَمَنِ اسْتَغْنٰی عَنِ اللّٰهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ فَقَدْ كَفَرَ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْخُسْرَانِ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَغْضِبُ وَيَرْضٰی لَا كَاَحَدٍ مِنَ الْوَرٰی.

ترجمہ:۔ اور بندوں کے افعال یہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ساتھ ہیں اور بندوں کا کسب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بندے کو اسی چیز کا مکلف بنایا ہے جسکی وہ طاقت رکھتا ہے اور بندہ طاقت نہیں رکھتا مگر اسی قدر جسکی اسکو تکلیف دی گئی ہے اور یہی حاصل ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے قول کی تفسیر کا، تو یوں کہتا ہے کسی کے لئے کوئی حیلہ اور حرکت نہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رکنے کی مگر اللہ تعالیٰ کی اعانت کے ساتھ، اور کسی کے لئے کوئی طاقت حاصل نہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر اور اس پر ثابت قدم رہنے پر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ، ہر چیز اللہ عزوجل کی مشیت اور اسکے علم اور اسکے فیصلے اور اسکی تقدیر کے ساتھ چلتی ہے، اسکی مشئیت تمام مشیتوں پر غالب ہے اور اسکا فیصلہ تمام حیلوں اور تدبیروں پر غالب ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ قطعاً کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ پاک ہے ہر برائی سے اور وہ منزہ ہے ہر عیب سے اور اس چیز سے جو اسکو عیب دار کرے اور جو وہ کرتا ہے اس سے اسکے بارے میں سوال نہیں کیا جا سکتا اور مخلوق سے سوال کیا جائے گا۔

اور زندہ لوگوں کے دعاء کرنے اور صدقات دینے میں مردوں کے لئے فائدہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور تمام حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور وہی ہر چیز کا مالک ہے اور کوئی چیز اسکی مالک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی بے پروائی نہیں کی جاسکتی اور جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ سے بے پروائی اختیار کی پس تحقیق اس نے کفر کیا اور خسارہ پانے والوں میں ہوا اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں لیکن مخلوق کی طرح نہیں،

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ افعال کے خالق ہیں اور بندہ کاسب ہے اور بندوں کو جو مکلف بنایا ہے انکی طاقت کے بقدر، اور ساری دنیا کا نظام اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور علم کے مطابق چل رہا ہے اور اسکی مشیئت ہر چیز پر غالب ہے اور ساتھ ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ زندوں کے اعمال سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے مالک ہیں اور اس سے استغناء اور بے پروائی برتنا دنیا اور آخرت میں خسران کا ذریعہ ہے۔

تشریح

قوله: وَاَفْعَالُ الْعِبَادِ هِيَ بِخَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَكَسْبٍ مِنَ الْعِبَادِ

بندوں کے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں

یہاں سے امام طحاویؒ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ بندوں کے افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں اور افعال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور بندے انکا اکتساب کرتے ہیں اور کسب کرنا بندوں کا فعل ہے۔

معتزلہ اور جبریہ کا رد:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ معتزلہ اور جبریہ کا رد کرتے ہیں، معتزلہ کہتے ہیں کے بندے کے جو افعال اختیاریہ ہیں مثلاً ایمان اور کفر، طاعت اور معصیت، نیکی اور بدی بندہ خود ان افعال کا خالق اور موجد ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اس میں کوئی دخل نہیں۔
جبریہ کہتے ہیں بندہ افعال اختیاریہ میں مجبور محض ہے بندہ کو کسب کا بھی دخل نہیں، بندہ اپنے افعال کا نہ کاسب ہے اور نہ خالق۔

اہل سنت والجماعت نہ تو معتزلہ کی طرح اللہ تعالیٰ کو بالکل بے دخل مانتے ہیں اور نہ جبریہ کی طرح

بندہ کو مجبور محض مانتے ہیں کہ بندہ کی قدرت اور اختیار کا کوئی دخل نہ ہو، بلکہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اختیاریہ جو ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور بندہ دونوں کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق خلق سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کے خالق ہیں اور بندہ کی قدرت کا تعلق کسب سے ہے کہ بندہ اپنے افعال کا کاسب ہے یعنی بندہ اگر برے کام کا ارادہ اور کسب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی کیفیت پیدا کر دیتا ہے اور اگر بندہ اچھے کام کا ارادہ اور کسب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اچھے کام کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

معتزلہ کا استدلال:۔ اگر اللہ تعالیٰ کو خالق کہا جائے تو کفر وشرک، زنا، چوری وغیرہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو ایک قبیح چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف لازم آئے گی جو اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہے،

الزامی جواب:۔ بندہ جن آلات واسباب سے گناہ کرتا ہے انکا خالق تم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہو اور جن اعضاء اور جوارح سے بندہ گناہ کرتا ہے انکا خالق بھی تم اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہو کیا یہ بے ادبی نہیں؟ **فماھو جوابکم ھو جوابنا**

تحقیقی جواب:۔ خلقِ قبیح، قبیح نہیں ہے بلکہ کسبِ قبیح، قبیح ہے، خلق کا معنیٰ اِحْـــدَاثُ الْإِسْتِطَــاعَةِفِيْ الْعَبْدِ، بندہ میں طاقت کا پیدا کر دینا اور کسب کا معنیٰ ہے اِسْتِـعْـمَــالُ الْإِسْتِطَــاعَةِ الْـمُـحْدَثَةِ، اس پیدا کی ہوئی طاقت کو استعمال کرنا، دونوں کے احکام الگ الگ ہیں کسب خیر محمود ہے اور کسب شر مذموم ہے لیکن خلق خواہ کسی چیز کا ہو وہ خالق کا کمال ہے خلق خیر بھی محمود ہے اور خالق کا کمال ہے خلق شر بھی محمود ہے اور یہ بھی خالق کا کمال ہے جیسے نیزہ اور تلوار کا بنانا یہ بنانے والے کا کمال ہے البتہ اگر انکو اچھی جگہ استعمال کیا جائے تو خیر ہے اگر بری جگہ استعمال کیا جائے تو شر ہے، قبیح استعمال اور کسب کیوجہ سے بن رہا ہے نیزہ اور تلوار کا بنانے والا تو ہر حال

مین باکمال سمجھا جائے گا، اسی طرح اللہ تو افعال کے خالق ہیں تو ہر حال میں انکا کمال ہے بلکہ خلق شر میں حکمتیں مخفی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں انکا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا باغیچہ میں پھول مختلف رنگوں والے ہی زینت دیا کرتے ہیں جیسے ذوق شاعر نے کہا ہے

﴿ گلہائے رنگارنگ سے ہے رونق چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے ﴾

تو خیر وشر کے نمونے خالق کی قدرت ہیں اور حسن عالم کا باعث ہیں، قبیح کسب کیوجہ سے بن رہا ہے تو نتیجہ یہ نکلا خلق قبیح، قبیح نہیں بلکہ کسب قبیح قبیح ہے،

جبریہ کا استدلال: ۔ جبریہ کہتے ہیں بندہ میں کسی درجہ کا اختیار نہیں اور نہ ہی کسی درجہ کی قدرت ہے یہ مجبور محض ہے کیونکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "مَا تَشَاؤُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ" (سورۃ تکویر آیت ۲۹ پارہ ۳۰)

نہیں تم چاہتے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہیں، اسلئے یہ کہتے ہیں ہماری مشیت ختم اور قدرت وارادہ ختم ہے اور ہم مجبور محض ہیں۔

جبریہ کی تردید: ۔ جبریہ کا مذہب انتہائی کمزور ہے یہ وجدان صریح کے بھی خلاف ہے اور نصوص کے بھی، انسان اپنے وجدان میں بھی اپنے آپکو مختار سمجھتا ہے انسانی وجدان کا فیصلہ یہ ہے کہ بندے کے اختیار سے افعال ہورہے ہیں مثلاً اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا یہ سب اپنے اختیار سے ہورہے ہیں انسان میں اختیار کا ہونا اتنا واضح ہے کہ حیوانات تک سمجھتے ہیں کہ انسان میں اختیار موجود ہے مثلاً آپ نے کتے کو پتھر یا لاٹھی ماری تو کتا پتھر یا لاٹھی کے درپے ہونے کی بجائے مارنے والے سے انتقام کے درپے ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ لاٹھی مجبور محض ہے بندہ مختار ہے۔

یہ مذہب نصوص کے بھی خلاف ہے کیونکہ قرآن پاک میں آتا ہے "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶ پارہ ۳) آدمی میں جس قدر وسعت اور اختیار ہوتا ہے اسی کے مطابق اسکو مکلف بنایا جاتا ہے اگر اسمیں وسعت اور اختیار نہ مانا جائے تو شریعت کا لغو ہونا لازم آتا ہے اور مکلف ہونے کا مدار ہی اختیار پر ہے۔

اہل سنت والجماعت کا استدلال:۔ اہل سنت والجماعت نے افراط وتفریط کے مابین حد اعتدال اختیار کی ہے نہ تو معتزلہ کی طرح نصوص میں تحریفات کی ہیں اور نہ ہی جبریہ کی طرح وجدان کا بالکلیہ انکار کیا ہے بلکہ ہمارے ہر فعل اختیاری میں ہمارے اپنے اختیار کا بھی دخل ہے جیسے وجدان صحیح کا فیصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کا بھی دخل ہے جیسا کہ نصوص بتلا رہی ہیں جیسے قرآن پاک میں ارشاد ہے "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ"

(سورۃ الصافات آیت ۹۶ پارہ ۲۳) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ"

(سورۃ الزمر آیت ۶۲ پارہ ۲۴) تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ"

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۷ پارہ ۲)

قوله: ولم يُكَلِّفْهُمْ اِلَّا مَا يُطِيْقُوْنَهٗ، وَلَا يُطِيْقُوْنَ اِلَّا مَا كَلَّفَهُمْ

انسان بقدر استطاعت مکلف ہے

یہاں سے امام طحاویؒ اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو استطاعت کے بقدر مکلف بنایا گیا ہے بندوں کو اسی چیز کی تکلیف دی ہے جسکی وہ طاقت رکھتے ہیں، اور جس چیز کا بندہ کو مکلف بنایا ہے بندہ اسکی طاقت رکھتا ہے کیونکہ بندے اسی چیز کی طاقت رکھتے ہیں جسکی تکلیف اللہ تعالیٰ نے انکو دی ہے اور یہی تفسیر ہے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" کی یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کیلئے کوئی حیلہ اور تدبیر نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی اعانت اور نصرت کے، اور کسی اطاعت

کو کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کے لئے کوئی قوت اور طاقت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے، اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور علم اور قضاء اور قدرت کے ساتھ جاری ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت تمام مشیتوں پر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تمام حیلوں اور تمام تدبیروں پر غالب ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ قطعاً کسی پر کچھ ظلم اور زیادتی نہیں کرتا، وہ ہر برائی سے پاک ہے اور وہ ہر عیب سے اور ہر اس چیز سے جو اسکو عیب دار کر دے وہ اس سے منزہ ہے کیونکہ اسکی شان یہ ہے

"لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ" (سورۃ الانبیاء آیت ۲۳ پارہ ۱۶)

جو کچھ وہ کرتا ہے اسکے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جا سکتا اور مخلوق سے سوال کیا جائے گا، اسی کو رب العزت فرماتے ہیں "اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" (سورۃ یسین آیت ۸۲-۸۳ پارہ ۲۳)

بیشک اسکا حکم یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے لیے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے پس پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جسکے قبضے میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

قوله: وَفِيْ دُعَاءِ الْاَحْيَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَصَدَقَتِهِمْ مَنْفَعَةٌ لِلْاَمْوَاتِ،

مردوں کو دعا اور صدقات کا ثواب پہنچتا ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ زندہ لوگ مردوں کے بارے میں دعا کریں یا ایصال ثواب کسی نفلی عبادت کا کریں یا مردوں کے لئے صدقہ وغیرہ کریں تو اس سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مذہب:۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردوں کو دو صورتوں میں ثواب پہنچتا ہے پہلی صورت یہ ہے اپنے لیے صدقہ جاریہ چھوڑ گیا ہو

اسکا ثواب مرنے کے بعد بھی اسکو پہنچتا رہتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زندہ لوگوں کا مردوں کے لیے دعاء کرنا، استغفار کرنا، صدقہ خیرات کرنا، اور نفلی نماز، روزہ وغیرہ کا ایصال ثواب کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کا ایصال ثواب کرنا اس سے مردوں کو ثواب پہنچتا ہے یہ قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔

معتزلہ کا مذہب اور دلیل:۔ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ زندوں کے اعمال سے مردوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور نفلی عبادات سے اور صدقہ خیرات سے اور تلاوت قرآن پاک کرنے سے مردوں کو کوئی ثواب اور فائدہ نہیں پہنچتا انکا استدلال قرآن پاک کی اس آیت سے ہے "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی" (سورۃ النجم آیت ۳۹ پارہ ۲۷)

اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا، کہ ہر شخص اپنے کسب میں مرہون ومقید ہے اور ہر انسان کو اپنے عمل کی جزا ملتی ہے نہ کہ دوسرے کے عمل کی، اور قضاء بدلتی نہیں اگر کسی انسان کے عذاب کا فیصلہ ہوگا تو وہ زندہ کے ایصال ثواب سے قضائے الٰہی بدل نہیں سکتی۔

اہل سنت والجماعت کے دلائل

پہلی دلیل:۔ رب العزت کا ارشاد ہے "وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ" (سورۃ الحشر آیت ۱۰ پارہ ۲۸)

اور وہ لوگ جو انکے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب بخش ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے،

معلوم ہوا زندوں کی دعا اور استغفار سے فائدہ پہنچے گا اسی لئے تو اس دعا کو قرآن پاک میں ذکر کیا گیا ہے،

دوسری دلیل:۔ حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے جسکا مفہوم یہ ہے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ سعدؓ کی والدہ فوت ہوگئی ہے اگر میں اسکی طرف سے صدقہ کروں تو کونسا صدقہ افضل ہوگا حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا پانی کا صدقہ، تو حضرت سعدؓ بن عبادہؓ نے ایک کنواں کھودوایا اور فرمایا یہ ام سعدؓ کے لیے وقف ہے (راوہ البخاری)

تیسری دلیل:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اس نے کچھ وصیت نہیں کی، میرا خیال ہے اگر وہ کلام کرتی تو صدقہ کی کرتی اگر میں اسکی طرف سے صدقہ کروں تو اسکو ثواب ملے گا
حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں اسکو ثواب ملے گا (بخاری، مسلم)

چوتھی دلیل:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ جب ابن آدم فوت ہوجاتا ہے تو اسکا اپنا عمل منقطع ہوجاتا سوائے تین چیزوں کے "صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ وَوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ" کہ صدقہ جاریہ چھوڑ کر جائے اور علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو اور نیک اولاد اسکے لئے دعا کرے (رواہ مسلم)

پانچویں دلیل:۔ وہ احادیث صحیحہ ہیں جو میت کے حق میں دعا کے متعلق وارد ہوئی ہیں خصوصاً نماز جنازہ کی دعائیں اور میت کے لئے دعا کرنا اور سلف صالحین کا معمول چلا آرہا ہے کہ میت کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہے اگر اس میں مردوں کا کوئی نفع نہ ہوتا تو پھر دعا کا کوئی فائدہ نہ ہوتا جیسے قبرستان میں جانے کی دعا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ" (راوہ مسلم)

معتزلہ کی دلیل کا جواب:۔ معتزلہ نے جو دلیل دی ''وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی'' (سورۃ النجم آیت ۳۹ پارہ ۲۷) اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اسنے کمایا دوسرے کے اعمال سے مردہ کو فائدہ نہیں پہنچتا، اسکا جواب یہ ہے اس سعی سے مراد سعی ایمانی ہے کہ اگر ایمان کی دولت لیکر نہ مرا بلکہ کفر کی حالت میں مرا ہے تو زندہ کے اعمال سے اس کافر انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہوگا باقی حضور اقدس ﷺ نے مردہ کیلئے دعا اور اسکی طرف صدقہ وخیرات کے نفع بخش ہونے کی خبر دی ہے تو اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

قولہ: وَاللّٰہُ تَعَالٰی یَسْتَجِیْبُ الدَّعَوَاتِ وَیَقْضِیْ الْحَاجَاتِ

اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے انکی حاجتیں پوری کرتا ہے

فلاسفہ کا رد:۔ یہاں سے امام طحاویؒ ان فلاسفہ کا رد فرما رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ دعا میں کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ مشیت الٰہی اگر مطلوب کے وجود کا تقاضا کرتی ہے تو دعا کی کیا ضرورت، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی تقاضا نہیں کرتی تو پھر کچھ فائدہ نہیں۔

امام طحاویؒ انکے رد میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور انکی حاجتیں پوری کرتا ہے جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

(۱) ''وَقَالَ رَبُّکُمْ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ'' (سورۃ المؤمن آیت ۶۰ پارہ ۲۴)

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا

(۲) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ'' (سورۃ البقرۃ آیت ۸۶ پارہ ۲)

جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے

(۳)　حدیث میں آیا ہے "اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ اِلَیْہِ اَنْ یُّرَدَّ ھُمَا صُفْرًا" (رواہ ابوداؤد والترمذی)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے تمہارا رب بڑا باحیا ہے کریم ہے جب بندہ اسکی طرف اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اسے انکو خالی واپس کرتے ہوئے حیا آتی ہے

قولہ :وَیَمْلِکُ کُلَّ شَیْءٍ وَلَایَمْلِکُہ الخ

اللہ تعالیٰ کا کوئی مالک نہیں وہ ہر چیز کے مالک ہیں

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے مالک ہیں اور اسکا کوئی مالک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے پلک جھپکنے کے برابر بھی کسی طرح کسی قسم کی بھی بے نیازی اور بے پرواہی نہیں کی جاسکتی اور جو شخص آنکھ جھپکنے کے بقدر اللہ تعالیٰ سے استغناء اور بے پروائی اختیار کرے گا وہ کافر ہے اور ہلاکت والوں میں سے ہوگا اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا اور راضی ہوتا ہے لیکن ایسے نہیں جس طرح مخلوق ناراض یا خوش ہوتی ہے۔

جہمیہ کا رد:۔ یہاں سے امام طحاویؒ جہمیہ فرقہ کا رد کررہے ہیں جنکا عقیدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ رضا، غضب، محبت اور عداوت وغیرہ کی صفات کے ساتھ متصف نہیں امام طحاویؒ انکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناراض بھی ہوتے ہیں اور خوش بھی لیکن مخلوق کی طرح نہیں، اسی کو رب العزت اپنی مقدس کتاب میں بیان فرماتا ہے

(۱)　"لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ"

(سورۃ الفتح آیت ۱۸ پارہ ۲۶)

تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت کی۔

(۲)　دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّلَہٗ

عَذَابًا عَظِيْمًا"(سورۃ النساء آیت ۹۲ پارہ ۵) ۔

اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب اور لعنت ہے اور اسکے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان

وَنُحِبُّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَانُفَرِّطُ فِي حُبِّ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَلَانَتَبَرَّاءُ مِنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ، وَنُبْغِضُ مَنْ يُّبْغِضُهُمْ وَبِغَيْرِ الْحَقِّ لَانَذْكُرُهُمْ وَنَرَىٰ حُبَّهُمْ دِيْنًا وَاِيْمَانًا وَاِحْسَانًا وَبُغْضَهُمْ كُفْرًا وَشِقَاقًا وَنِفَاقًا وَطُغْيَانًا.

وَنُثْبِتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ اَوَّلًا لِاَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ تَفْضِيْلًا وَتَقْدِيْمًا عَلٰى جَمِيْعِ الْاُمَّةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ ،ثُمَّ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَؓ ،ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ وَالْاَئِمَّةُ الْمَهْدِيُّوْنَ الَّذِيْنَ قَضَوْا بِالْحَقِّ وَكَانُوْا بِهٖ يَعْدِلُوْنَ.

ترجمہ:۔ ہم حضور اقدس ﷺ کے تمام صحابہ کرامؓ سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں غلو اور زیادتی نہیں کرتے اور نہ ان میں سے کسی سے تبری کرتے ہیں اور ہم ان لوگوں سے بغض رکھتے ہیں جو ان حضرات سے بغض رکھے اور حق اور خیر کے علاوہ ہم انکا ذکر نہیں کرتے اور ان حضرات سے محبت کرنا ہم دین اور ایمان اور احسان سمجھتے ہیں اور ان حضرات سے بغض رکھنا کفر اور بدبختی اور نفاق او سرکشی سمجھتے ہیں اور ہم حضور اقدس ﷺ کے بعد تمام صحابہ کرامؓ پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت پر مقدم سمجھتے ہوئے سب سے پہلے خلافت کا اثبات حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے لئے کرتے ہیں پھر اسکے بعد حضرت عمر بن خطابؓ کیلئے پھر حضرت عثمان بن عفانؓ کیلئے پھر حضرت علیؓ بن ابی طالب کے لیے اور یہ چاروں خلفائے راشدین ہیں اور ہدایت یافتہ ہیں جنہوں نے حق کے ساتھ فیصلے کیے اور اسی حق کے ساتھ عدل

کرتے تھے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت کو ذکر کیا ہے اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ ہم ان حضرات میں سے کسی ایک کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور ان حضرات سے محبت کرنا دین اور ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ونفاق کی علامت ہے اور ساتھ ساتھ خلفائے اربعہ کی خلافت کو ترتیب وار بیان کیا ہے۔

تشریح

قوله: وَنُحِبُّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَا نُفَرِّطُ فِي حُبِّ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا نَتَبَرَّاءُ مِنْ اَحَدٍ مِنْهُمْ،

حبِّ صحابہؓ علامت ایمان ہے
اور بغض صحابہؓ علامت کفر ونفاق ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے تمام صحابہ کرامؓ سے ہم محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں غلو اور زیادتی نہیں کرتے جیسا کہ شیعہ اور خارجیوں نے حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کیا ہے اور ہم ان صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے بھی بیزاری اور تبری نہیں کرتے جیسا کہ شیعہ نے اکثر صحابہ کرامؓ سے تبری ظاہر کی ہے اور ہم ان لوگوں سے بغض رکھتے ہیں جو حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتے ہیں نیز ہم ان صحابہ کرامؓ کا ذکرِ خیر ہی کرتے ہیں اور حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت کرنا ہم دین، ایمان اور احسان (جو اعلیٰ درجہ کی نیکی) سمجھتے ہیں اور ان حضرات سے بغض رکھنا کفر بدبختی، نفاق سمجھتے ہیں اور یہ سرکشی ہے۔

اسی کو اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمایا ہے

(۱) "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّلَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ"(سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰ پارہ ۱۱)

اور جن لوگوں نے سبقت کی سب سے پہلے (ایمان لائے) مہاجرین اور انصار میں سے اور جنہوں نے اتباع کی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے، اللہ تعالیٰ نے انکے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ان میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(۲) دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا"

(سورۃ الفتح آیت ۱۸ پارہ ۲۶) تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوئے مومنین سے جس وقت انہوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی درخت کے نیچے پس اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو انکے دلوں میں تھا پس اللہ تعالیٰ نے اتارا سکینہ کو ان پر اور انعام دیا انکو ایک فتح نزدیک کا۔

(۳) تیسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ مِنْ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ"(سورۃ التوبہ ۱۷ پارہ ۱۱)

تحقیق اللہ تعالیٰ مہربان ہوا نبی کریم ﷺ پر مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مشکل کی گھڑی میں بعد اسکے کہ قریب تھا دل پھر جائیں ان میں سے بعضوں کے، پھر مہربان ہوا ان پر بیشک وہ ان پر مہربان ہے رحم کرنے والا ہے۔

(۴) حدیث میں ہے کہ "عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بِنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ

فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ" (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد انکو نشانہ وملامت نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کے سبب انسے بغض رکھا اور جس شخص نے انکو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو پکڑیگا۔

(۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّاَحَدِهِمْ وَلَانَصِیْفَهٗ" (رواہ البخاری، مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہؓ کو گالی نہ دو حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردے تو اسکا ثواب ایک مد (پیمانہ کا نام ہے جس میں ایک سیر کے قریب جو وغیرہ آتا ہے) یا آدھے مد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(۶) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَؓ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ اَحَدٍ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّابُعِثَ قَائِدًاوَنُوْرًالَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد موسیٰ اشعریؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہؓ میں سے جو جس زمین میں فوت ہوگا تو وہاں اپنی قبر سے اس حال میں اٹھایا جائیگا کہ قیامت کے دن اس علاقے والوں کے لئے جنت کیطرف قائد بن کر جانے والا ہوگا اور انکے لئے نور یعنی راستہ دکھانے والا ہوگا۔

(۷) عَنْ اِبْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی شَرِّکُمْ "(رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو تمہاری بری حرکت پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسی طرح صحاح ستہ میں بے شمار صحابہؓ کے فضائل میں حضور اقدس ﷺ کے ارشادات ہیں اس لئے حضور اقدس ﷺ کے صحابہؓ سے محبت کرنا ایمان اور اسلام کی علامت ہے اور صحابہؓ کی شان میں گستاخی کرنا کفر و نفاق کی علامت ہے،

محمد اصغر علی عفا اللہ عنہ

فاضل دار العلوم فیصل آباد و فاضل عربی،

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

قولہ وَنُثْبِتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ اَوَّلًا لِاَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ تَفْضِیْلًا وَتَقْدِیْمًا عَلٰی جَمِیْعِ الْاُمَّةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ الخ

خلفائے راشدین کا بیان

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد ہم اولاً خلافت حضرت ابوبکرؓ کے لئے تسلیم کرتے ہیں انہیں تمام امت پر فضیلت دیتے ہیں اور مقدم سمجھتے ہیں پھر ہم حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں، پھر حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں ، پھر حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے لئے خلافت ثابت کرتے ہیں اور یہ چاروں خلفائے راشدین ہیں اور ہدایت یافتہ ائمہ کرام ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور خلافت میں حق کے ساتھ فیصلے کیےاور اسکے ساتھ انصاف کرتے تھے۔

شیعہ پر رد:۔ یہاں سے امام طحاویؒ شیعہ پر رد کر رہے ہیں شیعہ یہ کہتے ہیں کہ خلافت میں پہلا نمبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے امام طحاویؒ انکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد تمام صحابہؓ پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت پر مقدم سمجھتے ہوئے سب سے پہلے خلافت کا اثبات ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے کرتے ہیں،

کیونکہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، نزاع ومشورہ کے بعد سب کی رائے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر متفق ہوگئی لہذا ابوبکرؓ کی خلافت پر سب کا اجماع ہوگیا اور چند دن توقف کے بعد حضرت علیؓ نے بھی مجمع عام میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، اگر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت حق نہ ہوتی تو صحابہؓ اس پر اتفاق نہ کرتے اور حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر نزاع کرتے، نیز اگر حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی جیسا کہ شیعوں کا گمان ہے تو حضرت علیؓ خاموش نہ رہتے اور صحابہ کرامؓ پر حجت قائم کرتے اور صحابہؓ کے متعلق بھی یہ بات نا قابل تصور ہے کہ انہوں نے باطل پر اتفاق کیا ہو اور حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں وارد ہونے والی نص پر عمل نہ کیا ہو۔

لہذا ساری بات کا حاصل یہ ہے کہ اگر ابوبکرؓ خلافت کے مستحق نہ ہوتے تو تمام صحابہ کرامؓ انکی خلافت پر اجماع نہ کرتے کیونکہ از روئے حدیث یہ امت کبھی باطل پر اجماع نہیں کرے گی خصوصاً صحابہ کرامؓ جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

اب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے افضل اور خلیفہ اوّل ہونے پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اس لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے شیخین کی فضیلت کو اہل سنت کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے

"اَنْ تُفَضِّلَ الشَّیْخَیْنِ وَتُحِبُّ الْخَتَنَیْنِ وَتَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ"

حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ اوّل ہونے پر اشاراتِ نبوی ﷺ

(۱) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَایَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْهِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّهُمْ غَیْرُهٗ" (رواہ الترمذی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس قوم میں ابوبکرؓ موجود ہوں ان کیلئے مناسب نہیں کہ انکی امامت ابوبکرؓ کے علاوہ کوئی اور شخص کرائے۔

قَالَ سَیِّدُنَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی قَدَّمَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِیْ اَمْرِ دِیْنِنَا فَمَنِ الَّذِیْ یُؤَخِّرُکَ فِیْ دُنْیَانَا" (حاشیہ مشکوۃ)

حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ جب حضور اقدس ﷺ نے آپکو یعنی نماز کا امام بنا کر ہمارے دین کا پیشوا بنا دیا ہے تو پھر ہماری دنیا کے معاملہ یعنی خلافت میں کون شخص آپ کو پیچھے کر سکتا ہے۔

(۲) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍؓ قَالَ اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ اِمْرَاَةٌ فَکَلَّمَتْهُ فِیْ شَیْءٍ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْهِ قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْکَ کَاَنَّهَا تُرِیْدُ الْمَوْتَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَاْتِیْ اَبَابَکْرٍ" (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے کسی معاملہ میں آپ ﷺ سے گفتگو کی آپ ﷺ نے اسکو حکم دیا کہ وہ کسی اور وقت میں آپ ﷺ کے پاس آئے اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بتائیں اگر میں آئی اور آپکو نہ پایا راوی کہتے ہیں گویا کہ اس عورت کا مقصد آپکے وصال کی طرف اشارہ کرنا تھا تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو مجھ کو نہ پائے تو ابو بکرؓ کے پاس چلی جانا (وہ تیری ضرورت پوری کردیں گے)

(۳) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ مَرَضِہٖ اِدْعِیْ لِیْ اَبَابَکْرٍ اَبَاکِ وَاَخَاکِ حَتّٰی اَکْتُبَ کِتَابًا فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّتَمَنّٰی مُتَمَنٍّ وَیَقُوْلُ قَائِلٌ اَنَا وَلَا یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَکْرٍ" (رواہ مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے مرض وفات میں مجھ سے فرمایا کہ اپنے باپ ابو بکرؓ کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھوادوں کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں خلافت کا کوئی اور آرزومند تمنا نہ کرے اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا مستحق ہوں حالانکہ حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ کسی کی خلافت سے اللہ تعالیٰ بھی انکار کریں گے اور اہل ایمان بھی۔

(۴) عَنْ حُذَیْفَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ" (رواہ الترمذی)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ تمہارے درمیان میری زندگی اب کتنی باقی رہ گئی ہے کہ تم میرے بعد ان دونوں شخصوں کی اقتداء کرنا (جو یکے بعد دیگرے میرے جانشین اور خلیفہ ہونگے) اور وہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔

عشرہ مبشرہ کا بیان

وَاِنَّ الْعَشَرَةَ الَّذِيْنَ سَمَّاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَشْهَدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ كَمَا شَهِدَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ وَهُمْ اَبُوْبَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدٌ، وَسَعِيْدٌ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَهُوَ اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِيْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ.

وَعُلَمَاءُ السَّلَفِ مِنَ الصَّالِحِيْنَ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ اَهْلِ الْخَيْرِ وَالْاَثَرِ وَاَهْلِ الْفِقْهِ وَالنَّظَرِ لَا يُذْكَرُوْنَ اِلَّا بِالْجَمِيْلِ وَمَنْ ذَكَرَهُمْ بِسُوْءٍ فَهُوَ عَلٰى غَيْرِ السَّبِيْلِ، وَلَا نُفَضِّلُ اَحَدًا مِنَ الْاَوْلِيَاءِ عَلٰى اَحَدٍ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَنَقُوْلُ نَبِيٌّ وَاحِدٌ اَفْضَلُ مِنْ جَمِيْعِ الْاَوْلِيَاءِ وَنُؤْمِنُ بِمَا جَآءَ مِنْ كَرَامَاتِهِمْ وَصَحَّ عَنِ الثِّقَاتِ مِنْ رِوَايَتِهِمْ.

ترجمہ:۔ اور بے شک وہ دس صحابہ کرامؓ جن کا نام لے کر حضور اقدس ﷺ نے انہیں جنت کی خوشخبری سنائی ہم بھی انکے بارے میں جنت کی گواہی دیتے ہیں جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے انکے لئے گواہی دی اور آپ ﷺ کا فرمان برحق ہے اور وہ یہ ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عبیدہ بن جراحؓ اور وہ تو اس امت کے امین ہیں۔

اور جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی اولاد پاک کے بارے میں اچھی بات کہی تو ایسا شخص تحقیق نفاق سے بری ہے،

اور علماء سلف صالحین جو پہلے گزر چکے ہیں اور انکی اتباع کرنے والے اور انکے بعد آنے والے اہل

خیر میں سے اور حدیث نقل کرنے والے اور اہل فقہ اور نظر و قیاس والے علماء انکا نہ ذکر کیا جائے مگر اچھے الفاظ میں نیکی کے ساتھ اور جو شخص انکو برائی سے ذکر کرے گا وہ راہ راست پر نہیں ہوگا،

اور ہم اولیاءؒ اللہ میں سے کسی کو انبیاءؑ پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں ایک نبی تمام اولیاء کرام سے افضل ہے جو اولیاء کرام سے کرامات منقول ہیں اور وہ ثقہ راویوں سے ثابت ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے۔

تجزیہ عبارت: ۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے عشرہ مبشرہ صحابہ کرامؓ کا اور انکے جنتی ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور ساتھ اس بات کو واضح کیا ہے کہ علماء حق کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا جائے ورنہ دوسری صورت میں وہ شخص راہ راست پر نہیں ہوگا اور ساتھ ساتھ اس بات کو واضح کیا کہ انبیاء علیہم السلام اولیاء کرامؒ سے افضل ہیں لیکن اولیاء کرامؒ کی کرامات جو ثقہ راویوں سے ہم تک پہنچی ہیں وہ حق ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح

قولہ : وَاِنَّ الْعَشْرَةَ الَّذِیْنَ سَمَّاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَشْهَدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ الخ

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے وہ دس صحابہؓ جنکا آپ ﷺ نے نام لیکر انکو جنت کی خوشخبری سنائی ہم بھی انکے متعلق حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کی گواہی دیتے ہیں اور آپ ﷺ کا فرمان برحق ہے اور جس شخص نے حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی پاک اولاد کے بارے میں اچھی بات کہی تو وہ نفاق سے بری ہے اور اگر انکے متعلق کسی قسم کی بدگمانی، استہزا اور بے ادبی کریگا تو ایسا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہوگا اور آخرت برباد کرنے والا ہوگا۔

عشرہ مبشرہ کی وجہ تسمیہ: ۔ ان دس صحابہ کرامؓ کو عشرہ مبشرہ اس لئے کہتے ہیں انکے جنتی

ہونے کی بشارت ایک ساتھ ایک ہی حدیث ایک ہی مجلس میں بیان فرمائی گئی اس لئے ان حضرات کوعشرہ مبشرہ کہاجانے لگاان عشرہ مبشرہ حضرات میں سے پہلے خلفائے اربعہ ہیں جوسب سے افضل ہیں باقی چھ حضرات دوسرے تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

باقی یہ جنت کی بشارت صرف انہی دس صحابہؓ کے حق میں منقول نہیں بلکہ اصحابؓ بدر اور اصحابؓ بیعتِ رضوان اور حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور حضرت بلالؓ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ اور ازواج مطہراتؓ وغیرہم کے بارے میں بھی بشارت احادیث صحیحہ میں وارد ہے، چونکہ ان دس حضرات کے جنتی ہونے کی بشارت مشہور ہوگئی اور عشرہ مبشرہ کہلائے جانے لگے جیسے کہ ان حضرات کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُؓ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُؓ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّؓ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُؓ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُؓ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍؓ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍؓ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ جَرَّاحٍؓ فِي الْجَنَّةِ (رواہ الترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشادفرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ جنت میں ہیں، حضرت عمرؓ جنت میں ہیں، حضرت عثمانؓ جنت میں ہیں، حضرت علیؓ جنت میں ہیں، حضرت طلحہؓ جنت میں ہیں، حضرت زبیرؓ جنت میں ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنت میں ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنت میں ہیں، حضرت سعید بن زیدؓ جنت میں ہیں، (یہ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ انکے نکاح میں تھیں یہ وہی فاطمہؓ ہیں جو حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا ذریعہ بنی تھیں) اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ جنت میں ہیں

فضائل ومناقب عشرہ مبشرہ

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَالِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدًا اِلَّا وَقَدْ کَافَیْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِئُهُ اللّٰهُ بِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا اَلَا وَاِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰهِ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا کوئی صحابی نہیں ہے جس نے ہم پر احسان کیا ہو مگر ہم نے اس کو بدلہ نہ دیدیا ہو، سوائے ابوبکرؓ کے، پس بیشک جو انکے ہم پر احسان ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انکا بدلہ انکو عطا کریں گے اور کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا ہے اور اگر میں کسی کو خلیل یعنی جانی دوست بناتا تو یقیناً ابوبکرؓ کو اپنا خلیل بناتا خبردار تمہارے صاحب (یعنی رسول اللہ) اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَیْنَا رَأْسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجْرِیْ فِیْ لَیْلَةٍ ضَاحِیَةٍ اِذْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ یَکُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ فَاَیْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ (مشکوٰۃ شریف ج ۲)

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک چاندنی رات میں حضور اقدس ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہ عمرؓ ہیں (جنکی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے

برابر ہیں) میں نے عرض کیا پھر ابو بکرؓ کی نیکیاں کہاں ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عمرؓ کی پوری زندگی کی تمام نیکیاں ابو بکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (رواہ الترمذی)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا (لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبوت کا دروازہ مجھ پر بند ہو چکا ہے) تو وہ عمرؓ بن خطاب ہوتے،

(۲) عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ (رواہ الترمذی)

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ يَقُوْلُ بِهٖ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر اور انکے دل میں حق و صداقت جاری فرما دیا ہے،

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر حق رکھ دیا ہے اس لئے وہ حق بات بولتے ہیں (حق کے علاوہ اور کوئی بات ان کے منہ سے نہیں نکلتی)

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍؓ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَهُوَ يَحُثُّ عَلٰى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَیَّ مِائَةُ بَعِيْرٍ بِاَحْلَاسِهَا وَاَقْتَابِهَا فِیْ سَبِيْلِ

اللّٰہِ ثُمَّ حَضَّ عَلَی الْجَیْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ فَقَالَ عَلَیَّ مِائَتَا بَعِیْرٍ بِاَحْلَاسِھَا وَاَقْتَابِھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ حَضَّ فَقَامَ عُثْمَانُ عَلَیَّ ثَلٰثُ مِائَۃِ بَعِیْرٍ بِاَحْلَاسِھَا وَاَقْتَابِھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاَنَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَھُوَ یَقُوْلُ مَاعَلٰی عُثْمَانَ مَاعَمِلَ بَعْدَ ھٰذِہٖ مَاعَلٰی عُثْمَانَ مَاعَمِلَ بَعْدَ ھٰذِہٖ (رواہ الترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں اس وقت میں بھی حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں حاضر تھا جب آپ ﷺ جیش عسرہ (یعنی غزوہ تبوک) کے لئے مالی امداد کی ترغیب دے رہے تھے، حضرت عثمان مجمع میں کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے راستے میں میرے ذمے ایک سو اونٹ ہیں جھولوں اور پالانوں سمیت (یعنی سو اونٹ مع ساز و سامان کے پیش کرتا ہوں)

پھر آپ ﷺ نے جنگ کے لئے مالی امداد کی دوبارہ ترغیب دی تو حضرت عثمان ؓ مجمع میں سے کھڑے ہوئے اور عرض کیا (پہلے سو اونٹوں کے علاوہ مزید) میرے ذمے دو سو اونٹ ہیں اللہ کے راستے میں انکی جھولوں اور پالانوں سمیت،

پھر حضور اقدس ﷺ نے ترغیب دی حضرت عثمان ؓ نے مجمع میں کھڑے ہو کر عرض کیا (پہلوں کے علاوہ) میرے ذمے تین سو اونٹ ہیں اللہ کے راستے ہیں جھولوں اور پالانوں سمیت، حضرت عبدالرحمٰن بن خباب ؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جا رہے تھے اس عمل کے بعد اب عثمان ؓ جو بھی عمل کریں انکو کوئی نقصان نہیں ہوگا اس عمل کے بعد عثمان ؓ جو بھی عمل کریں انکو کوئی نقصان نہیں ہوگا (یعنی عثمان ؓ کا عمل نہ صرف یہ گذشتہ گناہوں اور لغزشوں کا کفارہ بن گیا بلکہ آئندہ بالفرض اگر ان سے خطا صادر ہوگی تو اس عمل کی برکت سے معاف ہو جائے گی یا یہ مطلب ہے کہ اس عمل کے بعد عثمان ؓ اگر کوئی عبادت بھی نہ کریں تو انکا کوئی نقصان نہیں ہوگا انکا یہ عظیم عمل تمام عبادتوں اور نیکیوں کے واسطے کافی ہو گیا ہے،

(۲) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيْقٌ وَرَفِيْقِيْ يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُؓ (رواہ الترمذی)

حضرت طلحہؓ بن عبیدہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر نبی کا ایک رفیق اور دوست ہوتا ہے اور میرے رفیق یعنی جنت میں عثمانؓ ہیں۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْؓ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت سعد بن وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے علیؓ سے فرمایا (دنیا وآخرت میں، قرابت ومرتبہ میں اور دینی مددگار ہونے کے اعتبار سے) تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسی علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (یعنی غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علیؓ کو اہل وعیال کی خبر گیری کے لئے، مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے چھوڑا اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارا مجھ سے جو دینی تعلق ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے ہارون علیہ السلام کو موسی علیہ السلام سے تھا کہ موسی علیہ السلام جب چالیس دن کے لئے کوہ طور پر گئے تو اپنی قوم میں ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح تمہیں بھی میں خلیفہ بنا کر غزوہ تبوک پر جا رہا ہوں)

(۲) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ طَيْرٌ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ائْتِنِيْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ يَاْكُلُ مَعِيَ هٰذَا الطَّيْرَ فَجَاءَهٗ عَلِيٌّؓ فَاَكَلَ مَعَهٗ (رواہ الترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (ایک دن) حضور اقدس ﷺ کے سامنے (بھونا یا پکا ہوا) پرندہ رکھا ہوا تھا آپ ﷺ نے دعا مانگی اے اللہ! تیری مخلوق میں جو بہت زیادہ تجھ کو محبوب ہو اسکو میرے پاس بھیج دے تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے پس آپ ﷺ کے

پاس حضرت علیؓ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کھایا۔

(۵) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ یَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ اِلَی الصَّخْرَةِ فَلَمْ یَسْتَطِعْ فَقَعَدَ طَلْحَةُ تَحْتَهٗ حَتّٰی اسْتَوٰی عَلَی الصَّخْرَةِ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَةُ (رواہ الترمذی)

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں پس آپ ﷺ نے چٹان پر چڑھنا چاہا پس (دونوں زرہوں کے بوجھ کی وجہ سے) آپ ﷺ چڑھ نہ سکے، پس طلحہؓ آپ ﷺ کے نیچے بیٹھ گئے حتی کہ حضور اقدس ﷺ ان کے اوپر چڑھ کر چٹان پر پہنچ گئے پھر میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہؓ نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔

(۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ وَقَدْ قَضٰی نَحْبَهٗ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا وَفِیْ رِوَایَةٍ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلَی الشَّهِیْدِ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ (رواہ الترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہؓ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا جس شخص پسند ہو کہ دیکھے جو زمین پر چلتا پھرتا ہے اور تحقیق وہ اپنا عہد فدا ہونے کا پورا کر چکا ہے تو اسکو چاہیے وہ اس انسان (طلحہؓ) کو دیکھے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایسے شہید کا دیدار کرنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہؓ کو دیکھے۔

(۶) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مناقب:۔

(۱) عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ یَّاْتِیْنِیْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ یَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَیْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیًّا وَحَوَارِیَّ الزُّبَیْرُ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے غزوہ احزاب (یعنی غزوہ خندق) کے موقع پر ایک دن ارشاد فرمایا کون شخص ہے جو دشمن قوم کی خبر میرے پاس لائے، حضرت زبیرؓ نے عرض کیا میں لاؤں گا اس وقت حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک ہر نبی کے حواری (یعنی خاص دوست اور مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیرؓ ہیں

(۲) عَنِ الزُّبَیْرِؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ یَّاْتِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ فَیَاْتِیْنِیْ بِخَبَرِھِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَبَوَیْہِ فَقَالَ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کون ہے جو بنی قریظہ میں جائے انکے بارے میں میرے پاس خبر لائے چنانچہ میں روانہ ہو گیا جب میں انکے بارے میں معلومات کر کے واپس آیا تو حضور اقدس ﷺ نے اپنے دونوں ماں باپ میرے لئے جمع کر دئے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مناقب:۔

(۱) عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لِاَزْوَاجِہٖ اِنَّ الَّذِیْ یَحْنُوْ عَلَیْکُنَّ بَعْدِیْ ھُوَ الصَّادِقُ الْبَارُّ اَللّٰھُمَّ اَسْقِ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ مِنْ سَلْسَبِیْلِ الْجَنَّۃِ (رواہ احمد)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو اپنی بیویوں سے یوں فرماتے ہوئے

سنا حقیقت یہ ہے کہ میرے وصال کے بعد جو شخص مٹھیاں بھر کر تم پر خرچ کریگا (یعنی پوری فراخ دلی اور کامل سخاوت کیساتھ تمہارے مصارف میں اپنا مال خرچ کریگا) وہ صادق الایمان صاحب احسان ہے اے اللہ! تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب کر۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ لِنِسَآئِهِ اِنَّ اَمْرَ كُنَّ مِمَّا يَهُمُّنِيْ مِنْ بَعْدِيْ وَلَنْ يَّصْبِرَ عَلَيْكُنَّ اِلَّا الصَّابِرُوْنَ الصِّدِّيْقُوْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَعْنِيْ اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ لِاَبِيْ سَلْمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَقَى اللّٰهُ اَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيْلِ الْجَنَّةِ وَكَانَ ابْنُ عَوْفٍ قَدْ تَصَدَّقَ عَلٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِحَدِيْقَةٍ بِيْعَتْ بِاَرْبَعِيْنَ اَلْفًا (رواہ الترمذی)

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا تمہارا معاملہ کچھ اس نوعیت کا ہے جو میرے بعد مجھ کو فکر میں ڈالتا ہے اور تمہارے خرچ پر صبر کریں گے جو صابر اور صدیقین ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ (صابر اور صدیق سے) آپ ﷺ کی مراد وہ لوگ ہیں جو صدقہ دینے والے اور کار خیر کرنے والے ہیں پھر حضرت عائشہؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بیٹے ابو سلمہؓ سے کہا اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب کرے اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے امہات المؤمنینؓ کے خرچہ کے لئے ایک باغ دیا تھا جو چالیس ہزار دینار کا بیچا گیا تھا۔

(۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مناقب:۔

(۱) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ اُحُدٍ يَا سَعْدُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے

نہیں سنا مگر سعد بن مالک کیلئے چنانچہ جنگ احد کے دن میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مارو اور تیر مارو میرے ماں باپ تم پر قربان۔

(۲) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَوْمَئِذٍ یَعْنِیْ یَوْمَ اُحُدٍ اَللّٰھُمَّ اشْدُدْ رَمْیَتَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ (مشکوۃ شریف ج۲)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے (انکے حق میں) اس دن یعنی غزوہ احد کے دن یوں دعا فرمائی اے اللہ! اس سعدؓ کی تیر اندازی میں شدت وقوت عطا فرما اور اس کی دعا قبول فرما۔

(۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) ھُوَ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ یُکْنٰی اَبَا الْاَعْوَرِ الْعَدَوِیُّ الْقُرَشِیُّ وَھُوَ اَحَدُ الْعَشَرَۃِ الْمُبَشَّرَۃِ بِالْجَنَّۃِ اَسْلَمَ قَدِیْمًا وَشَھِدَ الْمَشَاھِدَ کُلَّھَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ غَیْرَ بَدْرٍ فَاِنَّہٗ کَانَ مَعَ طَلْحَۃَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ یَطْلُبَانِ خَبَرَ عِیْرِ قُرَیْشٍ وَضَرَبَ لَہُ النَّبِیُّ ﷺ بِسَھْمِہٖ وَکَانَتْ فَاطِمَۃُ اُخْتُ عُمَرَ تَحْتَہٗ وَبِسَبَبِھَا کَانَ اَسْلَمَ عُمَرُ کَانَ اٰدَمَ طِوَالًا اَشْعَرَ مَاتَ بِالْعَقِیْقِ فَحُمِلَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَدُفِنَ سَنَۃَ اِحْدٰی خَمْسِیْنَ وَلَہٗ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ سَنَۃً (اسماء الرجال مشکوۃ شریف ص۵۹٦)

حضرت سعد بن زیدؓ کی کنیت ابوالاعور عدوی قریشی ہے اور یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں شروع ہی میں اسلام لائے اور حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے، مگر غزوہ بدر میں یہ طلحہ بن عبداللہؓ کے ساتھ قریش کے قافلہ کے خبر لانے کے لئے گئے تھے جب یہ واپس آئے تو حضور اقدس ﷺ نے بدر کے مال غنیمت میں سے ان کے لئے حصہ مقرر کیا اور حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ انکے نکاح میں تھی اور یہی وہی فاطمہؓ ہیں جو حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا ذریعہ بنی تھی اور حضرت سعید بن زید طویل القامت گندم گوں تھے اور انکے سر پر لمبے اور گھنے تھے

اور لوگ مدینہ میں عقیق کے مقام پر انکی وفات ہوئی پھر انکا جنازہ عقیق سے مدینہ لایا گیا ۵۱ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی اور جنت البقیع میں انکو دفن کیا گیا اور ستر سال سے زائد عمر پائی ہے۔

(۲) مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن زیدؓ ان صحابہؓ میں سے تھے جو صفِ قتال میں حضور اقدس ﷺ کے آگے اور صفِ نماز میں حضور اقدس ﷺ کے پیچھے یعنی قریب تر رہا کرتے تھے۔

اپنے زہد و تقویٰ اور کثرت عبادت کی وجہ سے حضرت سعید بن زیدؓ کو "مستجاب الدعوات" کا درجہ حاصل ہو گیا تھا، امام مسلمؒ، حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اروی بنت اویس نامی ایک عورت نے والی مدینہ مروان بن حکم کے پاس شکایت کی کہ حضرت سعید بن زیدؓ نے اسکی زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے مروان نے انکو طلب کر کے حقیقت حال دریافت کی تو حضرت سعید بن زیدؓ نے فرمایا

"تم میری نسبت گمان کرتے ہو کہ میں نے اس کی زمین کا کچھ حصہ غصب کر لیا ہے حالانکہ میں حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ایک بالشت بھر زمین پر ظلم سے قبضہ کرے گا قیامت کے دن اسکو (ویسی) سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا"

مروان نے حضرت سعید بن زیدؓ سے قسم کھانے کا کہا تو وہ اس زمین سے دست بردار ہو گئے لیکن پریشانی کے عالم میں منہ سے یہ الفاظ نکل گئے

"یا اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسکو اسی کی زمین میں موت دے اور مسلمانوں پر میرے حق کو بخوبی واضح کر دے"

خدا کی قدرت کچھ عرصہ بعد اروی کی بینائی زائل ہو گئی اور پھر ایک دن وہ اسی حالت میں اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر مر گئی اسکے بعد اہل مدینہ میں یہ ضرب المثل بن گئی "اَعْمَاکَ اللّٰہُ کَمَا اَعْمٰی الْاَرْوٰی" کہ خدا تجھے اندھا کرے جیسا کہ اروی کو اندھا کیا (چالیس جانثارؓ)

(۱۰) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَمِیْنٌ وَاَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِؓ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراحؓ ہیں (اگر چہ تمام ہی صحابہؓ وصف امانت کے حامل تھے لیکن حضرت ابوعبیدہؓ کو اس امت کا امین اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ ان میں یہ وصف دوسرے صحابہؓ کی بنسبت زیادہ غالب تھا، یا حضرت ابوعبیدہؓ کے اوصاف میں سے یہ وصف ان پر زیادہ غالب تھا)

(۲) عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ جَاءَ اَهْلُ نَجْرَانَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِبْعَثْ اِلَیْنَا رَجُلًا اَمِیْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ اِلَیْکُمْ رَجُلًا اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ قَالَ فَبَعَثَ اَبَا عُبَیْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِؓ (رواہ الترمذی)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نجران کے لوگوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (حاکم وقاضی) بنا کر ایسے شخص کو بھیجئے جو امانت دار ہو، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً میں ایسے شخص کو تمہارے پاس بھیجوں گا جو امین ہے اس لائق ہے کہ اسکو امانت دار کہا جائے، لوگ اس شرف کے حصول کی تمنا اور انتظار کرنے لگے (کہ دیکھیں کون شخص اس منصب کا شرف وامتیاز حاصل کرتا ہے)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراحؓ کو بھیجا۔

قولہ : وَعُلَمَاءُ السَّلَفِ مِنَ الصَّالِحِیْنَ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ اَهْلِ الْخَیْرِ وَالْاَثَرِ الخ

تابعین وعلماء سلف کا بیان

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں علماء سلف صالحین جو پہلے گزر چکے ہیں اور انکا اتباع کرنے اور ان کے بعد آنے والے علم فضل والے اور محدثین اور اہل فقہ اور نظر وقیاس والے علماء سب کا ذکر سوائے نیکی کے درست نہیں ہے اور جو شخص ان برگزیدہ ہستیوں کو برا بھلا کہتا ہے وہ راہ راست پر نہیں ہے،

یہ علماء سلف صالحین انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں جیسے حدیث پاک میں ہے "العلماء ورثة الانبیاء" اور یہ حضور اقدس ﷺ کے خلیفہ ہیں اور ان کیوجہ سے کتاب اللہ کا عام چرچا ہے اور سنت مطہرہ کی شمعیں پورے عالم میں ان ہی کی محنتوں سے روشن ہیں انہوں نے ہم تک حضور اقدس ﷺ کے پیغامات پہنچائے ہیں اور جو چیز ہماری نظروں سے اوجھل تھی انہوں نے اسکو واضح کیا اس لیے یہ امت کے بڑے محسن ہیں، انکا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا جائے جیسے موجودہ دور میں بعض لوگ ائمہ محدثین اور فقہاء کی گستاخیاں کرتے رہتے ہیں یہ لوگ اعتدال سے برگشتہ ہیں اور راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں انہیں سلف صالحین فقہاء کرامؒ کا احترام کرنا چاہیے ورنہ آخرت برباد ہو جائے گی۔

قوله : وَلَانُفَضِّلُ اَحَدًا مِنَ الْاَوْلِيَاءِ عَلٰى اَحَدٍ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الخ

کوئی ولی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہم کسی نبی پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں ایک نبی تمام اولیاء اللہ سے افضل ہے ولی خواہ کتنی ہی عبادت اور ریاضت کرلے لیکن وہ نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ

سکتا اس لئے کہ اولیاء جن کمالات کے ساتھ متصف ہوتے ہیں انبیاء ان کمالات کے ساتھ بدرجۂ اتم متصف ہونے کو علاوہ مزید ایسے کمالات اور اوصاف کے حامل ہوتے ہیں جن سے اولیاء اللہ محروم ہوتے ہیں چنانچہ انبیاء علیہم السلام معصوم اور بُرے خاتمہ سے مامون، وحی اور مشاہدہ ملائکہ سے معزز اور احکام کی تبلیغ اور مخلوق کی رہنمائی پر مامور ہوتے ہیں،

ہمارے دارالعلوم فیصل آباد کے بانی رئیس المبلغین حضرت اقدس مولانا مفتی زین العابدین قدس سرہٗ اکثر فرمایا کرتے تھے اگر تمام روئے زمین کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت شیخ حسن بصریؒ جیسے اولیاء سے بھر دیا جائے پھر بھی اس صحابی کی شان کو نہیں پہنچ سکتے جس نے تھوڑی دیر ایمان کی حالت میں حضور اقدس ﷺ کی صحبت میں گزاری ہو، اگر تمام روئے زمین کو صحابہ کرامؓ سے بھر دیا جائے تو ایک نبی کی شان کو نہیں پہنچ سکتے اور اگر تمام انبیاء کی تمام نمازیں ایک طرف ہوں تو حضور اقدس ﷺ کے ایک سجدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

آگے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں اور ان پر ہمارا ایمان ہے بشرطیکہ وہ ثقہ راویوں سے منقول ہوں، من گھڑت اور جھوٹی نہ ہوں جھوٹی اور من گھڑت کرامتوں کے ہم قائل نہیں ہیں۔

علامات قیامت کا بیان

وَنُؤمِنُ بِأَشْرَاطِ السَّاعَةِ مِنْهَا خُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَنُزُوْلُ عِيْسٰى مِنَ السَّمَآءِ وَبِطُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوْجُ دَآبَّةِ الْأَرْضِ مِنْ مَوْضِعِهَا.

وَلَا نُصَدِّقُ كَاهِنًا وَلَا عَرَّافًا وَلَا مَنْ يَدَّعِيْ شَيْئًا بِخِلَافِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ. وَنَرَى الْجَمَاعَةَ حَقًّا وَصَوَابًا وَالْفُرْقَةَ زَيْغًا وَعَذَابًا.

وَدِيْنُ اللّٰهِ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَاحِدٌ وَهُوَ دِيْنُ الْإِسْلَامِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ" وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: "وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" وَهُوَ بَیْنَ الْغُلُوِّ وَالتَّقْصِیْرِ، وَالتَّشْبِیْهِ وَالتَّعْطِیْلِ، وَالْجَبْرِ وَالْقَدَرِ، وَالْاَمْنِ وَالْیَاْسِ"

ترجمه:۔ ہم قیامت کی علامتوں پر ایمان رکھتے ہیں ان علامتوں میں سے دجال کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور مغرب کی جانب سے سورج کا طلوع ہونا اور دابۃ الارض کا اپنی جگہ سے نکلنا۔

ہم کسی کاہن اور عراف کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ ہی اس شخص کی تصدیق کرتے ہیں جو کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف کسی بات کا دعویٰ کرتا ہو، اور ہم اہل سنت والجماعت کو برحق اور ٹھیک سمجھتے ہیں اور تفرقہ بندی کو کج روی اور عذاب سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا دین آسمان اور زمین میں ایک ہی ہے اور وہ دین اسلام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "بیشک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے" اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے "اور جو شخص اسلام کے علاوہ دین تلاش کرے گا اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا" اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا "اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے" اور یہ دین اسلام افراط اور تفریط، تشبیہ اور تعطیل، جبر اور قدر، بے خوفی اور ناامیدی کے درمیان ہے۔

تجزیہ عبارت:۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ نے قیامت کی علامتوں پر ایمان لانے اور کاہن اور نجومی اور بدعتی کی تصدیق نہ کرنے کو بیان کیا ہے اور ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کے حق ہونے کو اور دین اسلام خدا کا پسندیدہ مذہب ہونے کو بیان کیا ہے کیونکہ یہ افراط وتفریط سے خالی ہے۔

تشریح

<u>قولہ</u> وَنُؤْمِنُ بِاَشْرَاطِ السَّاعَةِ مِنْهَا خُرُوْجُ الدَّجَّالِ الخ

علامات قیامت برحق ہیں

یہاں سے امام طحاویؒ علامات قیامت کا ذکر کرتے ہیں کہ دجال کا خروج اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور دابۃ الارض کا اپنے مقام سے خروج، ان ساری علامتوں کی حضور اقدس ﷺ نے خبر دی ہے اور یہ حق ہیں کیونکہ یہ سب ایسی ممکن باتیں ہیں جنکی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے اور جس ممکن چیز کی مخبر صادق ﷺ خبر دیں اسکو ماننا واجب ہوتا ہے اس لئے ان علامات قیامت پر ایمان لانا واجب ہے۔

قیامت کی علامتیں

(۱) دجال کا خروج:۔ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت خروج دجال ہے دجال کا لفظ دجل سے نکلا ہے جسکے معنی خلط ملط اور تلبیس کے ہیں چنانچہ جب کوئی شخص صحیح بات کو غلط بات کے ساتھ خلط ملط کرتا ہے اور فریب دیتا ہے تو کہا جاتا ہے "دَجَلَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ" اس نے حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ کر دیا اور دجل کے معنی جھوٹ کے بھی آتے ہیں اور دجال میں ان دونوں معنوں کا پایا جانا بالکل ظاہر ہے کہ حق کو باطل کیساتھ خلط ملط کریگا اور جھوٹا بھی ہوگا،

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم ہے خبردار! میں تمہیں دجال کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی اور نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی اور وہ یہ بات ہے کہ دجال کانا ہوگا اور وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی طرح دو چیزیں لائے گا پس وہ جس چیز کو جنت کہے گا حقیقت میں وہ دوزخ ہوگی لہذا میں تمہیں اس دجال سے ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا (بخاری و مسلم)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر قیامت کے دن تک دجال سے بڑا کوئی

فتنہ نہ ہوگا۔(مسلم شریف)

(۲) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول:۔

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت نزولِ عیسیٰؑ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر اتریں گے وہاں سے اتر کر زمین میں تشریف لائیں گے اور حضور اقدس ﷺ کے دین کا اتباع کریں گے اور اپنے تمام احکام و فرامین شریعتِ محمدیؐ کے مطابق نافذ کریں گے اور عدل و انصاف سے زمین کو بھر دیں گے پھر انکی وفات ہوگی اور روضہ اقدس میں مدفون ہونگے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں اسکو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام تمہارے درمیان اتریں گے جو ایک عادل حاکم ہوں گے اور خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کردیں گے (صرف اسلام قبول ہوگا) اور مال و دولت کی اتنی فراوانی ہوگی یہاں تک کہ کوئی شخص (اس مال و دولت کا) خواہشمند نہ رہیگا اور اس وقت ایک سجدہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے (اگر تمہیں کوئی شک و شبہ ہو اور دلیل حاصل کرنا چاہتے ہو) تو یہ آیت پڑھو "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ "(بخاری و مسلم)

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:۔

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت قیامت کے قیام سے قبل سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا جب لوگ اسکو دیکھیں گے تو ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کسی نفس کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا اسی کو ایک حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے،

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ ایک دن جب سورج غروب ہو رہا تھا تو حضور اقدس ﷺ مجھ سے فرمانے لگے کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جا رہا ہے میں نے عرض کیا اللہ

اور اسکا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ سورج چلتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے پہنچ کر سجدہ کرتا ہے پس وہ اجازت مانگتا ہے تو اسکو اجازت دی جاتی ہے کہ مشرق کیطرف سے طلوع ہو جا، اور وہ وقت جلد آنے والا ہے جب سورج سجدہ کریگا لیکن اسکا سجدہ قبول نہ ہوگا اور وہ اجازت چاہے گا لیکن اسکو اجازت نہیں ملے گی اور حکم ہوگا جس طرف سے آیا ہے اسی طرف لوٹ جا چنانچہ سورج مغرب کی جانب طلوع ہوگا اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے "وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا" اور حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورج کا مستقر یعنی ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے ہے (بخاری ومسلم)

(۴) دابۃ الارض کا ظاہر ہونا:۔

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت دابۃ الارض کا اپنی جگہ سے نکلنا ہے ایک عجیب الخلقت اور نادر شکل کا جانور ہوگا اور کوہ صفا ومروہ کے درمیان سے نکلے گا جسکا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے "وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ" (سورۃ النمل آیت ۸۲ پارہ ۲۰)

جب واقع ہو جائے گی ان پر بات (یعنی عذاب کا وعدہ پورا ہوگا) تو ہم انکے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کریگا اس واسطے کہ یہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

یہ جانور چوپایہ کی صورت میں ہوگا جسکی لمبائی ستر ذراع ہوگی یہ تمام شہروں اور علاقوں میں اس تیزی کے ساتھ چکر لگائے گا کہ کوئی اسکا پیچھا نہ کر سکے گا اور کوئی دوڑ کر اس سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے گا اور جو صاحب ایمان ہوگا اسکی پیشانی پر مؤمن لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اسکے منہ پر کافر لکھ دے گا، اسی کو ایک حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے،

کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی نشانیوں میں پہلی نشانی سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں پر دابۃ الارض کا نکلنا اور ان نشانیوں میں جو بھی پہلے ظاہر ہوگی دوسری اسکے بعد جلد ہی ظاہر

ہو جائے گی (مسلم شریف)۔

قولہ: وَلَا نُصَدِّقُ کَاهِنًا وَلَا عَرَّافًا الخ

کاہنین کا بیان

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم مسلمان، کاہن اور عرّاف کی تصدیق نہیں کرتے اور کاہن کی تصدیق کرنا کفر ہے جیسے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے "مَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ" (رواہ احمد وابوداؤد)

کہ جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اسکی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی تو بری ہوگا اس کتاب سے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل کی،

کاہن کون ہے؟:۔ کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل میں ہونے والی چیزوں کی خبر دیتا ہے اور اسرار کی معرفت اور علم غیب پر مطلع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے عرب میں چند ایسے کاہن تھے جن میں سے بعض کا دعویٰ تھا کہ جنوں میں سے کوئی انکا جاسوس اور تابع ہے جو اسے خبریں بتلاتا ہے اور بعض کہتے تھے وہ اپنے فطری فہم سے غیب کا ادراک کر لیتے ہیں، بہر حال غیب کا علم ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے،

عرّاف کون ہے؟:۔ عرّاف وہ ہے جو مسروقہ چیز کے بتانے کا دعویٰ کرتا ہے اور گمشدہ چیز کی جگہ بتانے کا دعویٰ کرتا ہے بعض نے کہا عرّاف اور نجومی دونوں مترادف ہیں، کہانت کی تکذیب کی طرح شریعت نے اسکی بھی تکذیب کی ہے جیسے حدیث میں ہے

"عَنْ حَفْصَةَ ؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً" (رواہ مسلم)

کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص عرّاف کے پاس آیا اور کسی چیز کے بارے میں اس

سے پوچھا تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہیں ہونگی،

قولہ: وَلَامَنْ یَّدَّعِیْ شَیْئًا بِخِلَافِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَاِجْمَاعِ الْاُمَّۃِ الخ

اہلسنت والجماعت سے الگ راستہ اختیار کرنا کج روی اور عذاب ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ نہ ہم کسی ایسے شخص کی تصدیق کرتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے خلاف کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہو اور ہم اہل سنت والجماعت کو حق اور ٹھیک سمجھتے ہیں اور تفرقہ بندی اور اہل سنت والجماعت سے جدا ہونے کو

کج روی اور عذاب سمجھتے ہیں، اسی کو حدیث پاک کے اندر بھی بیان فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹے گی یہ سب جہنم میں ہونگے سوائے ایک جماعت کے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یہ (نجات پانے والی جماعت) کونسی جماعت ہوگی آپؐ نے ارشاد فرمایا

"مَااَنَاعَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ" جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں (ترمذی شریف)

اسلئے تفرقہ بندی اور الگ راستہ اختیار کرنا کج روی ہے اور جس سے رب العزت نے منع فرمایا

"وَاعْتَصِمُوْابِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًاوَّلَاتَفَرَّقُوْا" (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳ پارہ ۴)

اور تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور پھوٹ نہ ڈالو، دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَلَاتَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْاوَاخْتَلَفُوْامِنْۢ بَعْدِمَاجَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ" (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۵ پارہ ۴)

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو متفرق ہوگئے اور احکام بینہ آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں کہ انکے لئے بڑا عذاب ہے۔

قولہ: وَدِیْنُ اللّٰہِ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَاحِدٌوَھُوَدِیْنُ الْاِسْلَامِ الخ

آسمان اور زمین میں دین صرف اسلام ہے

یہاں سے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین آسمان اور زمین میں صرف ایک ہی ہے اور وہ دینِ اسلام ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی وساطت سے اس امت کو دیا ہے اسی کو اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں فرمایا ہے۔

(۱) "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" (سورۃ آل عمران آیت ۱۹ پارہ ۳)

بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

(۲) دوسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" (سورۃ آل عمران آیت ۸۵ پارہ ۳)

اور جو شخص اسلام کے علاوہ دین تلاش کرتا ہے اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا

(۳) تیسری جگہ رب العزت کا ارشاد ہے "وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (سورۃ مائدہ آیت ۳ پارہ ۶)

آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے تمہارا دین اور میں نے پورا کیا تم پر احسان اور میں نے تمہارے لیے پسند کیا اسلام کو دین،

دینِ اسلام افراط اور تفریط کے درمیان ہے

یہاں سے آگے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اسلام افراط اور تفریط کے درمیان ہے جیسے یہود و نصاریٰ نے دین میں افراط اور تفریط کیا اور بعض یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے دین میں غلو کیا اور حد سے زیادہ بڑھ گئے کہ خدائی منصب کو انسانوں کے لئے ثابت کیا اور انسانی صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور بعض یہود نے تفریط سے کام لیا کہ انبیاء علیہ السلام کو قتل کیا۔

دینِ اسلام تشبیہ اور تعطیل کے درمیان ہے

مشبہہ فرقہ نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی اور فرقہ معطلہ نے اللہ تعالیٰ کو صفات سے خالی سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ہے لیکن اسکے لئے کوئی صفت نہیں ہے لیکن دینِ اسلام تشبیہ اور تعطیل کے درمیان ہے۔

دینِ اسلام جبر اور قدر کے درمیان ہے

جبریہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو کوئی اختیار حاصل نہیں یہ مجبورِ محض ہے اور ہر کام مجبور ہو کر کرتا ہے اسی لئے اسکے گناہوں پر مؤاخذہ نہیں ہوگا اور قدریہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی دخل نہیں یہ فرقے خدا تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں لیکن دینِ اسلام جبر اور قدر کے درمیان ہے۔

یہ دینِ اسلام اُمید اور یاًس کے درمیان ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا کفر ہے جیسے "لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ "(سورۃ یوسف آیت ۸۷ پارہ ۱۳)

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر صرف کافر لوگ، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بے خوف ہو جانا یہ بھی کفر ہے، جیسے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

"فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ" (سورۃ الاعراف آیت ۹۹ پارہ ۹)

کہ اللہ کی تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں اور یہ دینِ اسلام امید اور خوف کے درمیان ہے، اسی کو حدیثِ پاک کے اندر بھی بیان کیا گیا ہے

"اَلْاِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ" کہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتا بھی رہے اور اسکی رحمت کا امیدوار بھی رہے کہ امید اور خوف انسان کے لئے بمنزلہ دو پروں کے ہے کہ انکے ذریعے

انسان اللہ تعالٰی اور آخرت کی طرف پرواز کرتا ہے، جیسے حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن یہ اعلان ہو کہ تمام لوگ جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک آدمی جنت میں جائے گا تو میں اللہ تعالٰی کی رحمت کا امیدوار ہوں کہ وہ میں ہونگا، اور اگر قیامت کے دن یہ اعلان ہو کہ تمام لوگ جنت میں جائیں گے اور صرف ایک آدمی جہنم میں جائے گا مجھے تو خوف اور ڈر ہے کہ کہیں وہ میں نہ ہوں،

اہل سنت والجماعت اور فرقہ باطلہ کا بیان

فَهٰذَا دِيْنُنَا وَاعْتِقَادُنَا ظَاهِرًا وَبَاطِنًا، وَنَحْنُ نَبْرَءُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِمَّنْ خَالَفَ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ وَبَيَّنَّاهُ وَنَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُّثَبِّتَنَا عَلَيْهِ وَيَخْتِمَ لَنَابِهٖ، وَيَعْصِمَنَا مِنَ الْاَهْوَآءِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْاٰرَآءِ الْمُتَفَرِّقَةِ وَالْمَذَاهِبِ الرَّدِيَّةِ كَالْمُشَبِّهَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ، وَالْجَبْرِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ، وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ خَالَفَ السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ، وَاتَّبَعَ الْبِدْعَةَ وَالضَّلَالَةَ وَنَحْنُ مِنْهُمْ بُرَآءُ وَهُمْ عِنْدَنَا ضُلَّالٌ وَاَرْدِيَآءُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ.

ترجمہ :۔ پس ظاہراً اور باطناً یہ ہمارا دین اور اعتقاد ہے اور ہم ہر اس شخص سے اللہ تعالٰی کی طرف برأت کا اظہار کرتے ہیں جو اس عقیدے کا مخالف ہے جسکو ہم نے ذکر کیا اور بیان کیا ہے اور ہم اللہ تعالٰی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے مخلوط خواہشات اور مختلف آراء اور ردی مذاہب سے مثلاً مشبہ، جہمیہ، جبریہ، قدریہ اور انکے علاوہ جنہوں نے سنت اور جماعت کی مخالفت کی ہے اور بدعت اور گمراہی کی اتباع کی ہے اور ہم ان سب سے برأت کا اظہار کرتے ہیں یہ تمام فرقے ہمارے نزدیک گمراہ اور ردی قسم کے ہیں اور اللہ تعالٰی زیادہ درست جاننے والے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اسی کی طرف جائے پناہ ہے۔

تجزیہ عبارت :۔ مذکورہ عبارت میں امام طحاویؒ اپنے دین اور عقائد کا اظہار اور باطل مذاہب سے برأت کا اظہار کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دینِ اسلام اور ایمان پر ثابت قدمی اور خاتمہ بالخیر کی دعا اور باطل فرقوں کی نشاندہی اوران سے تحفظ کی اللہ تعالیٰ کے دربار میں التجاء کر رہے ہیں۔

تشریح

قولہ: فَهٰذَا دِيْنُنَا وَاِعْتِقَادُنَا ظَاهِرًا وَبَاطِنًا الخ

اہلِ سنت والجماعت کی اتباع اور فرقہ باطلہ سے بیزاری

شروع کتاب سے لیکر اختتام تک امام طحاویؒ نے ایمان اور دین اور اعتقاد پر ارشادات فرمائے اب یہاں نتیجہ کے طور پر فرما رہے ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں یہ ہمارا ظاہراً باطناً دین اور اعتقاد ہے، اور جو شخص اس دین اور عقائد کا مخالف ہے جسکو ہم نے بیان کیا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے برأت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم ایسے شخص سے بری ہیں کیونکہ ہم نے اسکے سامنے عقائد بیان کر دیے ہیں لیکن اس نے ہٹ دھرمی اور کج روی کی بناء پر مخالفت کی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔

قولہ: وَيَعْصِمَنَا مِنَ الْاَهْوَاءِ الْمُخْتَلِفَةِ وَالْاٰرَاءِ الْمُتَفَرِّقَةِ وَالْمَذَاهِبِ الرَّدِيَّةِ الخ

گمراہ فرقوں کی نشاندہی اور ان سے حفاظت کی دعا

فرقہ مشبہ: ۔ یہ فرقہ ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا ہے خالق کو مخلوق کے مشابہ کیا ہے لیکن انکے برعکس عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے ساتھ تشبیہ دی اور خدا کا بیٹا کہا ہے تو عیسائیوں نے مخلوق کو خالق

کے مشابہ قرار دیا اور مشبہ فرقہ نے خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا۔

فرقہ جہمیہ:۔ یہ لوگ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کر کے خدا تعالیٰ کو معطل قرار دیا ہے اس فرقہ کا نظریہ یہ بھی ہے کہ جنت اور جہنم فنا ہو جائیں گی اور ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور کفر صرف جہالت کا نام ہے اور حقیقت میں کسی انسان کا کوئی فعل نہیں سب افعال اللہ تعالیٰ کے ہیں انسانوں کی طرف افعال کی نسبت مجازی ہے۔

فرقہ جبریہ:۔ انکا یہ عقیدہ ہے کہ جو افعال بظاہر انسان کیطرف منسوب ہیں ان میں یہ مجبور محض ہے انسان کا اپنا ارادہ اور اختیار بالکل نہیں اور نہ انسان کا اپنے افعال میں کوئی دخل ہے اور ہر کام مجبور ہو کر کرتا ہے۔

فرقہ قدریہ:۔ اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ انسان میں قدرت تامہ اور اختیار تام موجود ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اس میں کوئی دخل نہیں اور یہ انسان اپنے افعال اختیاریہ کا خود خالق ہے،

حضرت امام طحاویؒ کی دعاء:۔ اے اللہ! ہم کو دین سے اختلاف رکھنے والی خواہشات اور مخلوط اور مختلف خواہشات سے بچائیں اور متفرق آراء سے ہماری حفاظت فرمائیں فضول اور ردی مذاہب فرقہ مشبہ، فرقہ جہمیہ، فرقہ جبریہ، فرقہ قدریہ کی طرح اور انکے علاوہ دوسرے گمراہ فرقوں سے ہمیں محفوظ فرمائیں، جنہوں نے سنت اور جماعت کی مخالفت کی اور بدعت اور گمراہی کی اتباع کی اور بدعت و ضلالت کے حلیف اور دوست بنے ہیں

اے اللہ! ہم ان سب سے بیزار ہیں اور ہم ان سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ تمام فرقے

ہمارے نزدیک بدترین گمراہ اور ردی قسم کے ہیں۔

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ

تمت بالخير

اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اور خصوصی رحمت سے ۲۷ شعبان ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۳/۱۱ اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز بدھ اس کتاب سے فراغت ہوئی، یا ارحم الرحمین! اسے مقبول و نافع بنا دیجئے اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے ایمان اور دینِ اسلام میں پختگی اور عقائد کی اصلاح کا ذریعہ بنا دیجئے اور قارئین سے استدعاء ہے کہ اپنے مبارک اوقات میں اس بندہ گنہگار کو بھی خصوصی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَّالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اٰمین ثم اٰمین

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

محمد اصغر علی عفی عنہ

فاضل دار العلوم فیصل آباد، فاضل عربی، خادم الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ مدنی ٹاؤن و جامعہ اسلامیہ عربیہ للبنات رحمانیہ چوک غلام محمد آباد فیصل آباد

پاکستان

مؤلف کی دیگر تالیفات

(۱) تہذیب الکافیہ شرح کافیہ

صفحات ۳۳۶ جس میں (۱) اعرابِ عبارت (۲) ترجمہ سادہ عام فہم (۳) نحو کے مسائل تجزیہ عبارت کے عنوان سے، مشکل مقامات کا حل تشریح کے عنوان سے اعتراض و جوابات مع بیان کیے گئے ہیں۔

(۲) ضیاء النحو شرح ہدایۃ النحو

صفحات ۳۳۲ جس میں (۱) اعرابِ عبارت (۲) ترجمہ سادہ اور عام فہم کیا گیا ہے (۳) نحو کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے (۴) تشریح کے عنوان سے کتاب کا مکمل حل اور اعتراض و جوابات مع فوائد بیان کیے گئے ہیں (۵) اشعار کی تشریح، محل استشہاد اور ترکیب پیش کی گئی ہے۔

(۳) [illegible]ب البلاغۃ [illegible] دروس البلاغۃ

صفحات ۳۴۰ (۱) جس میں اعرابِ عبارت (۲) ترجمہ سادہ عام فہم کیا گیا ہے (۳) علم معانی کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے (۴) تشریح عبارت کے تحت کتاب کا مکمل حل اور فوائدِ نافعہ بیان کیے گیے ہیں (۵) اشعار کی تشریح، مطلب اور محلِ استشہاد پیش کیا گیا ہے (۶) ضمیمہ کے تحت پانچ سالہ وفاق المدارس کے سوالیہ پرچوں کو حل کیا گیا ہے۔

(۴) [illegible]

صفحات ۱۲۷ جس میں امام الانبیاء ﷺ کے چالیس معجزات کا تذکرہ جو احادیث کی معتبر کتابوں سے نقل کیا گیا ہے، جس کے مطالعہ سے آنحضرت ﷺ کی بے پناہ عظمت و محبت اور آپ ﷺ کی

صداقت کا یقین قلب میں جاگزیں ہوتا ہے اور ساتھ کنز الحسنات کے عنوان سے مختلف مواقع اور احوال کی دعائیں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں، جن کا معمول بنانا دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

(۵) الوضاحۃ الکاملۃ اردو شرح العقیدۃ الطحاویۃ

صفحات ۲۴۰ جس میں درج ذیل خصوصیات کو مدِ نظر رکھا گیا ہے

(۱) اعرابِ عبارت (۲) ترجمہ سادہ اور عام فہم (۳) مقصودِ مصنف تجزیہ عبارت کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔

(۴) تشریح عبارت کے تحت عقائدِ اہل سنت والجماعت کا اثبات اور مذاہبِ باطلہ کے دلائل اور انکی تردید اور فوائدِ نافعہ بیان کیے گئے ہیں۔

(۶) کنز الحسنات (کیلنڈر سائز)

کنز الحسنات کیلنڈر کی شکل میں بھی دستیاب ہیں جو مفت حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۷) اجود الحواشی اردو شرح اصول الشاشی

علم اصولِ فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی کی شرح زیر ترتیب ہے